سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے سنہرے واقعات

عبدالمالک مجاہد

دارُالسّلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

اسلامی کتب کا نیا انداز

سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے سنہرے واقعات

عبدالمالک مجاہد

دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب فون:4033962-4043432 1 00966 فیکس:4021659
info@darussalamksa.com riyadh@darussalamksa.com
www.darussalamksa.com

- الریاض۔ العلیا۔ فون:4614483 01 فیکس:4644945
- الملز فون:4735220 01
- سویلم فون:2860422 01
- مندوب الریاض: موبائل: 0503459695
- قصیم (بریدہ): فون / فیکس:3696124 06 موبائل:0503417156
- مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948
- مدینہ منورہ فون:8234446 04 فیکس:8151121
موبائل:0504296740
- جدہ فون:6879254 02 فیکس: 6336270
- الخبر فون:8692900 03 فیکس:8691551
- ینبع البحر فون / فیکس:3908027 04
- خمیس مشیط فون / فیکس:2207055 07

شارجہ فون:5632623 6 00971
امریکہ ہوسٹن:7220419 713 001 • نیویارک:6255925 718 001
لندن فون:4885 539 208 0044
آسٹریلیا فون:4040 9758 2 0061

پاکستان ہیڈ آفس ومرکزی شوروم

36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 37232400-37240024-37324034 42 0092 فیکس:37354072 موبائل:0322-8484569
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

- غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون:37120054 فیکس:37320703 موبائل:0321-4439150
- Y-260 بلاک کمرشل ایریا، فیز III ڈیفنس، لاہور فون:35692610 موبائل:0321-4212174

کراچی مین طارق روڈ،(D.C.HS / 110,111-Z) ڈاؤمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی
فون:34393936 فیکس:34393937 موبائل:0321-2441843

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون / فیکس:2281513 موبائل:0321-5370378
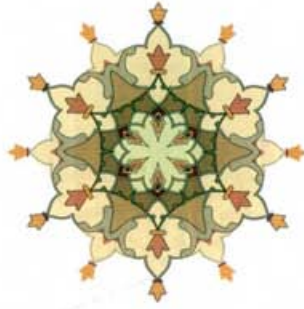
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے سنہرے واقعات

عبدالمالک مجاہد

دارُالسّلام
کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض ۔ جدہ ۔ شارجہ ۔ لاھور ۔ کراچی
اسلام آباد ۔ لندن ۔ ھیوسٹن ۔ نیو یارک

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

مجاهد ، عبدالمالك

قصص ذهبية من حياة سيدنا أبوبكر الصديق رضي الله عنه/

عبدالمالك مجاهد - الرياض ، ١٤٣٢هـ

ص: ٣٢٠،مقاس ١٧ x ٢٤ سم

ردمك: ٧-١٥٥-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

(النص باللغة الأردية)

١-أبوبكر الصديق ،عبدالله بن ابى قحافة ، ت ١٣ هـ

أ.العنوان

ديوي ٢٣٩,٩ ١٤٣٢/٨٩٩٢

رقم الإيداع: ١٤٣٢/٨٩٩٢

ردمك: ٧-١٥٥-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

(التوبة: ٤٠)

”دو میں سے دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے

جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے“۔

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

عراق کا راستہ
مدینہ منورہ
ذوالحلیفہ (آبار علی)
اہل مدینہ کے لیے میقات
بدر
ابواء
(حضرت آمنہ کا مقام وفات)
اہل شام، مصریوں اور ان سب کے لیے میقات (رابغ) جو خشکی یا سمندر کے راستے ادھر سے آئیں
حدیبیہ کا مقام
آغاز حرم کے مقامات
مقام میقات
حرم مکی کی حدود
اہل عراق کے لیے میقات
ذات عرق
وادی نخلہ
قرن المنازل
اہل نجد کے لیے میقات
عسفان
حدیبیہ
مکہ مکرمہ
عرفہ
یلملم
اہل یمن کے لیے میقات

طریق ہجرہ

مدینہ منورہ
قُباء
ذات الجیش
ذوالحلیفہ
الظہیر
تربان
مَلَل
سیالہ
روحاء
رُوَیثہ
بطن رئم
ثنیۃ العائر
عرج
منصرف
عبابید (القاحہ)
مَدلجہ یعفین
الفرع
ذو سلم
جداجد
بطن ذی کشر
مرج ذی الغضوین
مرج مجاج
مدلجہ مجاج
مدلجہ لقف
ثنیۃ المرہ
بدر
ہجرت کا راستہ
قافلوں کا راستہ
جُحفہ
رابغ البرّ
رابغ البحر
کُلیّہ
مشلل
خیمہ اُمّ معبد
قُدَید
خُلیص
اَمج
الروضہ
کدید
غدیر الاشطاط
عُسفان
ثنیۃ الغزال
بطن مر
سرف
حُدَیبیہ
مکہ مکرمہ
جبل ثور
جدّہ
شُعَیبہ
40 0
کلومیٹر
بحیرہ قلزم (بحر احمر)

فہرست عناوین

فہرست عناوین

عرض مؤلف و ناشر

ایک سچے مسلمان کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و رسل کے بعد اس کائنات میں سب سے اعلیٰ اور ارفع شخصیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب میں نے اسلام کی اعلیٰ شخصیات کے بارے میں لکھنا شروع کیا تو سب سے پہلے نگاہ انتخاب خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر پڑی۔ نوجوان نسل کو ان بلند پایہ شخصیات سے متعارف کروانے اور ان کے کردار و اخلاق سے آگاہی فراہم کرنے کے لیے زیر نظر کتاب میں سیدنا ابوبکر صدیق کی زندگی کے مبارک، روشن اور سنہرے واقعات کا انتخاب کیا گیا ہے۔ بلاشبہ وہ عبقری شخصیت تھے۔ نہایت مستحکم ایمان کے حامل اور انتہائی بلند اخلاق کے مالک تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق ہی وہ خوش نصیب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے دوست اور ساتھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حاصل کی پھر تب سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک ہر موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت واطاعت کرتے رہے اور اسلامی احکام کے سامنے سر جھکاتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے تن، من، دھن سب کچھ پیش کر دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ اعزاز بخشا کہ ہجرت کے موقع پر ان ہی کو اپنی رفاقت کے لیے منتخب فرمایا۔ بیماری کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکماً ان کو اپنے مصلی پر مسلمانوں کی امامت کے لیے کھڑا کیا، اور ارشاد فرمایا کہ اللہ اور مؤمن

ابوبکر صدیق کے علاوہ کسی اور کی امامت پر راضی نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے پوری زندگی میں سیدنا ابوبکر کو اپنے سے جدا نہیں کیا، اور اکثر ایسا ہوتا کہ آپ ﷺ اپنے بارے میں کوئی بات بیان کرتے تو ساتھ ہی سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر بھی فرماتے۔ رب العالمین کو یہ سنگت اتنی پیاری لگی کہ صدیق اکبر کو آپ ﷺ کی وفات کے بعد قبر میں بھی آپکا ساتھی بنا دیا۔ حشر کو جب آپ ﷺ کو اٹھایا جائے گا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ قیامت کے دن جب آپ ﷺ حوض کوثر پر بیٹھے ہوں گے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ ہوں گے، اور تمام انبیاء کرام میں سب سے پہلے جب آپ جنت کے دروازہ پر دستک دیں گے تو سارے انبیائے کرام کی امتوں میں سب سے پہلے آپ کے یار غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنت کے دروازے پر دستک دے رہے ہوں گے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد سب صحابہ کرام کی نگاہیں سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ کی شخصیت پر لگی ہوئی تھیں۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کی وفات ہوگئی تو امت نے بلا تأخیر صدیق اکبر کو مسند خلافت پر بٹھا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جاتے ہی فتنوں نے سر اٹھالیا۔ مسیلمہ کذاب کا فتنہ، منکرین زکاۃ کا فتنہ اور اس کے علاوہ مرتدین کا فتنہ بھی پیدا ہوگیا۔ ایسے نازک و پرآشوب دور میں سیدنا ابوبکر صدیق مرد بحران ثابت ہوئے اور ہمالیہ سے بھی زیادہ بلندی اور مضبوطی کے ساتھ ڈٹ کر کھڑے ہوگئے اور ارشاد فرمایا: ''لشکر اسامہ سے کہو کہ جہاں انہیں حبیب کبریا ﷺ نے روانہ کیا تھا وہاں روانہ ہو جائیں''۔ لیکن جب سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا عمر فاروق جیسے شجاع صحابہ کرام نے اعتراض کیا کہ آپ ایسے وقت میں اس لشکر کو روانہ فرما رہے ہیں جبکہ مدینہ منورہ کو ہر طرف سے خطرہ لاحق ہے، اس کا دفاع کون کرے گا؟ اس پر سیدنا ابوبکر صدیق نے فرمایا: ''لشکر اسامہ ہر حال میں روانہ ہوگا اس لیے کہ میں اس جھنڈے کو نہیں کھول سکتا جسے خود اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے باندھا تھا''۔ کسی نے کہا: اس کا سالار اسامہ چھوٹی عمر کا ہے تو انہوں نے بھرپور قوت ایمانی سے جواب دیا: ''جسے اللہ کے رسول ﷺ نے سالار لشکر مقرر کیا تھا ابوبکر اسے کسی بھی صورت میں ہٹانے کے لیے تیار نہیں ہے''۔ پھر لشکر اسامہ بلقاء کی طرف روانہ ہوا اور کامیابی کے جھنڈے لہراتا ہوا لوٹا۔

بعض قبائل نے جب زکاۃ دینے سے انکار کر دیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا کہ "اپنی تلواریں بے نیام کرلو۔ ابوبکر کے ہوتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اونٹ کی ایک رسی بھی زکاۃ میں دیتا تھا اور اب اس کا انکار کرے گا، تو اس کے خلاف بھی لشکر کشی ہوگی"۔

مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے سیدنا خالد بن ولید کو حکم دیا کہ جاؤ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے اس بدبخت کو اس کے منطقی انجام تک پہنچاؤ۔ جب اردگرد کے قبائل مرتد ہوگئے اور مدینہ پر چڑھائی کرنا چاہی تو عزیمت کے اس پہاڑ نے صحابہ کرام سے فرمایا: "ان مرتدین کو مدینے تک پہنچنے نہیں دیا جائے گا۔ مدینہ سے باہر نکل کر ان کی بستیوں پر حملہ ہوگا اور لشکر کی قیادت خود میں کروں گا"۔ تاریخ گواہ ہے کہ آپ کے فیصلے سو فیصد درست ثابت ہوئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق نے جب زمام اقتدار سنبھالی تو ہر طرف سے فتنوں کا شور اٹھا اور حالات بہت دگرگوں ہوگئے۔ کہیں فتنہ ارتداد، تو کہیں مانعینِ زکاۃ کا مسئلہ، ایک طرف نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کا مسئلہ تھا تو دوسری طرف لشکر اسامہ کو موتہ کی جانب روانہ کرنے سے متعلق صحابہ کرام میں اختلاف تھا، اس کے علاوہ مدینہ منورہ پر حملہ کا خوف بھی دامن گیر تھا، لیکن ایسے نازک اور پر آشوب دور میں اس عبقری شخصیت نے جس بلند عزم وارادہ کے ساتھ اسلام کی ناؤ کو کنارے لگایا وہ ان کی شاندار قائدانہ صلاحیتوں کا مظہر ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جس طرح فتنوں کی سرکوبی سیدنا ابوبکر صدیق نے اپنے عہد خلافت میں کی، اس طرح کسی دوسرے حکمران سے نہیں ہو سکی۔ صرف دو سال کی مدت میں ہر طرف امن وامان قائم ہوگیا۔

اس کتاب کی تألیف بطور خاص نوجوان نسل کے لیے کی گئی ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ ان کے دلوں میں سیدنا صدیق اکبر کی محبت پیوست ہو جائے اور وہ ان کے کارناموں سے واقف ہو جائیں۔ انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ کس قدر عظیم شخصیت تھے اور ان کا اخلاق و کردار کتنا بلند تھا۔ انہوں نے اسلام کی سربلندی اور

بچاؤ کے لیے کتنی جد و جہد کی اور کس قدر قربانیاں دیں۔ اس وقت عالم اسلام میں لاکھوں کی تعداد میں ایسے مسلمان ہیں جو ان کی طرف نسبت کرنا اپنے لیے باعث اعزاز سمجھتے ہیں اور صدیقی کہلاتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق کا اپنے رب پر بے حد توکل اور بھروسا تھا۔ انتہا درجے کی دانش مندی اور بالغ نظری کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات پر من وعن عمل کرنا اور ان کے احکامات کو بجالانا ان کی زندگی کا اولیں مقصد تھا۔ کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو ان کے فضائل ومناقب کا انکار کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔

قارئین کرام! زیر نظر کتاب سیدنا ابوبکر صدیق کی حیات مبارکہ کے سنہرے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی تدوین کرتے وقت پوری کوشش کی گئی ہے کہ کوئی واقعہ موضوع، من گھڑت یا ضعیف روایات سے نہ لیا جائے۔ اللہ کے فضل وکرم سے یہ واقعات درست ہیں اور قابل اعتماد مصادر سے لیے گئے ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب، تصحیح، مراجعہ، تخریج وتحقیق اور اصلاح زبان وبیان میں میرے ساتھ دارالسلام کے سینئر رفقائے کار پروفیسر محمد ذوالفقار اور قاری محمد اقبال عبدالعزیز نے مکمل تعاون کیا ہے۔ میں ان دونوں فاضل حضرات کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کو بہتر بنانے میں پورا ساتھ دیا۔ میں دارالسلام کے سینئر آرٹسٹ شہزاد احمد کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے نہایت محبت اور دل جمعی سے اس کتاب کی ڈیزائننگ کی ہے۔

قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے عرض ہے کہ اس کتاب کا انگلش سمیت مختلف دیگر زبانوں میں بھی ترجمہ کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ﴾

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

الریاض۔ سعودی عرب

رمضان المبارک 1432 ہجری

اگست 2011 عیسوی

1- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام و نسب

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ اور کنیت ابوبکر تھی۔ والد کا نام عثمان بن عامر تھا اور وہ نام کی نسبت اپنی کنیت ابی قحافہ سے زیادہ مشہور تھے۔ آپ کا تعلق قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھا۔ قریش کے دس معزز ترین گھرانوں میں سے ایک بنو تیم بن مُرَّہ سے آپ کا حسب و نسب ہے۔ آیئے ذرا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نسب دیکھتے ہیں: عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرَّہ بن کعب بن لوی بن غالب قریشی تیمی۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسب ساتویں پشت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "مُرَّہ" پر جا ملتا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت خوبیوں والے انسان تھے۔ آپ کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعدد القاب ہیں۔ ہر لقب آپ کی کسی خوبی یا آپ کی شخصیت کے کسی پہلو کی عکاسی کرتا ہے۔

الإصابة: 4/145,144. سيرة وحياة الصديق لمجدي فتحي السيد، ص: 27.

2-
شجرہ طیبہ امام الانبیاء ﷺ
اور
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
خاندانِ قریش
فہر (قریش)
حارث
غالب
محارب
ضبہ
عامر
لؤی
تیم الادرم
اہیب
زمعہ
ہلال
سودہ
کعب
خزیمہ
حارث
جراح
ہصیص
عدی
مرہ
عبداللہ
رزاح
ابوعبیدہ
عمرو
کلاب
یقظہ
قرط
زہرہ
تیم
مخزوم
سہم
جمح
عبداللہ
قصی
سعد
سعید
ریاح
عبدمناف
ہاشم
عبدالعزیٰ
حارث
عمرو
کعب
وائل
نفیل
عبد
ہاشم
عبدالعزیٰ
ابوامیہ
عمر
عمرو
عاص
عمرو
عبدعوف
مطلب
اسد
ام سلمہ
عبداللہ
عامر
عمرو
خطاب
زید
عوف
حارث
خویلد
خدیجہ
صخر
عبداللہ
عمر
سعید
عبدالرحمٰن
عبیدہ
عوام
مغیرہ
اسد
سلمیٰ
(شہید بدر)
(والدہ ابوبکر صدیق)
عبدمناف
زبیر
ولید
عبدمناف
وہب
عبدشمس
ابوقحافہ
وہیب
آمنہ
امیہ
عبداللہ
خالد
ارقم
ابی وقاص
حرب
ابوالعاص
ابوبکر
سعد
ابوسفیان
حکم
عفان
عبدالمطلب
ام حبیبہ
مروان
عثمان
عبدالرحمٰن
محمد
عبداللہ
اسماء
ام کلثوم
عائشہ
عبدالکعبہ
زبیر
عاتکہ
ام الحکیم بیضاء
مقوم
ابولہب
غیداق
ضرار
قثم
حارث
عبداللہ
(والدہ عثمان)
اروی
ابوسفیان
اروی
برہ
ابوطالب
امیمہ
عبداللہ
صفیہ
حمزہ
عباس
حجل
(والدہ زبیر بن عوام)
علی
جعفر
عقیل
طالب
عبداللہ
فضل
قثم
عبداللہ
ام ہانی
محمد رسول اللہ ﷺ
عبیداللہ
عبدالرحمٰن
زینب
ام کلثوم
محسن
حسین
حسن
فاطمہ کی اولاد
ابراہیم
فاطمہ
ام کلثوم
رقیہ
زینب
عبداللہ
قاسم
ماریہ قبطیہ کی اولاد
خدیجہ کی اولاد
فہر (قریش) سے محمد ﷺ تک شجرہ نسب
صحابہ وصحابیات
جنت کی بشارت پانے والے صحابہ کرام
نبی کریم ﷺ کی اولاد
قبائل کے بانی سردار
سیدنا ابوبکر کی اولاد
خلفائے راشدین
عبدالمطلب کی اولاد
نبی کریم ﷺ کی قرشی ازواج
★ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ماں جائے بھائی بہنیں (فاطمہ بنت عمرو مخزومی کی اولاد)
مآخذ: أطلس التاريخي لسيرة الرسول ★ معجم القبائل العرب ★ أسد الغابة ★ مُعجَمُ ما استعجم ★ كتاب الشجرة النبوية

3- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

القاب کا مختصر تعارف

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی زندگی میں متعدد ناموں اور القاب سے پکارا گیا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ القاب ان کو کس نے کس موقع پر مرحمت فرمائے۔

".... اپنے ساتھی کی خبر لیجیے۔ اُس کا خیال ہے کہ اسے رات ہی میں بیت المقدس کی سیر کرادی گئی ہے؟"

عتیق:

یہ لقب آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحمت فرمایا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق سے فرمایا: (أَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ) "اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہنم کی آگ سے آزاد فرما دیا ہے۔" (1)

اسی مناسبت سے آپ کا لقب عتیق پڑ گیا۔

صدیق:

یہ لقب بھی آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے عطا فرمایا، سیدنا انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(أُثْبُتْ أُحُدُ! فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيقٌ وَّشَهِيدَانِ)

"اے احد! پرسکون ہو جا، تجھ پر اس وقت ایک نبی، ایک صدیق اور

مسجد نبوی کے عقب میں پھیلے احد پہاڑ کا ایک خوبصورت منظر

دو شہیدوں کے سوا کوئی نہیں۔'' [2]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت تصدیق کی وجہ سے دیا گیا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی شب مسجدِ اقصیٰ کی سیر کرائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح لوگوں سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ اہل مکہ نے جب یہ بات سنی تو بھاگے بھاگے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا: ''اپنے ساتھی کی خبر لیجیے۔ اُس کا خیال ہے کہ اسے رات ہی میں بیت المقدس کی سیر کرادی گئی ہے؟''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: (وَقَدْ قَالَ ذٰلِكَ؟) ''کیا واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے؟''

لوگوں نے کہا: ''ہاں، واقعی آپ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فوراً بولے: (لَئِنْ قَالَ ذٰلِكَ فَقَدْ صَدَقَ)

''اگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ارشاد ہے تو بالکل سچ ہے۔''

لوگوں نے کہا: ''کیا واقعی آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ (نبی ﷺ) رات کو بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس آ گئے؟''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

(نَعَمْ، إِنِّي لَأُصَدِّقُهُ فِيمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذٰلِكَ، أُصَدِّقُهُ بِخَبَرِ السَّمَاءِ فِي غَدْوَةٍ أَوْ رَوْحَةٍ)

''مجھے اس بات کی تصدیق کرنے میں کوئی عار نہیں بلکہ میں تو اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ایمان رکھتا ہوں کہ آپ کے پاس صبح و شام آسمان سے خبریں آتی ہیں۔''

اسی کمال تصدیق کی بنا پر آپ کا لقب صدیق پڑ گیا۔ ③

اس کے علاوہ ان کے اور بھی متعدد القاب ہیں جن میں ''اتقی'' اور ''اوّاہ'' وغیرہ شامل ہیں۔

① الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان: 280/15۔ ② صحيح البخاري، حديث: 3675۔

③ المستدرك، للحاكم: 63,62/3.

4- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ قبیلہ قریش کی ایک مشہور شاخ تیم بن مرہ بن کعب کے فرد تھے۔ ساتویں پشت میں مرہ پر ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

مرہ۔ کلاب۔ قصی۔ عبد مناف۔ ہاشم۔ عبدالمطلب۔ عبداللہ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مرہ۔ تیم۔ سعد۔ کعب۔ عمرو۔ عامر۔ عثمان ابوقحافہ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

مکہ مکرمہ میں جتنے ممتاز قبیلے آباد تھے، ان میں سے ہر قبیلہ کعبۃ اللہ کے اس وقت کے مناصب میں سے کسی نہ کسی منصب پر ضرور فائز تھا۔ مثلاً:

☆ بنوعبد مناف کے پاس حجاج کرام کے لیے پانی اور ضروری آسائشیں فراہم کرنے کا منصب تھا۔

☆ بنوعبدالدار کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ جنگ کے زمانے میں جھنڈا بردار ہوں گے، نیز وہ کعبۃ اللہ کی دربانی اور دار الندوہ کا انتظام کرتے تھے۔

☆ بنومخزوم جن سے خالد بن ولید کا تعلق تھا، لشکروں کے سپہ سالار تھے۔

☆ بنوتیم بن مرہ، جو سیدنا

5- ولادت اور شکل وشباہت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عام الفیل کے دو یا تین سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے آپ سفید، زردی مائل رنگت، خوبصورت قد وقامت، نازک بدن، جھکتی ہوئی کمر، پتلے چہرے، مضبوط رانوں اور ابھری ہوئی پیشانی کے مالک تھے۔ آپ کی انگلیوں کے جوڑ نمایاں تھے۔ آپ اپنے سفید بالوں اور داڑھی کو مہندی سے رنگ دیا کرتے تھے"۔

الطبقات لابن سعد: 188/3۔

بنو تیم کے آثار کی ایک تصویر

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ تھا، ان کا کام خوں بہا اور دیتیں جمع کرنا تھا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عالم شباب کو پہنچے تو خون بہا اور دیتیں جمع کرنے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔ خون بہا کے اموال انہی کے پاس جمع ہوتے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق پر قریش کو اتنا اعتبار اور بھروسہ تھا کہ اگر خون بہا کے یہ اموال ان کے سوا کسی اور کے پاس جمع ہوتے تو قریش مکہ اس بات کو تسلیم نہ کرتے تھے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبیلے ''بنو تیم'' کی خصوصیات عرب کے دوسرے قبائل سے مختلف نہ تھیں، ان میں بھی وہی اوصاف پائے جاتے تھے جو دوسرے عرب قبیلوں میں پائے جاتے تھے۔ جرأت و شجاعت، سخاوت و دریا دلی، مروت و ہمدردی، بہادری و جفاکشی، ہمسایہ قبائل کی حمایت و حفاظت، معاہدے کی پابندی وغیرہ جیسے اوصاف جن سے دوسرے قبائل متصف تھے، ان سے بنو تیم بھی متصف تھے۔

الصدیق أبوبکر، لمحمد حسین ھیکل، ص:48،49۔

6- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والدین

آپ کے والد کا نام عثمان بن عامر بن عمرو اور کنیت ابوقحافہ تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں اپنے ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا:

(يَا أَبَا بَكْرٍ! هَلَّا تَرَكْتَهُ حَتّٰى نَأْتِيَهُ)

''ابوبکر! آپ انہیں (گھر پر ہی) رہنے دیتے ہم خود ہی ان کے پاس چلے آتے''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

(هُوَ أَوْلٰى أَنْ يَّأْتِيَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ!)

''اے اللہ کے رسول! انہی کو لائق تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے''۔

ابوقحافہ مسلمان ہوگئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے بال سفید رنگ کی ایک بوٹی ثغامہ جیسے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے بالوں پر خضاب لگاؤ مگر سیاہ رنگ سے اجتناب کرنا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت صخر اور کنیت ام الخیر تھی۔ آغاز اسلام ہی میں دار ارقم میں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ یہ آپ کے والد ابوقحافہ کی چچا زاد تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب ننھیال اور ددھیال دونوں طرف سے چھٹی پشت پر جا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے۔

الإصابة: 375/4، و تاريخ الدعوة، للدكتور يسري محمد هاني: 30۔

غار ثور کی ایک تصویر

7- دو افراد اللہ جن کا تیسرا تھا

ہجرت کی رات اللہ کے رسول ﷺ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے نکلے، غار ثور کا رخ کیا اور وہاں چھپ کر قریش کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ قریش نے آپ کا پیچھا کیا۔ کھوجی تلاش کرتے کرتے غار ثور کے دہانے تک پہنچ گئے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہجرت کی رات سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار میں نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا:

(لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ إِلَى قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا تَحْتَ قَدَمَيْهِ)

''اے اللہ کے رسول! اگر ان مشرکین میں سے کوئی اپنے پاؤں کی جانب نگاہ دوڑائے تو وہ ہمیں بآسانی دیکھ لے گا''۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا؟)

''اے ابوبکر! ایسے دو افراد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے''۔

صحیح البخاري، حدیث :3653.

''اگر ان مشرکین میں سے کوئی اپنے پاؤں کی جانب نگاہ دوڑائے تو وہ ہمیں بآسانی دیکھ لے گا''۔

8- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ازواج محترمات

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیویوں کی مجموعی تعداد چار تھی جن سے آپ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ان کی پہلی شادی زمانہ جاہلیت میں قتیلہ بنت عبدالعزیٰ کے ساتھ ہوئی۔ قتیلہ کے قبول اسلام کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہ سیدنا عبداللہ اور سیدہ اسماء کی والدہ تھیں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں عہدِ جاہلیت ہی میں طلاق دے دی تھی۔ ایک دفعہ یہ چند تحائف لے کر جن میں گھی اور پنیر بھی تھا، اپنی بیٹی سیدہ اسماء کے پاس مدینہ آئیں۔ سیدہ اسماء نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والدہ سے حسن سلوک اور والدہ کو گھر آنے کی اجازت دینے اور تحائف قبول کرنے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(لِتُدْخِلْهَا وَلْتَقْبَلْ هَدِيَّتَهَا)

''اسے اپنی والدہ کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینی چاہیے اور تحائف بھی قبول کرنے چاہییں''۔

سیدنا ابوبکر صدیق کی دوسری شادی سیدہ ام رومان بنت عامر بن عویمر رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ ام رومان کا تعلق بنو کنانہ بن خزیمہ سے تھا۔ آپ آغاز اسلام ہی میں مسلمان ہوگئی تھیں اور مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی۔ آپ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ تھیں۔ 6 ہجری میں مدینہ میں اس دار فانی سے رخصت ہوئیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق کی تیسری اہلیہ کا نام سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تھا ان کی کنیت ام عبداللہ تھی۔ اسلام کے ابتدائی ایام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دارارقم جانے سے پہلے ہی آپ مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ اولین مہاجرات میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر انہی کے ساتھ ہجرت مدینہ بھی کی، سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ غزوۂ مؤتہ میں شہید ہوگئے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی۔ ان سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیٹا محمد پیدا ہوا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حبیبہ بنت خارجہ الانصاریہ الخزرجیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی۔ آپ کی وفات کے بعد ان سے آپ کی بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قتیلہ بنت عبدالعزیٰ کو عہدِ جاہلیت ہی میں طلاق دے دی تھی

الطبقات، لابن سعد: 169/3۔248/8، والإصابة: 391/8۔
و سیر أعلام النبلاء: 282/2۔

- عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما
- عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما
- محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما
- سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما
- ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
- سیدہ ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا

9- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد کا مختصر تذکرہ

عبدالرحمٰن بن ابوبکر: عبدالرحمٰن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ شجاعت و بہادری میں معروف تھے۔

دوسرے بیٹے کا نام عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما تھا ہجرت مدینہ کے معاملے میں ان کا کردار نا قابل فراموش ہے۔ دن کے وقت اہل مکہ کے درمیان رہ کر ان کی باتیں سنتے اور رات کے اندھیرے میں چپکے سے غار ثور پہنچ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حالات کی رفتار سے خبردار رکھتے۔ غزوۂ طائف میں انہیں ایک تیر لگا جس کا زخم عرصہ دراز تک باقی رہا حتی کہ اسی کے نتیجہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران مدینہ میں شہید ہوئے۔

تیسرے بیٹے کا نام محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما تھا والدہ کا نام سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تھا۔ حجۃ الوداع کے سال پیدا ہوئے۔ قریش کے نامور نوجوانوں میں شمار ہوتا تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گود میں پرورش پائی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں انہیں والی مصر بنایا اور وہیں شہید ہوئے۔

آپ کی سب سے بڑی بیٹی سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما تھیں یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ذات النطاقین رکھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے ہجرت کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد گرامی کے لیے کھانا تیار کیا۔ جب کھانے کی تھیلی اور مشکیزے کو باندھنے کے

لیے کچھ نہ ملا تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر اپنے کمر بند کو پھاڑ کر ایک حصے سے کھانے کی تھیلی باندھی اور دوسرے حصے سے مشکیزہ باندھا، اسی مناسبت سے ان کو ذات النطاقین کا لقب دیا گیا۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ہجرت مدینہ کے موقع پر حاملہ تھیں، مدینہ پہنچیں تو سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے جو ہجرت کے بعد اسلام کے سب سے پہلے فرزند تھے۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سو سال کی عمر کو پہنچیں اس کے باوجود عقل سلیم کی مالک رہیں اور دانت بھی صحیح سلامت رہے۔ آپ انتہاء درجے کی سخاوت اور جود و کرم جیسی اعلیٰ صفات کی حامل خاتون تھیں۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں 73 ھ میں وفات پائی۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین زوجہ محترمہ تھیں۔ صحابیات میں سب سے بڑھ کر علم و فضل کی مالک تھیں۔ احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ انہی کے ذریعے امت تک پہنچا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ام عبداللہ رکھی۔ اُن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مثالی تھی۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین زوجہ محترمہ تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کی تعداد 2210 ہے۔ ان میں سے 174 احادیث بخاری و مسلم کے درمیان متفق علیہ ہیں، جبکہ صحیح بخاری میں 54 احادیث اور صحیح مسلم میں 69 احادیث ان کے علاوہ ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا 63 سال اور چند ماہ عمر پا کر 57 ھ میں فوت ہوئیں۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

سیدہ ام کلثوم بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما: ان کی والدہ کا نام حبیبہ بنت خارجہ تھا۔ یہ خاتون انصار میں سے تھیں اور خزرج قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ سیدہ ام کلثوم اپنے والد محترم کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ شادی کی عمر کو پہنچیں تو سیدنا طلحہ بن عبیداللہ کی زوجیت میں آئیں۔

البداية والنهاية: 346/6، ونسب قريش: 277، وسير أعلام النبلاء: 135/2- 139، 287، والطبقات، لابن سعد: 58/8

10- نسل در نسل صحابہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھرانے کو ایک ایسا شرف حاصل ہوا جو اس گھرانے کے علاوہ کسی اور مسلمان گھرانے کو حاصل نہیں ہوا۔ ان کا شرف یہ تھا کہ وہ خود بھی صحابی رسول تھے۔ ان کے والد محترم ابو قحافہ بھی صحابی بنے۔ ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بھی صحابی تھے اور عبدالرحمٰن کے بیٹے محمد بھی صحابیت کے شرف سے ہمکنار ہوئے۔ ذرا اس نسب پر پھر غور کریں۔

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق بن ابو قحافہ۔ یہ چاروں پوتا، باپ دادا اور پردادا رسول اکرم

11- زمانہ جاہلیت میں سیدنا ابوبکر صدیق کا مقام و مرتبہ

عہد جاہلیت میں سیدنا ابوبکر صدیق کا شمار قریش کے معزز اور سرکردہ لوگوں میں ہوتا تھا۔ قریش کے متعدد قبیلوں کے منتخب افراد انتہائی شرف و اعزاز کے مالک تھے جن میں ایک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

بنو تیم میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اہم ترین شخصیت تھے۔ دیت اور جرمانوں کی رقوم ادا کرنے کے سلسلے میں آپ ہی پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ آپ اگر کسی کی ذمہ داری اٹھا لیتے تو قریش اس کا پاس کرتے اور جس پر دیت اور جرمانے وغیرہ کا بار ہوتا، آپ کے کہنے پر اس کے ساتھ خوب تعاون کرتے حتی کہ وہ ادائے واجبات سے عہدہ برآ ہو جاتا۔ اس معاملے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور پر اعتماد نہیں کیا جاتا تھا۔[1] آپ قریش کے ممتاز سرداروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ہر مصیبت زدہ شخص کے کام آتے تھے۔ وہ مکہ مکرمہ میں اپنی مہمان نوازی کی بدولت بڑے مشہور تھے۔[2]

① أشهر مشاهير الإسلام، لرفيق العظم: 10/1. ② نهاية الأرب، للآلوسي: 10/19.

ﷺ کے صحابہ کرام میں شامل تھے۔ بیٹی سیدہ عائشہ اور سیدہ اسماء کے حوالے سے بھی یہ شرف انہیں حاصل ہے۔

صدیقہ بنت صدیق ام المؤمنین سیدہ عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نہ صرف صحابیہ ہیں بلکہ تمام صحابہ کرام اور پوری امت کے مؤمنین کی ماں بھی ہیں۔ زوجہ رسول کریم ﷺ ہونے کے باعث سیدہ نے شرعی علم بہت وافر مقدار میں مدرسہ نبوی سے حاصل کیا اور بڑے بڑے عالم فاضل صحابہ کرام کو بھی جب کسی مسئلے میں دینی رہنمائی کی ضرورت پڑتی تو وہ ام المؤمنین ہی سے رجوع کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر کی والدہ سیدہ اسماء صحابیہ تھیں۔ عبداللہ بن زبیر نہ صرف صحابی تھے بلکہ ان کو گھٹی ہی رسول اللہ ﷺ نے دی تھی اور سیدہ اسماء سیدنا ابوبکر صدیق کی بڑی صاحبزادی تھیں یہ بڑی ممتاز صحابیہ تھیں ان کے دادا ابوقحافہ بھی صحابیت کے شرف سے مالا مال ہوئے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حسب ونسب پر غور کریں۔ چار پشتوں کے لوگ مسلمان ہیں۔ عبداللہ بن اسماء بنت ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہ، نواسۂ والدہ، نانا اور پرنانا چاروں نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ صحابیت کے شرف سے بھی مالا مال ہوئے۔

اسی طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور صحابی کو یہ شرف حاصل نہیں کہ اس کے والد، والدہ اور اولاد سب مسلمان ہوں اور انہیں رسول اکرم ﷺ کے صحابی ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہو۔

> سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ خود، انکے والد، بیٹے اور پوتے، صحابی رسول تھے۔

أبو بكر الصديق، لمحمد رشيد رضا، ص: 7.

12- دعوت کے میدان میں صدیق اکبر کی کامیابیاں

رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے ان لوگوں کے سامنے اسلام پیش کرتے جن سے آپ ﷺ کا سب سے گہرا ربط و تعلق تھا، یعنی اپنے گھر کے لوگوں اور دوستوں پر۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے انہی کو دعوت دی۔ پھر آپ نے جنہیں اسلام کی دعوت دی ان میں سے ایک ایسی جماعت نے جسے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی عظمت، جلالتِ نفس اور سچائی پر شبہ نہ گزرا تھا، آپ کی دعوت بلا تأخیر قبول کر لی۔ یہ اسلامی تاریخ میں سابقون اولون کے وصف سے مشہور ہیں۔ ان میں سرفہرست آپ ﷺ کی زوجہ مکرمہ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے چچیرے بھائی سیدنا علی بن ابی طالب جو اس وقت آپ ﷺ کے زیر کفالت بچے تھے اور آپ ﷺ کے یار غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ سیدنا ابوبکر ہردلعزیز، نرم خو، پسندیدہ خصال کے حامل با اخلاق اور دریا دل انسان تھے۔ آپ کی مروت، دور اندیشی، تجارتی سرگرمیوں اور حسن صحبت کی وجہ سے آپ کے پاس لوگوں کی آمد و رفت لگی رہتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پاس آنے جانے والوں اور اٹھنے بیٹھنے والوں میں سے جس کو قابل اعتماد پایا اسے اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی۔ ان کی کوشش سے مکہ کے کئی ایک نمایاں افراد نے اسلام قبول کر لیا۔

> سیدنا ابوبکر بڑے ہردلعزیز، نرم خو، پسندیدہ خصال کے حامل با اخلاق اور دریا دل انسان تھے.

الرحیق المختوم، ص:93، 94۔

13- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفات حمیدہ

حسب ونسب کا علم:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حسب ونسب اور تاریخ عرب کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ میں ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ آپ کسی کا نسب بیان کرتے وقت کسی کا عیب ظاہر کرنے کی بجائے پردہ پوشی سے کام لیتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(إِنَّ أَبَابَكْرٍ أَعْلَمُ قُرَيْشٍ بِأَنْسَابِهَا)

''ابوبکر قریش کے انساب کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں''۔ ①

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تجارتی سرگرمیاں:

عہد جاہلیت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ اس وقت شام کے علاقے میں بُصری بہت بڑی تجارتی منڈی تھی۔ آج کل یہ علاقہ شام میں حدود اردن پر واقع ہے۔ قریش کے قافلے عموماً وہاں آکر رکتے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس علاقے کے متعدد تجارتی دورے کیے۔ یہاں سے بیت المقدس، دمشق اور اردن کا دارالحکومت عمان تقریباً یکساں فاصلہ پر ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہاں تشریف لے گئے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے علاوہ بھی مختلف علاقوں کے تجارتی سفر کیے۔ آپ کے رأس المال کا اندازہ چالیس ہزار درہم لگایا گیا ہے۔ تجارت

کے ساتھ ساتھ آپ بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے اور جودوکرم جیسی صفات میں بے مثال تھے۔ [2]

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اخلاق:

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ نہ صرف آپ کی قوم کے لوگ آپ سے بہت محبت کرتے تھے بلکہ دوسری قوموں کے لوگ بھی آپ کے شرف وفضل اور عمدہ اخلاق کے معترف تھے۔ آپ کے علم، فن تجارت اور حسن سلوک کی وجہ سے لوگ بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ آپ کی خدمت میں آتے تھے۔ جب آپ قریش کے ناروا سلوک کی وجہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جا رہے تھے تو ایک عرب سردار حارث بن یزید ابن الدغنہ (الدغنہ ان کی والدہ کا نام تھا) نے آپ رضی اللہ عنہ کے مکہ چھوڑنے پر انتہائی افسردگی اور غم کا اظہار کیا اور آپ کی صفات اس طرح بیان کیں:

﴿إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَ تَصِلُ الرَّحِمَ، وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ، وَ تَقْرِي الضَّيْفَ، وَ تُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ﴾

”آپ محتاج لوگوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، درماندہ اور غریب لوگوں کے قرض کا اور دوسرے لوگوں کا بوجھ اپنے سر لے لیتے ہیں، مہمان کی عزت اور خدمت

14- تراشے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت کے کیا کہنے! آپ عہد جاہلیت میں بھی عظمت و رفعت کے مینار دکھائی دیتے ہیں۔ آپ اخلاق و کردار کی بہترین خوبیوں کے حامل تھے۔ ان اوصاف کی گواہی میں اہل مکہ رطب اللسان تھے۔ آپ کے قبول اسلام کے بعد بھی قریش میں سے کسی نے آپ کو کسی نقص وعیب کا طعنہ نہیں دیا، جبکہ ضعیف مسلمانوں کی کردار کشی ان کا معمول تھا۔ ان کے نزدیک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں صرف یہی عیب تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے تھے۔

منہاج السنۃ لابن تیمیۃ: 4/288، 289.

کرتے ہیں اور حق کی راہ میں پیش آنے والے مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں''۔ [3]

ابن الدغنہ نے کہا: آپ جیسے اعلیٰ اخلاق کے لوگوں کو بستیوں سے نکلنا چاہیے نہ نکالا جانا چاہیے۔ میں آپ کو پناہ دیتا ہوں، آپ واپس تشریف لائیے۔

عہد جاہلیت میں شراب نوشی سے پرہیز:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عہد جاہلیت میں بھی پاکیزہ سیرت کے حامل تھے۔ حتی کہ آپ نے اسلام سے پہلے ہی اپنے اوپر شراب کو حرام قرار دے دیا تھا۔ [4]

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو شراب کے نشے میں دھت تھا۔ وہ بے خیالی میں گندگی میں ہاتھ مار رہا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کراہت اور بدبو کی وجہ سے منہ پھیر لیا۔ پھر آپ نے فرمایا: شراب خانہ خراب نے اسے اس حال تک پہنچا دیا ہے میں تو کبھی اس کے قریب بھی نہیں پھٹکوں گا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا آپ نے کبھی زمانہ جاہلیت میں شراب پی؟ آپ نے جواب دیا: (أَعُوذُ بِاللّٰهِ) ''اللہ کی پناہ!''

پوچھا گیا کہ ایسا کیوں؟ آپ نے جواب دیا:

''میں اپنی عزت اور اخلاق کو پراگندہ ہونے سے بچاتا تھا، جو انسان شراب پیتا ہے اس کی عزت اور اخلاق ضائع ہو جاتے ہیں''۔

یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(صَدَقَ أَبُو بَكْرٍ، صَدَقَ أَبُو بَكْرٍ) ''ابوبکر نے سچ کہا ہے، ابوبکر نے سچ کہا ہے''۔

> ''شراب خانہ خراب نے اسے اس حال تک پہنچا دیا ہے میں تو کبھی اس کے قریب بھی نہیں پھٹکوں گا۔''

بصریٰ شہر کے آثار کی ایک تصویر

بتوں کی پوجا سے بیزاری:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا۔ ایک دفعہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مجلس میں آپ نے فرمایا:

''میں نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا۔ جب میں سن بلوغت کو پہنچا تو میرے والد ابوقحافہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بت کدے میں لے گئے اور کہا: ''یہ عظمت و رفعت کے مالک تمہارے معبود ہیں،'' پھر وہ مجھے وہیں اکیلے چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے ایک بت کے قریب ہو کر کہا: ''میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا دو! مجھے ستر پوشی کے لیے کپڑا دو''۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے اسے ایک پتھر مارا جس سے وہ منہ کے بل گر پڑا''۔

اس طرح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی روشن عقل، سلیم فطرت اور عمدہ اخلاق کے باعث جہلاء والے ان تمام افعال سے بچائے رکھا جو عزت و کرامت اور اخلاق و کردار کو پراگندہ کرتے ہیں اور عقل سلیم و انسانی فطرت کے منافی ہیں۔ ⑥

① التهذيب: 183/2. ② أبوبكر الصديق للطنطاوي، ص: 66۔ ③ صحيح البخاري، حديث: 3905. ④ تاريخ الخلفاء للسيوطي، ص: 48. ⑤ تاريخ الخلفاء للسيوطي، ص: 29. ⑥ أصحاب الرسول لمحمود المصري: 58/1، والتاريخ الإسلامي لمحمود شاكر، ص: 31.

15- خیر و بھلائی کے سفر کی ابتداء

سیدنا ابوبکر صدیق ﷛ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور زید بن عمرو بن نفیل کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں سے امیہ بن ابی صلت کا گزر ہوا۔ اس نے زید بن عمرو سے پوچھا: ''اے بھلائی کے طالب! صبح کیسے کی؟'' انہوں نے جواب دیا کہ خیر و سلامتی سے۔ امیہ کہنے لگا:
''کیا خیر و بھلائی کو پالیا؟'' جواب دیا کہ نہیں، پھر امیہ بن ابی صلت نے یہ شعر پڑھا:

كُـلُّ دِيـنٍ يَـوْمَ الْـقِيَـامَةِ إِلَّا　　مَـا قَـضَـى الـلّٰهُ فِي الْحَقِيقَةِ بُورُ

جس نبی کا انتظار ہے وہ عربوں میں بہترین نسب والا ہوگا اور تمھاری قوم بہترین نسب کی حامل ہے۔۔۔

''اللہ تعالیٰ نے جس دین کے حقیقی ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے اس کے سوا سب ادیان روز قیامت بے فائدہ اور بے کار ہوں گے''۔

پھر وہ کہنے لگا: وہ نبی جس کا لوگوں کو انتظار ہے، ہم میں سے ہوگا یا تم میں سے؟ سیدنا ابوبکر ﷛ کہتے ہیں: ''اس سے پہلے مجھے کسی نبی کے انتظار یا بعثت کا علم نہیں تھا۔ میں ورقہ بن نوفل کے پاس گیا۔ وہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے اور غور و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ میں نے انہیں اپنی بات سنائی تو کہنے لگے: ''اے بھتیجے! ہم اہل کتاب اور اہلِ علم لوگ ہیں۔ میں اتنا بتا سکتا ہوں کہ جس نبی کا انتظار ہے وہ عربوں میں بہترین نسب والا ہوگا۔ میں انساب کا علم رکھتا ہوں اور تمہاری قوم بہترین نسب کی حامل ہے''۔ میں نے پوچھا کہ وہ نبی کیا کہے گا؟ بتانے لگے کہ وہ وحی کے مطابق ہی کہے گا۔ ہاں! یہ بتا دوں کہ نہ وہ ظلم کرے گا نہ اس پر ظلم ہو سکے گا۔ نہ وہ کسی ظالمانہ

کارروائی میں شرکت کرے گا۔ پھر جب رسول اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو میں آپ ﷺ پر ایمان لے آیا اور آپ کی تصدیق کی''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام میں اپنے قیام کے دوران ایک خواب دیکھا اور پھر بحیرا راہب کو سنایا۔ بحیرا نے پوچھا: ''آپ کس علاقے سے ہیں؟''

آپ نے جواب دیا: ''سرزمین مکہ سے۔'' وہ پوچھنے لگا کہ آپ کا تعلق کس قبیلے سے ہے؟ جواب دیا: ''قریش سے''۔

اس نے پیشے کا پوچھا تو جواب دیا: ''تجارت''۔

پھر اس نے کہا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارا خواب سچ کر دکھایا تو تمہاری قوم سے ایک نبی کی بعثت ہوگی جس کی زندگی میں تم اس کے وزیر اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ بنو گے''۔

آپ نے یہ بات اپنے دل ہی میں چھپالی اور کبھی کسی سے اس کا ذکر نہ کیا۔

تاريخ الخلفاء للسيوطي، ص:31، 52.

16-

میرے ساتھی کو اذیت دینے سے باز آجاؤ

بشری تقاضوں کے مطابق کسی صحابی نے ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تلخ کلامی سے کام لیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُوبَكْرٍ: صَدَقَ، وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوا لِي صَاحِبِي؟)

''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا، تم نے کہا: تو جھوٹ کہتا ہے، جبکہ ابوبکر نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ اور اس نے جان و مال سے میرا ساتھ دیا تو کیا تم میری خاطر میرے ساتھی کو اذیت دینے سے باز نہیں رہ سکتے؟''

(صحيح البخاري، حديث:3661)

17- اسلام کے سائے تلے

غار حرا، جہاں پہلی وحی کا نزول ہوا

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام تلاش حق اور بعثت نبوی کے طویل وصبر آزما انتظار کا نتیجہ تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہرے تعلقات بھی آپ کے مسلمان ہونے کا سبب بنے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوت کے لیے مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے ہی اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ ابو بکر بہترین اخلاق و کردار کے مالک ہیں، اسی طرح سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و امانت اور خلق عظیم سے اچھی طرح واقف تھے۔ اور انہیں اس حقیقت کا بخوبی ادراک تھا کہ جو شخص اللہ کی مخلوق کے ساتھ کامل سچائی اور راست بازی کا مظاہرہ کرتا ہے وہ خالق کائنات کی طرف کوئی جھوٹ کیونکر منسوب کر سکتا ہے؟

تاريخ الدعوة إلى الإسلام،للدكتور يسري محمد هاني، ص:44.

18- بلا تأمل ایمان

دورِ اسلام کے بالکل آغاز میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کا یہ بہت اہم واقعہ ہے کہ وہ لسان پیغمبر سے اسلام کی دعوت کی آواز سنتے ہی بلا تأمل مسلمان ہو گئے۔ نہ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھا اور نہ اسلام کے بارے میں کوئی بات سمجھنے کی کوشش کی۔ حالانکہ اس وقت جن لوگوں کو قبول اسلام کی دعوت دی جاتی تھی وہ اس کے متعلق کچھ سمجھنے اور اسلام کے فوائد معلوم کرنے کی لازماً کوشش

کرتے تھے۔ لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی قطعاً کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ادھر اسلام کی دعوت کانوں میں پڑی، ادھر کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس کے متعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے:

''میں نے جس شخص کو اسلام کی دعوت دی، اس نے کچھ نہ کچھ تردد کا ضرور اظہار کیا، سوائے ابوبکر بن ابوقحافہ کے، جب میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی، انہوں نے فوراً بلا کسی تأمل کے میری بات تسلیم کر لی اور اسلام قبول کر لیا''۔

الصديق أبوبكر، لمحمد حسين هيكل، ص: 54۔

19- پہلا سبق

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

''میں اللہ کا رسول اور نبی ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجا ہے۔ میں تمہیں اللہ کی طرف سچی دعوت دیتا ہوں۔ اللہ کی قسم! یہ دین حق ہے۔ ابوبکر! میں تمہیں اس ذات کی طرف بلاتا ہوں جو وحدہ لاشریک ہے۔ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کی اطاعت پر قائم رہو''۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی فوراً دل و جان سے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت کا وعدہ کیا اور اس وعدے کی ہمیشہ جان پر کھیل کر پاسداری کی۔

آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام کا شرف پانے والے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

دلائل النبوة للبيهقي: 164/2.

20- روم اور ایران کی جنگ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت نرم طبیعت اور حلیم الطبع تھے۔ اگر ان کے ذاتی معاملات کے متعلق کوئی کچھ کہتا تو خاموش رہتے، اظہار خفگی نہ فرماتے، لیکن اگر معاملہ دین کا ہوتا اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی بات ان کے سامنے کی جاتی تو برداشت نہ کر پاتے۔ آیئے ایک واقعہ پڑھتے ہیں۔

ہجرت مدینہ سے دس سال پہلے کی بات ہے کہ اہل روم اور اہل ایران کے درمیان جنگ ہوئی۔ رومی اہل کتاب تھے اور ایرانی مجوسی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ یعنی آتش پرست اور مشرک تھے۔ مسلمانوں کی ہمدردیاں فطرتی طور پر رومیوں کے ساتھ تھیں، لیکن مشرکین مکہ شرک میں ہم آہنگی کی بنا پر ایرانیوں کے ہم نوا تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جنگ میں رومی ناکام اور ایرانی فتح یاب ہوئے۔ اس سے مسلمانوں کو دلی تکلیف اور مشرکین مکہ کو قلبی راحت ہوئی۔

اس موقعے پر مکے کے ایک مشرک نے ازراہ طنز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے اہل کتاب ہار گئے اور ہمارے ہم مذہب جیت گئے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پر سخت رنجیدہ ہوئے۔ اس کے بعد سورہ روم نازل ہوئی، جس کی ابتدائی آیات یہ ہیں۔

﴿الٓمٓ ﴿١﴾ غُلِبَتِ الرُّومُ ﴿٢﴾ فِيٓ أَدۡنَى ٱلۡأَرۡضِ وَهُم مِّنۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَيَغۡلِبُونَ ﴿٣﴾ فِي بِضۡعِ سِنِينَ﴾

"دیکھو ابوبکر! تمہارے ساتھی نے یہ کیسی پیش گوئی کر دی جس کا پورا ہونا ناممکن ہے۔"

رومیوں کے جنگی ہتھیار اور رومی سلطنت کے آثار کی ایک تصویر

''رومی قریب کے ملک میں مغلوب ہوگئے۔ وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند ہی سال میں پھر غالب آجائیں گے''۔

ان آیات میں قرآن مجید نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ چند سال بعد رومیوں کی جیت ہوگی اور ایرانی شکست سے دو چار ہوں گے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو مشرکین مکہ بھاگم بھاگ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: دیکھو ابو بکر! تمہارے ساتھی نے یہ کیسی پیش گوئی کر دی جس کا پورا ہونا ناممکن ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک لمحے کے توقف کے بغیر کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو ضرور ایسا ہی ہوگا۔

پھر یہی ہوا جس کی تصدیق سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی تھی کہ چند ہی برسوں کے اندر رومی ایران پر فتح یاب ہوگئے اور ایرانیوں کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔

الصديق أبو بكر، لمحمد حسين هيكل، ص:72-74۔

21- بے مثال جرأت و کردار

سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے بلا تأمل اسلام تو قبول کر ہی لیا تھا، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے بھی عجیب ترچیز ان کی جرأت ایمانی تھی کہ زبان سے کلمہ شہادت پڑھتے ہی انہوں نے اپنے آپ کو اسلام کی نشر و اشاعت اور عقیدہ توحید کی تبلیغ کے لیے وقف کر دیا۔ وہ مسلمانوں کے لیے بہ درجہ غایت اذیت ناک زمانہ تھا، اس وقت اسلام قبول کرنے سے بھی زیادہ اذیت والم کا باعث یہ بات تھی کہ اس کا برملا اظہار اور نشر و اشاعت کی جائے۔ سیدنا ابوبکر ؓ نے یہ فریضہ انتہائی جرأت و بے باکی سے سرانجام دیا اور کسی قسم کے خطرے کی ہرگز کوئی پروا نہیں کی۔

22- خاندانِ صدیق اکبر آغوشِ اسلام میں

سیدنا ابوبکر ؓ نے اپنے خاندان کے افراد کے سامنے بھی اسلام کی دعوت پیش کی جس کے نتیجے میں آپ کی دو بیٹیاں سیدہ اسماء و عائشہ، بیٹا عبداللہ، بیوی ام رومان اور خادم عامر بن فہیرہ ؓ سمیت سب مسلمان ہو گئے۔ صرف عبدالرحمٰن ایسے تھے جنہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا۔ وہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں فتح مکہ سے قبل خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صدیق اکبر ؓ ایسی صفات حمیدہ اور اخلاق فاضلہ کے پیکر تھے کہ ان کے لیے دعوتی مراحل آسانی سے طے ہوتے چلے گئے۔ آپ کی قوم اور قبیلہ کے لوگ آپ کے کردار کی عظمت کے معترف تھے۔ آپ انس و محبت کے پیکر، نرم خو اور دانش و تدبر کا مرقع تھے۔ حسب و نسب کے علم میں آپ قریش کے بہترین شخص تھے۔ آپ کا شمار معاشرے کے معزز، سرکردہ، فصیح و بلیغ اور ایسے سخی افراد میں سے ہوتا تھا جنکی مہمان نوازی مثالی تھی۔

السيرة الحلبية:1/442.

23-
نومسلموں کی تربیت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دائیں بازو کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ نے خدمت رسول، دعوت اسلام اور نومسلموں کی تعلیم و تربیت کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے قبول اسلام کی داستان بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''سیدنا ابوبکر نے کہا:

(اِئْذَنْ لِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ فِي طَعَامِهِ اللَّيْلَةَ)

''اے اللہ کے رسول! مجھے آج رات ابوذر کی میزبانی کرنے کی اجازت دیجیے۔''

بعدازاں آپ نے سیدنا ابوذر کی مدارات کرتے ہوئے طائف کے انگوروں اور دیگر میووں سے ان کی تواضع کی''۔

الفتح: 213/3، الخلافة الراشدة، يحيى اليحيى: 156۔

وہ تاجر پیشہ کاروباری آدمی تھے۔ کاروباری لوگ اپنی گفتگو میں بہت محتاط ہوتے ہیں، وہ کبھی ایسی بات زبان سے نہیں نکالتے جس کے متعلق انہیں اندیشہ ہو کہ یہ بات لوگوں سے ان کے تعلقات پر اثر انداز ہو سکتی ہے یا اس سے ان کے کاروبار پر منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ دنیا بھر کے کاروباری لوگوں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ کسی کے مذہب وعقیدہ میں دخل دیتے ہیں نہ کسی کے عمل و کردار کے بارے میں کوئی معترضانہ بات کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ یہ مصلحت کیش اور عافیت پسند لوگ ہوتے ہیں، تمام معاملات اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر خاموش رہتے ہیں، کسی سے کچھ نہیں کہتے بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ یہ لوگ اکثریت کے جذبات کی ترجمانی کرتے اور ان کی رائے کو صحیح قرار دیتے نظر آتے ہیں۔ لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سوچ عام کاروباری لوگوں کے بالکل برعکس تھی۔ انہوں نے اسلام قبول کرتے ہی سود وزیاں سے بے پروا ہو کر اسلام کی تبلیغ واشاعت کو اپنا اولین فریضہ قرار دے لیا تھا اور عوام وخواص کو اس کے فوائد سے مطلع کرنا اپنے لیے ضروری ٹھہرا لیا تھا۔

الصديق أبو بكر، لمحمد حسين هيكل، ص:55، 56۔

24- اسلام کے پہلے بے باک خطیب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب صحابۂ کرام کی تعداد 38 ہوگئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کیا کہ علی الاعلان دعوت اسلام دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (إِنَّا قَلِيلٌ، يَا أَبَا بَكْرٍ!) ''اے ابوبکر! ابھی ہماری تعداد تھوڑی ہے۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ مصر رہے حتی کہ آپ علانیہ تبلیغ کے لیے باہر نکل آئے۔ مسجد حرام کے اطراف میں ہر مسلمان اپنے قبیلے کے افراد میں جلوہ آرا ہوگیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تقریر کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ اس طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے پہلے بے باک خطیب ہونے کا شرف حاصل کیا۔ مشرکین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسجد حرام میں خوب زدوکوب کیا۔ بد بخت عتبہ بن ربیعہ آپ پر پل پڑا۔ اس نے آپ کے چہرے کو شدید ضربوں کا نشانہ بنا کر زخمی کر دیا اور آپ کے جسم کو بھی بری طرح روندا حتی کہ آپ نڈھال ہو کر گر پڑے۔

''اللہ کی قسم! اگر ابوبکر وفات پا گئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے۔''

آپ کے قبیلہ بنو تیم کے لوگ بھاگتے ہوئے آئے اور انہوں نے مشرکین سے آپ کی گلو خلاصی کرائی۔ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر اُن کے گھر لے گئے۔ آپ کی نازک حالت دیکھ کر انہیں آپ کی موت کا پختہ یقین ہوگیا۔ آپ کو گھر میں چھوڑ کر آپ کی قوم کے افراد واپس مسجد حرام میں آئے اور کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! اگر ابوبکر وفات پا گئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے''۔

اس کے بعد وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ آئے اور آپ کے والد کے

دارارقم جہاں اسلام کا پہلا مرکز قائم کیا گیا اس جگہ اب مکتبہ مکہ کے نام سے لائبریری بن چکی ہے

ساتھ مل کر آپ کو ہوش میں لانے اور گفتگو کرنے کی کوشش کرتے رہے، حتی کہ شام کو جب آپ ہوش میں آئے تو آپ نے اپنی گفتگو کا آغاز ان الفاظ کے ساتھ کیا: مجھے بتلایا جائے کہ رسول اکرم ﷺ کا کیا حال ہے؟ یہ سنتے ہی سب لوگ ناراض ہو کر آپ کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کی والدہ سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ انہیں کچھ کھانے پینے کو دے دینا۔

آپ کی والدہ نے علیحدگی میں آپ سے بات کرنے کی کوشش کی تو اس وقت بھی آپ کا یہی اصرار رہا کہ رسول اکرم ﷺ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! مجھے تمہارے ساتھی کے بارے میں کچھ علم نہیں۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے والدہ سے کہا: آپ جایئے اور ام جمیل بنت خطاب سے رسول اللہ ﷺ کی خیریت دریافت کریں۔ آپ کی والدہ ام جمیل کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: ابوبکر تم سے محمد بن عبداللہ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ام جمیل نے کہا کہ میں کسی ابوبکر یا محمد بن عبداللہ کو نہیں جانتی۔ اگر تم چاہتی ہو تو میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلتی ہوں۔ آپ کی والدہ انہیں ساتھ لے کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں ام جمیل نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شدید زخمی اور اذیت ناک حالت میں دیکھا تو چیخ اٹھیں اور کہنے لگیں: ''آپ کی فاسق اور کافر قوم نے آپ کا یہ حال کر دیا ہے، مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ضرور انتقام لے گا۔''

آپ نے سوال کیا: (مَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ؟) ''رسول اکرم ﷺ کا کیا حال ہے؟''

ام جمیل نے کہا: ''آپ کی والدہ سن رہی ہیں؟''

آپ نے کہا: ان کی فکر نہ کرو، چنانچہ ام جمیل نے بتایا کہ آپ ﷺ خیر و عافیت سے ہیں۔

صدیق اکبر نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت کہاں ہیں؟

جواب ملا کہ آپ ﷺ اس وقت دار ارقم میں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے کہا:

(فَإِنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ أَنْ لَا أَذُوقَ طَعَامًا وَّلَا أَشْرَبَ شَرَابًا أَوْ آتِيَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ)

''اللہ کی قسم! میں جب تک رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو جاؤں، اُس وقت تک کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔''

چنانچہ جب رات گہری اور پر سکون ہوگئی تو دونوں خواتین آپ کو سہارا دے کر رسول اکرم ﷺ کے ہاں لے گئیں۔

''اللہ کی قسم! میں جب تک رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو جاؤں، اُس وقت تک کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔''

رسول اکرم ﷺ نے جھک کر آپ کو بوسہ دیا۔ مسلمانوں نے بھی آپ کی خبر گیری کی۔ آپ کی حالت دیکھ کر نبی ﷺ پر شدید رقت طاری ہوگئی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، مجھے زیادہ تکلیف نہیں ماسوا چہرے کے جس کو اس بد بخت (عتبہ بن ربیعہ) نے نقصان پہنچایا ہے۔ یہ میری مشفق و مہربان والدہ ہیں اور آپ خیر و برکت کا منبع ہیں۔ اللہ سے دعا فرما کر میری والدہ کو اسلام کی دعوت دیجیے، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں بھی جہنم کی آگ سے محفوظ فرمالے''۔

آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی اور اسلام کی دعوت دی جس کے نتیجے میں وہ اسی وقت مسلمان ہوگئیں۔

السيرة النبوية لابن كثير: 1/439-441، والبداية والنهاية: 3/30.

25- سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت کے اولین اثرات

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت کے اولین اثرات وثمرات اس صورت میں ظاہر ہوئے کہ معاشرے کے بہترین افراد حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔آیئے ان نمایاں افراد کی فہرست پر نگاہ دوڑاتے ہیں جنھوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ان اکابر صحابہ کرام میں ① زبیر بن عوام، ② عثمان بن عفان، ③ طلحہ بن عبیداللہ، ④ سعد بن ابی وقاص ⑤ عثمان بن مظعون ⑥ ابو عبیدہ بن جراح ⑦ عبدالرحمٰن بن عوف ⑧ ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ⑨ ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہم جیسی عظیم شخصیات شامل ہیں۔آپ نے ان جاں نثارانِ اسلام کو ایک ایک کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور وہ مشرف بہ اسلام ہوتے چلے گئے۔

یہ لوگ دین اسلام کی عمارت کی بنیادوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔یہی پہلا گروہ تھا جو ہدایت کی نعمت سے مالا مال ہوا اور جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو غلبہ عطا فرمایا حتی کہ لوگ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہونے لگے۔یہ تمام پیش رو مسلمان اسلام کے پہلے داعی تھے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لمحمد الصادق عرجون:533/1.

26- اُمت کی سب سے زیادہ رحیم وشفیق شخصیت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کی دعوت کے لیے ایک عظیم سرمایہ تھے۔آپ اخلاق فاضلہ، اوصاف حمیدہ اور نرم خوئی سے متصف قریش کے ہاں ہر دلعزیز شخصیت تھے۔اپنے حسن اخلاق کی بدولت ہی آپ لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا:

(أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ)

''میری امت میں سے امت کے ساتھ سب سے زیادہ رحیم وشفیق شخصیت ابوبکر ہیں''۔①

① الجامع الصغیر:8/2۔

27-

تاجدار رسالت پر جاں نثاری کا مظاہرہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفات میں جرأت وشجاعت کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ آپ دین حق کے معاملے میں کسی سے ڈرتے تھے نہ اسلام کی نصرت وحمایت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں آپ کو کسی ملامت کی پروا تھی۔ سیدنا عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم میں سے کوئی واقعہ سنائیے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے حصے حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ بدبخت عقبہ بن ابی معیط آیا، اس نے اپنا کپڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں ڈالا اور اسے بل دے کر شدت سے کس دیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے عقبہ کو اس کے کندھے سے پکڑ کر زور سے دھکا دیا اور فرمایا:

موجودہ دور میں حطیم کی ایک تصویر

﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ﴾

''کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔''

سیدنا انس بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کفار نے نبی اکرم ﷺ پر اس قدر تشدد کیا کہ آپ پر بیہوشی طاری ہوگئی۔ سیدنا ابوبکر پکارنے لگے:

(وَيْلَكُمْ! أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَّقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ؟)

''تم برباد ہو جاؤ، کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے''۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ ایک دفعہ ابوبکر کو کسی نے چلا کر کہا: ''اپنے ساتھی کو بچاؤ''، چنانچہ آپ ہمارے پاس سے اُٹھ کر چل دیے۔ آپ نے اس وقت اپنے بالوں کی چار مینڈھیاں کی ہوئی تھیں اور آپ یہ پکار رہے تھے:

(وَيْلَكُمْ! أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَّقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ؟)

''تمہارا ستیاناس! کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔''

کفار نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ کر آپ پر پل پڑے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب ہمارے پاس گھر واپس آئے تو ان کی حالت یہ تھی کہ جہاں سے بھی آپ کی کسی مینڈھی کو چھوا جاتا وہاں سے بال جھڑ کر ہاتھ میں آجاتے تھے۔

منہاج السنۃ:4/3، فتح الباری:169/7۔

28- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گواہی

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے پوچھا: ''سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟'' لوگوں نے جواب دیا: ''امیر المؤمنین آپ ہی سب سے زیادہ بہادر ہیں''۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے تو جب کسی نے دعوت مبارزت دی تبھی میں نے اُس سے مقابلہ کیا لیکن سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ دیگر صفات کے علاوہ بہادری میں بھی سب سے آگے تھے۔ ہم نے ایک غزوے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیمہ نصب کیا۔ ہم نے کہا: ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کون کرے گا تاکہ مشرکین میں سے کوئی آپ پر حملے کی جرأت نہ کر سکے؟'' اللہ کی قسم! صرف ابوبکر صدیق ہی تھے جو اپنی تلوار لہراتے ہوئے آگے بڑھے۔ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپکتا، ابوبکر اسی پر پل پڑتے۔ یقیناً آپ سب سے زیادہ شجاع تھے''۔

پھر فرمانے لگے کہ میں نے ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ کفار قریش نے آپ کو گھیر رکھا تھا۔ کوئی آپ کو زدوکوب کر رہا تھا تو کوئی آپ کو جھنجھوڑ رہا تھا۔ وہ لوگ چلا چلا کر کہہ رہے تھے: ''کیا تو نے تمام معبودوں کی جگہ ایک ہی الٰہ کو لا کھڑا کیا ہے؟'' اللہ کی قسم! ابوبکر کے علاوہ کوئی آگے نہ بڑھا۔ آپ نے سب کو اکھاڑ پچھاڑ کر رکھ دیا، آپ نے کسی کو پرے مارا، کسی کو دھکیلا اور کسی کا گریبان پکڑ کر ہٹایا۔ اِس حالت میں آپ کہتے رہے:

(وَيْلَكُمْ! أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَّقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ؟)

''ہلاک ہو جاؤ! کیا تم ایسے آدمی کو مارنا چاہتے ہو جو کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے؟''۔

29- تراشے

❁ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں نہایت حساس جذبات رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی سی آزردگی کا خیال بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کبیدہ خاطر کیے دیتا تھا۔ قرآن کریم میں ﴿ لَا تَحْزَنْ ﴾ کے الفاظ اس حقیقت کو عیاں کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی عقیدت و محبت کی وجہ سے ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہتی کہ کہیں کوئی آپ کو گزند نہ پہنچادے۔ اسی لیے سفر ہجرت میں آپ کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور کبھی پیچھے چلتے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق آپ سے استفسار کیا تو آپ نے جواب دیا:

(أَذْكُرُ الرَّصَدَ فَأَكُونُ أَمَامَكَ، وَأَذْكُرُ الطَّلَبَ فَأَكُونُ وَرَائَكَ)

''اے اللہ کے رسول! جب میرے دل میں سامنے سے حملے کا خوف آتا ہے تو میں آپ کے آگے چلتا ہوں اور جب مجھے آپ کے پکڑے جانے کا خدشہ لاحق ہونے لگے تو میں آپ کے پیچھے چلنے لگتا ہوں''۔ [1]

[1] أبو بكر الصديق أفضل الصحابة وأحقهم بالخلافة، ص: 43۔

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر سے چادر ہٹا دی اور زاروقطار رونے لگے حتی کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی، پھر فرمایا:

''اللہ کی قسم! مجھے بتاؤ: ''کیا آل فرعون میں سے ایمان لانے والا آدمی بہتر تھا یا ابوبکر صدیق بہتر ہیں؟''۔

سب لوگ خاموش رہے۔

آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ابوبکر کی زندگی کی ایک گھڑی آل فرعون کے مؤمن کی پوری زندگی سے بہتر ہے۔ اس آدمی نے اپنے ایمان کو چھپایا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ڈنکے کی چوٹ پر اپنے ایمان کا اظہار و اعلان کیا''۔

البداية والنهاية: 3/271، 272۔

-30 ام جمیل سے آمنا سامنا

ابولہب کی بیوی ام جمیل، جس کا نام اروی تھا اور جو حرب بن امیہ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن تھی۔ وہ بھی نبی ﷺ کی عداوت میں اپنے شوہر سے پیچھے نہ تھی، چنانچہ وہ نبی ﷺ کے راستے میں اور دروازے پر رات کو کانٹے ڈال دیا کرتی تھی۔ خاصی بدزبان اور مفسدہ پرداز بھی تھی۔ چنانچہ نبی ﷺ کے خلاف لمبی چوڑی دسیسہ کاری وافتراء پردازی سے کام لینا اور فتنے کی آگ بھڑکانا اس کا شیوہ تھا۔ اسی لیے قرآن نے اس کو ''حمالۃ الحطب'' (چغل خور) کے لقب سے ذکر کیا۔

جب اسے معلوم ہوا کہ اس کی اور اس کے شوہر کی مذمت میں قرآن نازل ہوا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرتی ہوئی آئی۔ آپ ﷺ خانہ کعبہ کے پاس مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ ابوبکر صدیق بھی ہمراہ تھے۔ یہ مٹھی بھر پتھر لیے ہوئے تھی۔ سامنے کھڑی ہوئی تو اللہ نے اس کی نگاہ پکڑ لی اور وہ رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھ سکی۔ صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے سامنے پہنچتے ہی سوال کیا: ابوبکر! تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میری مذمت کرتا ہے۔ بخدا اگر میں اسے پا گئی تو اس کے منہ پر یہ پتھر دے ماروں گی۔ دیکھو! خدا کی قسم میں بھی شاعرہ ہوں۔ پھر اس نے اپنا یہ شعر سنایا:

(مُذَمَّمًا عَصَيْنَا وَأَمْرَهُ أَبَيْنَا وَدِينَهُ قَلَيْنَا)

''ہم نے مذمم کی نافرمانی کی۔ اس کے امر کو تسلیم نہ کیا اور اس کے

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ اللہ نے اس کی نگاہ پکڑ لی تھی۔

دین کو نفرت وحقارت سے چھوڑ دیا''۔

اس کے بعد واپس چلی گئی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اس نے آپ کو دیکھا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ اللہ نے اس کی نگاہ پکڑ لی تھی۔

الرحیق المختوم، ص: 111، 112۔

اس کتاب کا مؤلف اور مرتب کہتا ہے: ہمارے چچا محترم عبدالسلام کیلانی رحمہ اللہ علیہ اروی کے اشعار کے جواب میں یہ مصرعے دہرایا کرتے تھے۔

(مُحَمَّدًا أَطَعْنَا وَأَمْرَهُ قَبِلْنَا وَدِينَهُ رَضِينَا)

''ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی ان کے حکم کو قبول کیا اور ان کے لائے ہوئے دین پر راضی ہوئے''۔

31- اسلام کے مقابلے میں پیسے کی کوئی اہمیت نہیں

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کاروباری آدمی تھے اور کپڑے کا کاروبار کرتے تھے جو کافی پھیلا ہوا تھا۔ کاروباری لوگوں میں وہ خاص اثر ورسوخ بھی رکھتے تھے۔ جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا، اس دن وہ چالیس ہزار درہم کے مالک تھے۔ اس کے بعد انہوں نے کاروبار کا سلسلہ جاری رکھا اور ان کے کاروبار میں بڑی ترقی ہوئی۔ لیکن جس دن وہ مکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے، اس دن ان کے پاس صرف پانچ ہزار درہم تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ انہوں نے قبول اسلام کے دن سے ہجرت تک جو کمایا وہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے مقابلے میں پیسے کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی۔

الصدیق أبو بکر، لمحمد حسین ھیکل، ص: 57، 58۔

مظلوم مسلمانوں کے لیے

32- مالی قربانی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے آقا امیہ بن خلف کو بھی علم ہو گیا۔ اس نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو کبھی ڈرا دھمکا کر اور کبھی حرص وطمع کا سبز باغ دکھلا کر اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی لیکن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے عزم واستقلال میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا۔ بدبخت امیہ نے غیظ وغضب سے مغلوب ہو کر آپ کو دردناک سزائیں دینے کی ٹھان لی، چنانچہ ایک دن اور ایک رات بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد وہ دوپہر کے وقت سخت گرمی کے عالم میں آپ کو صحرا میں لے گیا۔ تپتی ہوئی سخت گرم ریت پر آپ کو پشت کے بل لٹا کر اس نے آپ کے سینے پر ایک بھاری پتھر رکھوا دیا، پھر کہنے لگا: ''تمھیں ہمیشہ اسی حالت میں رکھا جائے گا حتی کہ تم مر جاؤ یا محمد کا انکار کر کے دوبارہ لات اور عزیٰ کی پرستش شروع کر دو''۔ لیکن صبر وعزیمت کے پہاڑ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی زبان سے صرف ایک ہی صدا سنائی دیتی تھی: ''احد، احد'' یعنی اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔

> صبر وعزیمت کے پہاڑ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی زبان سے صرف ایک ہی صدا سنائی دیتی تھی: ''احد، احد''

عرصہ تک بدبخت امیہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اسی ظالمانہ طریقے سے سزائیں دیتا رہا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک دن امیہ کے پاس اس وقت پہنچے جب وہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذیت دے رہا تھا۔ آپ نے امیہ سے کہا:

(أَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِي هٰذَا الْمِسْكِينِ؟ حَتّٰى مَتٰى؟)

''اس بے چارے مسکین کو اذیت دیتے ہوئے تمھیں اللہ کا خوف نہیں آتا؟ آخر کب تک اسے عذاب میں مبتلا رکھو گے؟''

امیہ نے جواب میں سیدنا ابوبکر سے مخاطب ہو کر کہا: تمہی لوگوں نے تو اسے خراب کیا ہے۔ اگر تمہیں اتنا ہی احساس ہے تو اس مصیبت سے اسے آزاد کرا لو۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(أَفْعَلُ، عِنْدِي غُلَامٌ أَسْوَدُ أَجْلَدُ مِنْهُ وَ أَقْوٰى عَلٰى دِينِكَ أُعْطِيْكَهُ بِهِ)

''ٹھیک ہے، میرے پاس تیرے دین پر قائم ایک سیاہ غلام ہے جو اس سے زیادہ باہمت اور طاقتور ہے، اس کے بدلے اُسے لے لو''۔

جب یہ سودا طے پا گیا تو آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ کی غلامی سے چھڑا کر آزاد کر دیا۔

ایک روایت کے مطابق سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سات اوقیہ سونا دے کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرایا۔ جبکہ ایک اور روایت میں چالیس اوقیہ کا ذکر ہے۔ واضح رہے کہ ایک اوقیہ چالیس درہم کا بنتا ہے۔

محنة المسلمين في العهد المكي، للدكتور سليمان السويكت، ص: 92، السيرة النبوية لابن هشام: 394/1.

33- نہایت معتمد ساتھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کی اجازت ملتے ہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آئے۔ ابوبکر اُس وقت آرام کر رہے تھے۔ اُنہیں جگا کر یہ خبر سنائی گئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتی ہیں: سیدنا ابوبکر صدیق یہ خوشخبری سن کر بہت جذباتی ہو گئے۔ خوشی کے باعث ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ پھر آپ مکہ سے نکل کر غار ثور میں تین دن تک قیام پذیر رہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر مکمل اعتماد نہ ہوتا تو انہیں ہجرت کا ساتھی نہ بناتے اور نہ انہیں اپنی ہمراہی کے لیے چنتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چھوڑ کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا، اسی وجہ سے انہیں ثانی اثنین ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

أبو بكر الصديق، لمحمد رشيد رضا، ص: 13۔

-34

غلاموں کو آزادی دلانے کا مقصد

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو بھی غلام یا لونڈیاں خرید کر آزاد کیں اپنے اس عمل سے وہ کسی دنیوی شہرت وجاہ کے طالب نہ تھے بلکہ آپ کا مطمح نظر محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کا حصول تھا۔ ایک روز آپ کے والد ابوقحافہ نے کہا: ''اے بیٹے! میں دیکھتا ہوں کہ تم ضعیف اور ناتواں غلاموں ہی کو خرید کر آزاد کرتے ہو، اگر تم ان کے بجائے طاقتور اور قوی غلاموں کو آزادی سے ہمکنار کرو تو وہ تمہارے دست و بازو بنیں اور آڑے وقت میں تمہارے کام آئیں''۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''ابا جان! میں تو یہ عمل محض اللہ کی رضا کی خاطر کرتا ہوں''۔①

ایسی باعظمت شخصیت کے بارے میں قرآن حکیم میں ان آیات کریمہ کا نازل ہونا کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝٥ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝٦ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْيُسْرَىٰ ﴾

''پھر جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور ڈرتا رہا، اور اس نے نیک بات کی تصدیق کی۔ اسے یقیناً ہم عنقریب راحت (کی منزل) کا اہل بنا دیں گے۔''②

① السيرة النبوية، لابن هشام: 393/1، السيرة النبوية، لأبي شهبة: 345/1، 346۔ ② سورة الّيل: 5-7، تفسير الآلوسي: 152/30.

35- مالِ صدیق اکبر کے ذریعے آزادی پانے والے دوسرے مسلمان

اذیت سے دوچار مسلمان قیدیوں کی رہائی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقصد حیات اور اسلام کا عظیم منہج قرار پا گئی۔ آپ نے اسلام کو مال اور افراد کے ذریعے سے تقویت بہم پہنچائی۔ جن مسلمان قیدیوں کو آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے علاوہ اپنے مال سے رہائی دلوائی ان میں مندرجہ ذیل افراد شامل ہیں:

عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ:

ہجرت مدینہ کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چوتھے فرد یہی تھے انہوں نے غزوۂ بدر اور احد میں شرکت کی اور معرکہ بئرمعونہ میں شہادت پائی۔

ام عُبیس رضی اللہ عنہا:

یہ کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس کی اہلیہ تھیں۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ ان کا تعلق بنو تیم بن مرہ سے تھا۔ یہ سابقون اولون میں سے تھیں۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ یہ بنو زہرہ کی لونڈی تھیں اور اسود بن عبد یغوث انہیں تکلیفیں پہنچاتا تھا۔ ام ہانی نے کہا کہ جن سات افراد کو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آزادی دلائی ان میں ام عبیس رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں۔

زنیرہ رضی اللہ عنہا:

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں آزاد کروایا تو اتفاق ایسا ہوا کہ آزادی کے وقت سے کچھ پہلے ان کی بصارت چلی گئی۔ قریش نے کہا کہ لات اور عزیٰ نے اس کی بصارت چھین لی ہے۔ سیدہ زنیرہ نے کہا:

''رب کعبہ کی قسم! یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ لات اور عزیٰ کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کھوئی ہوئی بصارت لوٹا دی۔

سیدہ نہدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بیٹی:

یہ دونوں بنو عبدالدار قبیلے کی ایک خاتون کی لونڈیاں تھیں۔ ان کی مالکہ نے انہیں آٹا پیسنے کا کام سونپا۔ اس دوران وہ کہہ رہی تھی: ''اللہ کی قسم! میں تمہیں کبھی آزاد نہیں کروں گی''۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہاں سے گزرتے ہوئے اس کی یہ گفتگو سن لی۔ آپ نے فرمایا:

(حِلِّي يَا أُمَّ فُلَانٍ!) ''اے بی بی! اپنی قسم کو چھوڑ اور انہیں آزاد کر دے''۔

وہ کہنے لگی: ''تمہی لوگوں نے انہیں خراب کیا ہے، اب انہیں آزاد کیوں نہیں کرا لیتے؟''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منہ مانگی قیمت ادا کر کے انہیں آزاد کرا لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا: اس خاتون کا آٹا اسے واپس کر دو۔

انہوں نے کہا: ''محترم! کیوں نہ ہم اس کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں''۔

آپ نے فرمایا: (ذٰلِكَ إِنْ شِئْتُمَا) ''اگر تم ایسا کرنا چاہتی ہو تو تمہاری مرضی ہے''۔

بنو مؤمل قبیلے کی ایک مسلمان لونڈی: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بنو مؤمل قبیلے کی ایک مسلمان لونڈی کے پاس سے گزرے، جس کو عمر بن خطاب (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) اذیت دے رہے تھے تاکہ وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائے۔ جب عمر بن خطاب اس کو مار مار کر تھک گئے تو کہنے لگے: ''میں نے تمہیں کسی شفقت و نرمی کی بنا پر نہیں بلکہ محض تھکن اور اکتاہٹ کی وجہ سے مارنا بند کیا ہے''۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر آزاد کر دیا۔

36- پہلی ہجرت اور ابن الدغنہ کا اظہار خیال

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اپنے والدین کو دین اسلام ہی پر قائم پایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح وشام ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں پر ابتلاء و آزمائش کا کٹھن دور آیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے لیے سرزمین حبشہ کی جانب نکلے۔ سفر ہجرت میں جب یمن کے علاقے کی ایک نواحی بستی برک غماد کے مقام پر پہنچے تو ان کی ملاقات اس علاقے کے سردار ابن الدغنہ سے ہوئی۔ انہوں نے پوچھا: ''اے ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نقشے میں اندرونی چوکھٹا بڑا کر کے دکھایا گیا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حبشہ کو روانگی اور برک الغماد سے واپسی

(أَخْرَجَنِي قَوْمِي فَأُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي)

''مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیاحت کرتے ہوئے اپنے رب کی عبادت بجالاؤں''۔

ابن الدغنہ نے کہا:

(فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَابَكْرٍ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ، إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، فَأَنَا لَكَ جَارٌ، ارْجِعْ وَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ)

''اے ابوبکر! آپ جیسی شخصیت کو اپنا وطن نہیں چھوڑنا چاہیے اور نہ ہی آپ کو دیس بدر کرنے کی کسی میں جرأت ہو سکتی ہے۔ آپ بے کسوں کے سہارا، صلہ رحمی
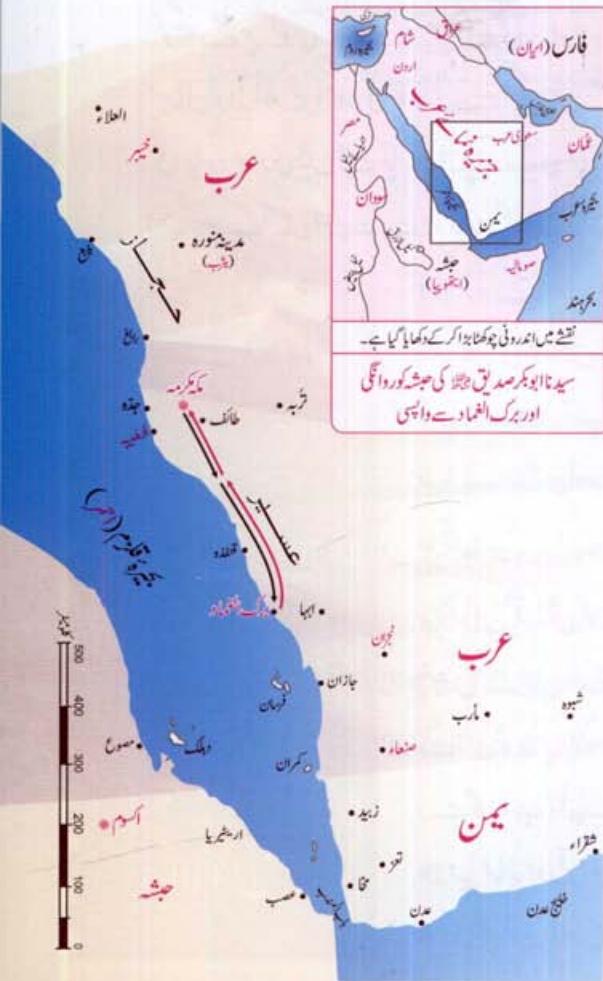
کرنے والے، مہمان نوازی کے خوگر اور حق کے سلسلے میں پیش آنے والے مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ آپ واپس چلیں اور اپنے وطن میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کریں، میں آپ کو پناہ دیتا ہوں''۔

ابن الدغنہ کی امان کا احوال:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یمن کی نواحی بستی برک غماد سے قارہ قبیلہ کے سردار ابن الدغنہ کے کہنے پر مکہ واپس آ گئے۔ ابن الدغنہ بھی آپ کے ساتھ چلا آیا۔ اس نے سردارانِ قریش سے ملاقات کی اور کہا کہ ابوبکر جیسے آدمی کو اس کے وطن سے نکلنے پر مجبور کرنا مناسب نہیں۔ تم ایسے شرف وفضل کے مالک آدمی کو نکالنے پر کیوں کمربستہ ہو جو صلہ رحمی کرنے والا، مصیبت زدہ لوگوں کا مددگار، بے کسوں کا سہارا، مہمان نواز اور خیر و بھلائی کا حامل ہے؟ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کا پاس کیا اور کہا کہ ابوبکر اپنے گھر کی چار دیواری میں جیسے چاہے اپنے رب کی عبادت اور نماز و قراءت میں مشغول رہے لیکن اس کا علانیہ اظہار کر کے ہمیں اذیت سے دوچار نہ کرے۔ ہمیں خطرہ ہے مبادا یہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنے میں مبتلا کر دے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن کو جائے عبادت بنا لیا۔ مشرکین کی عورتیں اور بچے وہاں بکثرت جمع ہو کر تعجب بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھتے۔ آپ پر تلاوت قرآن کے وقت انتہائی رقت طاری ہو جاتی، ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو جاتیں۔

> ''میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیاحت کرتے ہوئے اپنے رب کی عبادت بجالاؤں''۔

سردارانِ قریش کو اس صورت حال سے انتہائی تشویش لاحق ہوئی۔ انہوں نے ابن الدغنہ کو بلا بھیجا اور اس سے کہا کہ ہم نے ابوبکر کو تیری وجہ سے اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ عبادت کے معاملے میں اپنے گھر تک محدود رہے گا، اب اس نے اس شرط کو نظر انداز کر کے اپنے گھر کے آنگن میں علانیہ نماز اور قراءت شروع کر دی ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ وہ اس طرح ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنے میں مبتلا کر دے گا۔ اگر وہ اپنے گھر کی حدود

37- ابن الدغنہ کی پناہ واپس کرنے کے بعد کیا ہوا؟

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابن الدغنہ کی پناہ واپس کر دی تو کفار مکہ نے آپ کو مختلف طریقوں سے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ آپ بیت اللہ کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بد بخت نے آپ کے سر پر مٹی ڈال دی۔ جب آپ کی ملاقات قریش کے ایک سردار ولید بن مغیرہ سے ہوئی تو آپ نے اس شریر کی زیادتی کا اس سے شکوہ کیا۔ ولید نے جواب دیا: ''یہ مصیبت تم نے خود مول لی ہے''۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

(أَيْ رَبِّ! مَا أَحْلَمَكَ، أَيْ رَبِّ! مَا أَحْلَمَكَ، أَيْ رَبِّ! مَا أَحْلَمَكَ)

''اے میرے پروردگار! تو کس قدر حلیم و بردبار ہے، اے میرے رب! تو کتنا حلیم و بردبار ہے۔ اے میرے مولا! تیری بردباری کے کیا کہنے''۔

فتح الباري، للحافظ ابن حجر:274/7، البداية والنهاية:95/3۔

قارئین کرام: ذرا غور فرمائیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کس محبت بھرے انداز میں اپنے رب کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔ یعنی اے میرے مالک! میں آپ کی پناہ میں ہوں اور لوگ آپ کی پناہ کا لحاظ نہیں رکھ رہے مگر آپ پھر بھی انہیں فوری طور پر سزا نہیں دے رہے، بلکہ انہیں مہلت دے رہے ہیں۔

میں رہ کر عبادت کرنا چاہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں، بصورت دیگر ہم تیرے عہد و پیمان کا پاس نہیں کر سکتے۔ ہم تیری امان کو توڑنا نہیں چاہتے لیکن ابوبکر کے اس علانیہ عمل کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ابن الدغنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان جو عہد و پیمان تھا اس کا تمہیں بخوبی علم ہے۔ اپنے عہد کا پاس کرو یا میری امان کو ختم سمجھو، میں لوگوں کی یہ باتیں نہیں سننا چاہتا کہ میں نے کسی شخص کو پناہ دی تھی اور پھر میرے عہد کو توڑ دیا گیا۔ آپ نے فرمایا:

(فَإِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ وَ أَرْضٰى بِجِوَارِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)

''تمہارا یہ عہد و پیمان تمہیں مبارک ہو، مجھے اللہ تعالیٰ کی پناہ ہی کافی ہے''۔

38- مکہ مکرمہ کی پہلی مسجد

ہم نے گزشتہ صفحات میں ابن الدغنہ اور اس کی پناہ کا ذکر پڑھا ہے۔ جب اسے آپ کی ہجرت کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے سیدنا ابوبکر صدیق کو ہجرت سے روکا اور کہا کہ آپ بلند اخلاق، صلہ رحمی کرنے والے، راست گو، محتاجوں کے مددگار، بے کسوں کے ہمدرد اور مظلوموں کے بھی خواہ ہیں۔ آپ میرے ساتھ مکہ مکرمہ واپس چلیں، میں آپ کو پناہ دیتا ہوں اور قریش مکہ کو اس کی اطلاع دیتا ہوں کہ وہ آپ سے کوئی تعرض نہ کریں۔ چنانچہ ہجرت حبشہ کا ارادہ ترک کر کے وہ مکہ آ گئے۔ اب ابن الدغنہ نے اپنے وعدے کے مطابق بیت اللہ میں جا کر اعلان کر دیا کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پناہ دے دی ہے۔ قریش نے پناہ قبول کر لی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنا رکھی تھی، جس میں وہ نماز پڑھتے اور پر سوز لہجے میں قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ مشرکین مکہ کی عورتیں اور بچے تلاوت کی آواز سن کر ان کے گرد جمع ہو جاتے اور بڑے غور اور توجہ سے قرآن مجید سنتے تھے۔ قریش نے جب یہ معاملہ دیکھا تو انہیں یہ فکر لاحق ہوئی کہ کہیں ان کی عورتیں اور بچے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن سن کر اسلام کا اثر قبول نہ کر لیں۔ انہوں نے ابن الدغنہ سے شکایت کی اور جو بات ان کے ذہن میں آئی تھی اس کا اظہار کیا۔ اس پر ابن الدغنہ نے اپنی پناہ واپس لے لی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کفار مکہ کے ہاتھوں پھر پریشانیوں کا شکار ہو گئے۔

یاد رہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں جو مسجد تعمیر کی تھی، اس کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے کہ (هُوَ أَوَّلُ مَسْجِدٍ بُنِيَ فِي الْإِسْلَامِ فِي مَكَّةَ) یعنی ''عہد اسلام میں یہ پہلی مسجد تھی جو مکہ مکرمہ میں بنائی گئی''۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام کی آمد کے بعد مکہ مکرمہ میں جو اولین مسجد معرض وجود میں آئی، وہ مسجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بنائی تھی۔

الصديق أبو بكر، لمحمد حسين هيكل، ص: 63، 64۔

39- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

مسند احمد اور مسند طیالسی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، انہوں نے کہا: ''میں بالکل نو جوان تھا اور مکہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ وہ دونوں مشرکین کے ظلم وستم سے تنگ آ کر نکلے تھے۔ وہ مجھ سے کہنے لگے:

(عِنْدَكَ يَا غُلَامُ! لَبَنٌ تَسْقِينَا) ''لڑکے! تمہارے پاس کچھ دودھ ہے تو ہمیں پلاؤ''۔ میں نے کہا: ''یہ بکریاں تو میرے پاس امانت ہیں، اس لیے میں آپ لوگوں کو دودھ نہیں دے سکتا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(هَلْ عِنْدَكَ مِنْ جَذَعَةٍ لَمْ يَنْزُ عَلَيْهَا الْفَحْلُ)

''کیا تیرے پاس کوئی ایسی نوجوان بکری ہے نر جس کے قریب نہ آیا ہو؟''

میں نے کہا: ''جی ہاں! ہے''۔ میں وہ بکری لے آیا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے قابو کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تھن پکڑا اور دعا فرمائی۔ تھن دودھ سے بھر گیا۔ سیدنا ابو بکر ایک پتھر لے آئے جو درمیان سے گہرا تھا۔ آپ نے اس میں دودھ دوہا، پھر آپ اور ابو بکر دونوں نے پیا، مجھے بھی پلایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کے تھن سے فرمایا: (اقْلُصْ) ''سکڑ جا!'' تو وہ سکڑ گیا۔ بعد ازاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کی: ''مجھے بھی وہ پاکیزہ الفاظ یعنی قرآن مجید سکھا دیجئے''۔ آپ نے ارشاد فرمایا: (إِنَّكَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ) ''تو پڑھا لکھا جوان بنے گا''۔ پھر میں نے آپ کی خدمت میں رہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دہن مبارک سے ستر سورتیں اس طرح یاد کیں کہ اس شرف میں کوئی دوسرا میرا شریک نہ تھا اور کوئی شخص ان سورتوں میں میری غلطی نہیں نکال سکتا تھا۔

المسند، للإمام أحمد: 462/1۔

ہجرت کے موقع پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

40- خانوادے کا کردار

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو اسلام کی دعوت دی تھی اور وہ اس عظیم الشان کام میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیابی سے ہمکنار ہوئے تھے۔ آپ نے خدمت اسلام اور ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اپنے خاندان کو مختلف ذمہ داریاں سونپنے کا اہتمام کیا، چنانچہ آپ نے سفر ہجرت کو عملی شکل دینے کے لیے اپنی اولاد کے درمیان مختلف اہم اور عظیم الشان ذمہ داریاں تقسیم کیں۔ ہجرت کے بابرکت سفر میں آپ کی اولاد کی شاندار کارکردگی درج ذیل ہے:

عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما غارِ ثور کے دہانے پر پہرے دار کی حیثیت سے رات بسر کرتے اور صبح ہونے کے قریب ہوتی تو واپس مکہ پہنچ جاتے تھے

عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کا کردار:

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دشمن کی پوشیدہ سرگرمیوں کی جاسوسی کے لیے ایک سچے اور فرض شناس خبر رساں کا فریضہ سرانجام دیا۔ بلاشبہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تربیت دین سے گہرے لگاؤ، روشن بصیرت، کامل ذہانت اور دانش مندی سے دین اسلام کی نصرت کی ترغیب وتاکید کے زیر اثر کی گئی تھی۔ یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کے حسن تربیت کا اتنا مؤثر اہتمام کیا تھا کہ اس میں انہوں نے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔

41- تراشے

❁ دوپہر کے وقت شدید گرمی کے عالم میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد، جبکہ اس وقت تشریف آوری آپ کا معمول نہیں تھا۔ اور ایسے وقت میں لوگوں کی آمدورفت بھی نہیں ہوتی تھی، یہ طرزِ عمل آپ نے اپنے مشن کو خفیہ رکھنے کے لیے اختیار فرمایا تھا۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے والد محترم نے ہجرت کے موقع پر جو ذمہ داری سونپی اور ان کے لیے جو کردار متعین کیا اسے انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ آپ کفار مکہ کی مجالس میں گھوم پھر کر ان کے سارے دن کی سازشیں سنتے رہتے تھے اور رات کو غار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے پوری رپورٹ پیش کر دیتے تھے۔ آپ نے یہ ذمہ داری اس قدر عمدہ مہارت اور خفیہ انداز سے سرانجام دی کہ اہلِ مکہ میں کسی کو بھی آپ پر کوئی شک نہیں گزرا۔ آپ غار ثور کے دہانے پر پہرے دار کی حیثیت سے رات بسر کرتے اور جب صبح قریب ہوتی تو اس قدر خفیہ انداز سے واپس مکہ پہنچ جاتے تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ [1]

سیدہ عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما کا کردار:

ہجرت نبوی کے موقع پر سیدہ عائشہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہما کا عظیم کردار سامنے آتا ہے اور یہ کردار صحیح اور عمدہ تربیت کے فوائد واضح کرتا ہے۔ انہوں نے ہجرت کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد کے لیے کھانا تیار کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد محترم کو رخصت کرنے کے لیے جلدی جلدی کھانا تیار کیا اور توشہ دان میں رکھ دیا۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کو کاٹ کر اس سے توشہ دان کا دہانہ باندھا۔ اسی وجہ سے انہیں ''ذات النطاقین'' کہا جانے لگا۔ [2]

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سفر ہجرت کے لیے روانہ ہو گئے تو قریش کا ایک گروہ، جس میں ابوجہل پیش پیش تھا، ہماری طرف آیا۔ وہ لوگ ہمارے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔

میں ان کے پاس پہنچی تو ابوجہل نے پوچھا: ''اے بنت ابوبکر! تیرا باپ کہاں ہے؟'' میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ میرا باپ کہاں ہے؟'' (سیدہ اسماء نے کوئی غلط بیانی نہ کی تھی واقعی انہیں معلوم نہ تھا کہ اس وقت ان کے والد گرامی کس جگہ پر ہیں)۔ بدبخت، بدقماش اور بے حیا ابوجہل نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور میرے رخسار پر اس قدر زور سے تھپڑ مارا کہ میرے کان کی بالی گر گئی، پھر وہ لوگ وہاں سے چلے گئے''۔ [3]

[1] السيرة الحلبية: 213/2 [2] البداية والنهاية: 184/3. [3] الهجرة النبوية، للدكتور عبدالرحمن البر، ص: 126۔

42- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمدہ تیاری اور خوشی کے جذبات

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت کی تیاری میں نبوی تربیت کا اثر جھلکتا ہے، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا:

(لَا تَعْجَلْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ لَكَ صَاحِبًا)

''جلدی نہ کیجیے، شاید اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کوئی (اچھا) ہمسفر بنا دے''۔ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی تیاری اور اس کے متعلق سوچ بچار کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے سفر ہجرت کی تیاری کے لیے دو سواریاں خریدیں اور انہیں اپنے گھر ہی میں رکھ کر چارا ڈالتے رہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے:

(عَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ)

''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاں موجود دونوں سواریوں کو چار ماہ تک ببول درخت کے پتوں کا چارا کھلایا''۔ [2]

[1] السيرة النبوية، لابن هشام: 480/1 [2] صحيح البخاري، حديث: 2297۔

43- نیک دل چرواہے سے ملاقات

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے سفر کی روداد کو بڑی تفصیل اور جزئیات کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری کے مطابق انہوں نے فرمایا: کہ ہم لوگ غار ثور سے نکل کر رات بھر اور دن میں دوپہر تک چلتے رہے۔ جب ٹھیک دوپہر کا وقت ہو گیا راستہ خالی ہو گیا اور کوئی گزرنے والا نہ رہا تو ہمیں ایک لمبی چٹان دکھائی دی جس کے سائے پر دھوپ نہیں آئی تھی۔ ہم وہیں اتر پڑے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے لیے ایک جگہ برابر کی اور اس پر ایک چادر بچھا کر گزارش کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سو جائیں اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد و پیش کی دیکھ بھال کیے لیتا ہوں۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں لیے چٹان کی جانب چلا آرہا ہے۔ وہ بھی اس چٹان سے ہماری طرح سایہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے کہا، اے جوان تم کس کے آدمی ہو؟ اس نے مکہ یا مدینہ کے کسی آدمی کا ذکر کیا۔ میں نے کہا: اگر تمہاری کوئی بکری دودھ دیتی ہو تو کیا تم ہمیں دودھ دے سکتے ہو۔ اس نے اثبات میں جواب دیا، چنانچہ وہ ایک بکری پکڑ کر لے آیا۔ میں نے کہا: پہلے تم بکری کے تھنوں کو پونچھ کر صاف کرو، پھر اپنے ہاتھ صاف کرو۔ پھر دودھ نکالنا شروع کرو۔ اس نے میری ہدایات پر عمل کر کے تھوڑا سا دودھ دوہا اور مجھے دیا۔ میرے پاس ایک چمڑے کا بنا ہوا لوٹا تھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے اور وضو کرنے کے لیے رکھ لیا تھا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا لیکن آپ کو بیدار کرنا گوارا نہ کیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھاگل میں پینے اور وضو کے لیے پانی رکھ لیا تھا اور گرد و غبار سے بچانے کے لیے اس کے منہ پر کپڑا باندھ رکھا تھا۔ چنانچہ جب آپ بیدار ہوئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور دودھ میں پانی ڈالا یہاں تک کہ نیچے تک تمام دودھ ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پی لیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا یہاں تک کہ میں خوش اور مطمئن ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا ابھی کوچ کا وقت نہیں ہوا؟ میں نے کہا، کیوں نہیں'' ؟ اس کے بعد ہم لوگ چل پڑے۔

الرحیق المختوم، ص: 188۔

44- امن کا بادشاہ، صلح کا حامی

ہجرت کے سفر میں مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے راستہ میں آپ ﷺ کو بریدہ اسلمی بھی تیر سواروں کے ساتھ ملے۔ یہ بھی انعام کے لالچ میں آپ ﷺ اور سیدنا ابوبکر ؓ کی تلاش میں نکلے تھے۔ جب آپ ﷺ سے سامنا ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم کون ہو۔انہوں نے جواب دیا میں ''بریدہ'' ہوں۔آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق کے طرف التفات فرماتے ہوئے ان کلمات سے اچھی فال لیتے ہوئے فرمایا: ''اے ابوبکر ہمارا کام ٹھنڈا اور درست ہوا''۔ پھر آپ نے پوچھا: ''تمہارا تعلق کس قبیلے سے ہے؟''۔ جواب ملا: قبیلہ اسلم سے ہوں۔آپ ﷺ نے پھر اچھی فال لی اور ابوبکر ؓ سے فرمایا: ''ہم سلامت رہے''۔اب آپ ﷺ نے سوال کیا: ''بنو اسلم کی کس شاخ سے ہو؟'' انہوں نے کہا: بنو سہم سے۔ سہم کا معنی تیر بھی ہوتا ہے اور حصہ بھی اس کا معنی ہے۔چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حصہ والے معنی سے فال لی اور سیدنا ابوبکر سے فرمایا: ''تمہارا حصہ نکل آیا''۔

> بریدہ اسلمی کے لوگ آئے تو تھے انعام کے لالچ میں مگر قدرت کو ان کی بہتری اور بھلائی مقصود تھی۔

یہ لوگ آئے تو تھے انعام کے لالچ میں مگر قدرت کو ان کی بہتری اور بھلائی مقصود تھی۔جب نبی کریم ﷺ کی زیارت وملاقات نصیب ہوئی تو اسلام کا نور صداقت ان کے سینے میں اترتا چلا گیا۔

بریدہ نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ اللہ کا رسول ہوں ۔آپ ﷺ نے اسلام کی تعلیمات سے آگاہ فرمایا تو بریدہ نقد دل ہار بیٹھے اور اپنی قوم کے ستر یا اسی گھرانوں کے ساتھ داخل اسلام ہو گئے۔

سیدنا بریدہ ﷜ نے رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ گزاری۔ صبح ہوئی تو عرض کیا: اللہ کے رسول! جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوں تو آپ کے پاس اپنا جھنڈا ضرور ہونا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے اس تجویز سے اتفاق فرمایا اور اپنا عمامہ اتار کر نیزہ پر باندھ کر سیدنا بریدہ کے سپرد کیا انہوں نے اسے اوپر اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے چلنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں اس شان کے ساتھ داخل ہوئے کہ بریدہ آپ کے آگے جھنڈا تھامے ہوئے تھے۔

سيرة خاتم النبيين، ص:441، الطبقات الكبرى:242/4، سير أعلام النبلاء:470/2، تاريخ الخميس:235/1۔

45- تراشے

حضرت سلمہ بن اکوع ﷜ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں سات غزوات میں شرکت کی ہے اور جو فوجی مشن آپ نے روانہ فرمائے ان میں سے نو فوجی دستوں میں مجھے بھی شامل ہونے کا موقع ملا۔ ان دستوں میں کبھی تو ہماری کمان حضرت ابوبکر ﷜ کے پاس ہوتی تھی اور کبھی حضرت اسامہ ﷜ ہمارے کمانڈر ہوتے تھے''۔

46- مسجد نبوی کی تعمیر میں سیدنا صدیق اکبر کا کردار

رسول اللہ ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر جب مدینہ پہنچے تو سب سے پہلا اہم قدم یہ تھا کہ آپ ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی اور اس کے لیے وہی جگہ منتخب کی جہاں آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ اس زمین کے مالک دو یتیم بچے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے یہ زمین قیمتاً خریدی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ کی قیمت دس دینار طے کی اور اسے سیدنا ابوبکر صدیق ﷜ کے مال سے ادا کیا۔

(المواهب اللدنية، للقسطلاني، وأبو بكر الصديق، للطنطاوي، ص: 147۔

47- سفرِ ہجرت میں رفاقت کے لیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب

قارئین کرام! کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ ہجرت کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رفاقت کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو کیوں منتخب فرمایا؟ اور ایام مرض الموت میں اپنی جگہ انہیں صحابہ کرام کی امامت کرنے کا حکم کیوں دیا؟

جواب بالکل واضح ہے، اس میں کوئی گنجلک نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

☆ دین اسلام کی تبلیغ کے لیے سب سے زیادہ مال و دولت انہی نے خرچ کیا۔

☆ مسلمانوں کی عزت و تکریم کے لیے وہ ہمیشہ ہر قربانی کے لیے پیش پیش رہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم اور ہر ارشاد پر انہوں نے لبیک کہا۔

☆ ہر موقع پر آپ کی خدمت و اطاعت کرنا اور اسلامی احکام کے آگے سر جھکانا اپنے لیے ضروری قرار دیے رکھا۔

ہر جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور کفار کا مقابلہ کیا۔
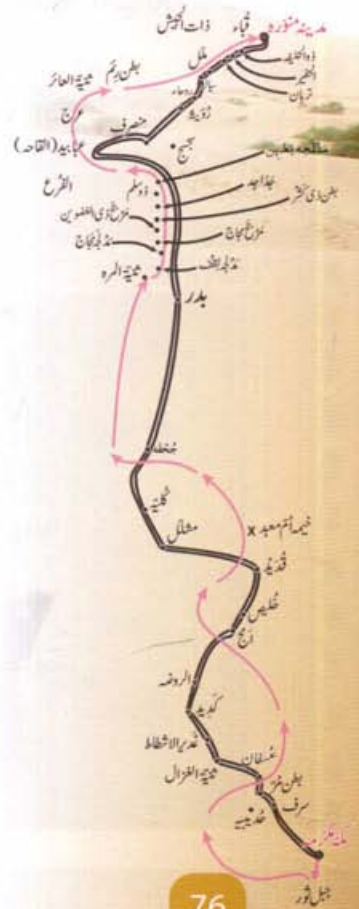
کسی معاملے میں پیچھے نہیں رہے، ہر حال میں اپنے جان و مال کو اسلام کی راہ میں نچھاور کرنے کا عزم کیے رکھا۔

☆ وہ نہایت مستحکم ایمان کے حامل اور انتہائی بلند اخلاق کے مالک تھے۔

☆ اپنے گوناگوں اوصاف کی وجہ سے وہ ہر شخص کے لیے مرکز محبت اور تمام مسلمانوں کے نزدیک احترام کا مقام رکھتے تھے۔

صدیق اکبر کی یہی وہ خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے لوگ ان سے بے حد تعلق خاطر رکھتے اور ان سے اُنس و محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ جب نبی ﷺ کی وفات ہوگئی تو مسلمانوں نے متفقہ طور پر انہیں اپنا خلیفہ منتخب کرلیا اور اس طرح وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اہل اسلام کے اولیں سربراہ قرار پائے۔ ان کا عہد خلافت بہت مختصر ہے، مگر انہوں نے اس عہد میں اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمات سرانجام دیں، پوری اسلامی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ہی میں اسلامی سلطنت کی ابتدا ہوئی اور یہی وہ سلطنت ہے جو انتہائی محدود وقت میں دور دراز علاقوں تک پھیل گئی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد جس کی سرحدوں نے اس درجہ وسعت اختیار کی کہ ایشیا میں ہندوستان اور چین تک جا پہنچیں، افریقہ میں مصر، تیونس اور مراکش سے جا ملیں اور یورپ میں اندلس اور فرانس تک پھیلتی چلی گئیں۔ یہی وہ حکومت ہے جس نے عالم انسانیت کو ایک نہایت شاندار تہذیب سے آشنا کیا، لوگوں کو ایک منفرد ثقافت سے روشناس کرایا اور مدنیت و حضارت کی نئی قدریں دنیا کے سامنے رکھیں۔ اس حکومت نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے جو اس جہان ہست و بود کو ہمیشہ تاباں و درخشاں رکھیں گے۔

الصدیق أبوبکر، لمحمد حسین هیکل، ص: 20، 21۔

48- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ہجرت کا سفر

ہجرت کا پس منظر:

جب مسلمانوں پر قریش کی ایذا رسانی حد سے تجاوز کر گئی تو انہوں نے اپنے دین و ایمان کے تحفظ کی خاطر ہجرت حبشہ کا راستہ اختیار کیا۔ اس کے بعد ہجرت مدینہ کا مرحلہ آیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا:

(لَا تَعْجَلْ! لَعَلَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ لَكَ صَاحِبًا)

''عجلت سے کام نہ لو، شاید اللہ تعالیٰ تمہیں کسی کا ساتھ نصیب فرما دے''۔ ①

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شدید خواہش تھی کہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر آئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر صبح یا شام کو ضرور تشریف لاتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی اجازت ملی تو آپ دوپہر کے وقت تشریف لائے۔ اس وقت آنا آپ کا معمول نہیں تھا۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو فرمانے لگے کہ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد یقیناً کسی اہم معاملے کا پیش خیمہ ہے۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے بیٹھنے کے لیے احتراماً جگہ چھوڑ دی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس وقت سیدنا ابوبکر کے پاس میں اور میری بہن اسماء تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے آپ سے تنہائی میں بات کرنی ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: (يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ) ''اے اللہ کے رسول! آپ ان کے بارے میں فکر مند نہ ہوں، یہ دونوں تو میری بیٹیاں ہیں''۔
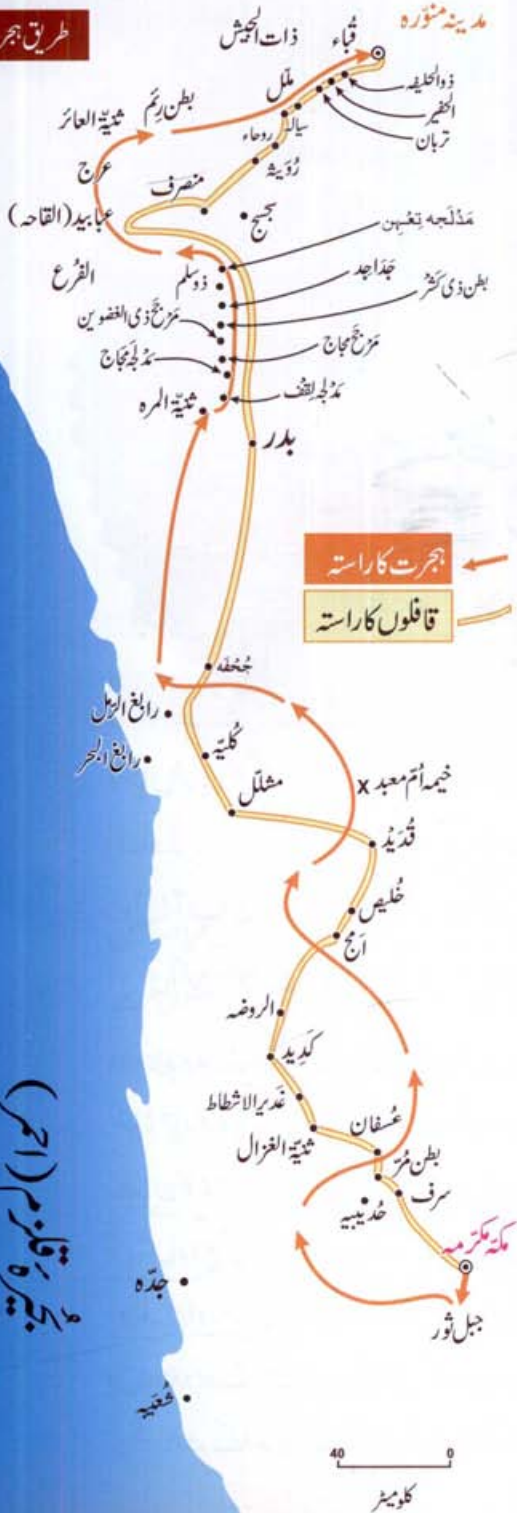
آپ ﷺ نے فرمایا: (إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ وَالْهِجْرَةِ)
''اللہ تعالیٰ نے مجھے مکہ مکرمہ سے نکلنے اور ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: (اَلصُّحْبَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟) ''کیا اللہ کے رسول ﷺ مجھے شرفِ صحبت سے ہمکنار فرمائیں گے؟''

رسول اللہ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ کی رضا مندی پا کر فرحت و انبساط کے باعث سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔
سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! اس دن سے پہلے مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ انسان خوشی کی شدت سے بھی رو پڑتا ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

(يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنَّ هَاتَيْنِ رَاحِلَتَانِ قَدْ كُنْتُ أَعْدَدْتُهُمَا لِهٰذَا)

''اے اللہ کے رسول! میں نے سفرِ ہجرت کے لیے یہ دو اونٹنیاں تیار کر رکھی ہیں''۔

بعد ازاں سفرِ مدینہ کی رہنمائی کے لیے بنو دیل بن بکر قبیلے کے ایک مشرک آدمی عبداللہ بن اریقط کے ساتھ اجرت پر رسول اکرم ﷺ اور
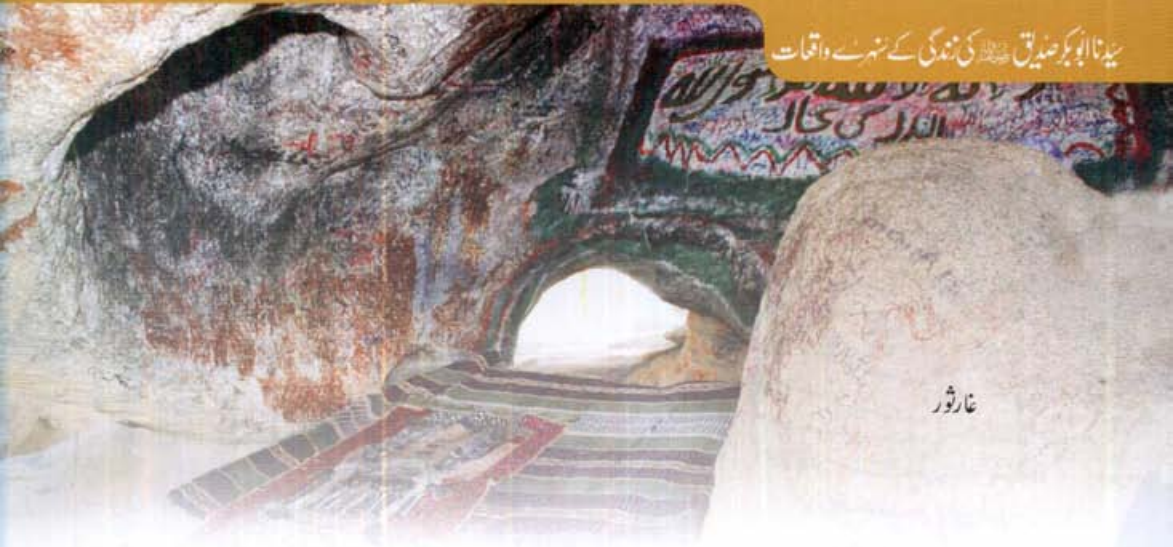
غار ثور

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معاملہ طے کیا اور دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دی گئیں جن کی نگہداشت سفرِ ہجرت کے آغاز تک اُسی کے ذمے تھی''۔ [2]

ہجرت مدینہ کی تفصیلات:

ہجرت کے سفر کے لیے سیدنا ابوبکر صدیق نے ایک مدت سے تیاری شروع کر رکھی تھی۔ انہوں نے دو اونٹنیاں خرید رکھی تھیں۔ جب ہجرت کے سفر کی اجازت ملی تو انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ (فَخُذْ بِأَبِي أَنْتَ يَارَسُولَ اللّٰهِ إِحْدٰى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ) ''میرا باپ آپ پر قربان! اللہ کے رسول! آپ ان دونوں اونٹنیوں میں سے کسی ایک کا انتخاب فرما لیجیے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بِالثَّمَنِ) ''میں قیمتاً لینا ہی پسند کروں گا''۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے جلدی جلدی تیاری کی۔ ایک تھیلی میں آپ دونوں کے لیے کھانا تیار کر دیا۔ تھیلی کو باندھنے کے لیے سیدنا اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کے دو حصے کر لیے، اسی مناسبت سے ان کا نام ''ذات النطاقین'' پڑ گیا۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تین رات غار ثور میں روپوش رہے۔ آپ دونوں کے پاس عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما رات بسر کرتے تھے۔ وہ ایک ذہین، معاملہ فہم اور کڑیل نوجوان تھے۔ سحری کے وقت وہ غار ثور سے واپس چلے آتے اور قریش مکہ کے مابین صبح یوں موجود ہوتے جیسے رات انہی میں گزاری ہو۔ جو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کا جال بنتا، عبداللہ اس کی خبر رات کے اندھیرے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیتے۔

مکہ مکرمہ سے نکلتے ہوئے سرزمین مکہ سے خطاب -49

نبی اکرم ﷺ نے مکہ سے رخصت ہوتے وقت دعا فرمائی۔ پھر چلتے چلتے آپ نے مکہ مکرمہ کے بازار میں اپنی اونٹنی تھوڑی دیر کے لیے روک لی اور فرمایا:

(وَاللّٰهِ! إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَاخَرَجْتُ)

''اے سرزمین مکہ! اللہ کی قسم! تو روئے زمین کا بہترین حصہ اور اللہ تعالیٰ کو انتہائی محبوب سرزمین ہے، اگر مجھے تیرے ہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو میں کبھی نہ نکلتا''۔ ⑤

ہجرت کے ان مقدس مسافروں کو دودھ فراہم کرنے کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بکریوں کا ریوڑ لے کر رات کے اندھیرے میں غار کی طرف جا نکلتا۔ آپ دونوں، بکریوں کے دودھ ہی پر گزر اوقات کرتے۔ عامر بن فہیرہ رات کی تاریکی ہی میں بکریاں واپس مکہ لے جاتا تھا۔

غار میں بسر کی جانے والی تینوں راتوں میں اس کا یہی معمول رہا۔ رسول اکرم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل قبیلے کے جس آدمی سے راستے کی رہنمائی کے لیے اجرت پر معاملہ طے کیا اور تین راتوں کے بعد غار ثور پر پہنچنے کا وعدہ لیا تھا وہ مقررہ وقت پر آپہنچا۔ یہ شخص علاقے بھر کے راستوں سے خوب واقف تھا۔ اس نے نبی اکرم ﷺ، سیدنا ابوبکر اور عامر بن فہیرہ کو ساتھ لے کر رخت سفر باندھا، سفر کے لیے اس نے ساحلی راستہ منتخب کیا۔ ③

رسول اکرم ﷺ کے مکہ سے چلے جانے کا علم سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما اور ان کے اہل خانہ کے سوا کسی کو نہ تھا۔ ہجرت کے دونوں مسافر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کے پچھلے دروازے سے نکلے تاکہ قریش آگاہی پاکر آپ کے سفر میں رکاوٹ نہ ڈال سکیں۔ ④

① تاريخ الدعوة إلى الإسلام: 107 ② السيرة النبوية، لابن كثير 234،233/2. ③ صحيح البخاري، حديث: 3905
④ السيرة النبوية، لابن كثير: 234،233/2 ⑤ سنن الترمذي: 3925۔

50- تراشے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تنہا ساتھی تھے جو سفر ہجرت میں آپ کے ساتھ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے دو ساتھی تھے جن کی حامی و ناصر محض اللہ تعالیٰ کی ذات تھی۔ سیدنا ابوبکر کو اکیلے کئی مواقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اگر کسی مقام پر اکابر صحابۂ کرام میں سے کوئی اکیلا آپ کے ساتھ رہ جاتا تو وہ فرد واحد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہوتے جیسا کہ قبائل عرب کو دعوت اسلام، سفر ہجرت اور غزوۂ بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے سکونت پر شرف صحبت و خدمت صرف آپ ہی کے حصے میں آیا۔

غار ثور میں صرف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ آپ کی اسی منقبت کا قرآن حکیم میں واضح تذکرہ موجود ہے۔ متعدد احادیث بھی اس پر شاہد ہیں۔ صحیحین کی روایت میں ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں: جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا تو میں نے غار کے دہانے پر مشرکین کے پاؤں کی طرف دیکھا۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی طرف نگاہ دوڑائی تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

(مَا ظَنُّكَ يَاأَبَابَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا؟)

''اے ابوبکر! تیرا ایسے دو ساتھیوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو؟''[1]

اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ اس حدیث میں دو افراد سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں بلکہ اس کی شہادت تو قرآن حکیم نے بھی دی ہے۔[2]

① صحيح البخاري، حديث: 3653. ② منهاج السنة لابن تيمية 4/240، 241۔

51- دو مشہور ڈاکو جنتی بن گئے

اللہ کے رسول ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے سفر میں مدینہ کی طرف رواں دواں ہیں۔ مدینہ سے ذرا فاصلے پر ''عرج'' نامی جگہ پر پہنچے تو انہیں راستہ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی۔ وہاں کے ایک رہائشی نے انہیں راستہ بتایا اور اس حقیقت سے بھی متنبہ کر دیا کہ قریبی راستے میں قبیلہ بنو اسلم کے دو مشہور ڈاکو ہیں جنہیں "مہانان" یعنی دو ذلیل اشخاص کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان ڈاکوؤں کی کوئی پروانہ کی۔ جب وہ ڈاکو آپ ﷺ سے ملے تو آپ نے ان کے روبرو اسلام کا پیغام پیش کیا۔ وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ان کا نام ''مکرمان'' یعنی دو عزت دار اور معزز اشخاص رکھا اور انہیں مناسب وقت پر مدینہ آنے کو کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کا پیغام دے کر ان کی کایا پلٹ دی۔ انہیں ذلت کی پستی سے اٹھایا اور عزت کی بلندی پر فائز کر دیا۔

المسند، للإمام أحمد: 4/74۔

52- تراشے

ہجرت کے سفر میں جب آپ سے ایک پوچھنے والے نے پوچھا:

''یہ آپ کے آگے آگے چلنے والا آدمی کون ہے؟'' تو آپ نے جواب دیا:

(هٰذَا هَادٍ يَّهْدِيْنِي السَّبِيلَ)

''یہ میرے رہبر ہیں جو مجھے راستے کی رہنمائی کرتے ہیں۔''

سائل نے اس جواب سے یہ سمجھا کہ ان کی مراد عام راستہ ہے جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقصد اور مراد نیکی اور بھلائی کا راستہ تھا۔

الهجرة النبوية المباركة، للدكتور عبدالرحمن البر، ص: 204۔

53- اُم معبد کے خیمے میں

اسی سفر میں آپ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر عاتکہ بنت خالد ''اُم مَعبد خُزاعِیہ'' کے خیمے پر ہوا۔ قدید کے علاقے میں رہنے والی یہ ایک نمایاں اور توانا پختہ عمر کی باعفت خاتون خیمے کے صحن میں بیٹھی رہتیں اور آنے جانے والے کو کھلاتی پلاتی رہتیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ انکے پاس کچھ ہے؟ بولیں: ''واللہ ہمارے پاس کچھ ہوتا تو آپ لوگوں کی میزبانی میں بخل سے کام نہ لیتی، بکریاں بھی دور دراز ہیں''۔ یہ قحط کا زمانہ تھا۔

ام معبد نے نہایت دلکش انداز سے آپ ﷺ کے اوصاف و کمالات کا ایسا نقشہ کھینچا کہ گویا سننے والا آپ ﷺ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے

رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ خیمے کے ایک گوشے میں ایک بکری ہے۔ فرمایا: ''ام معبد! یہ کیسی بکری ہے؟'' بولیں: ''اسے کمزوری نے ریوڑ سے پیچھے چھوڑ رکھا ہے''۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اس میں کچھ دودھ ہے؟ بولیں: ''وہ اتنی زیادہ کمزور ہے کہ دودھ نہیں دے سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اجازت ہے کہ اسے دوہ لوں؟'' بولیں: ''ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اگر آپ کو اس میں دودھ دکھائی دے رہا ہے تو ضرور دوہ لیں''۔ اس گفتگو کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرا۔ اللہ کا نام لیا اور دعا کی۔ بکری نے پاؤں پھیلا دیے۔ تھن میں بھرپور دودھ اتر آیا۔ آپ نے ام معبد کا ایک بڑا برتن لیا جو ایک جماعت کو آسودہ کر سکتا تھا اور اس میں اتنا دوہا کہ جھاگ اوپر آ گیا۔ پھر ام معبد کو پلایا۔ وہ پی کر شکم سیر ہو گئیں تو اپنے ساتھیوں سیدنا ابوبکر

صدیق، عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط کو پلایا۔ وہ بھی شکم سیر ہو گئے تو خود پیا۔ پھر اسی برتن میں دوبارہ اتنا دودھ دوہا کہ برتن بھر گیا اور اسے ام معبد کے پاس چھوڑ کر آگے چل پڑے۔ قارئین کرام: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کتنے خوش قسمت اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے کہ انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں دودھ پینے کی سعادت ملتی ہے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ان کے شوہر ابو معبد اپنی کمزور بکریوں کو جو دبلے پن کی وجہ سے مریل چال چل رہی تھیں، ہانکتے ہوئے آ پہنچے۔ دودھ دیکھا تو حیرت میں پڑ گئے۔ پوچھا یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ جبکہ بکریاں دور دراز تھیں اور گھر میں دودھ دینے والی بکری نہ تھی بولیں: ''بخدا کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ ہمارے پاس سے ایک بابرکت آدمی گزرا جس کی ایسی اور ایسی بات تھی اور یہ اور یہ حال تھا''۔ ابو معبد نے کہا یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جسے قریش تلاش کر رہے ہیں۔ اچھا ذرا اس کی کیفیت تو بیان کرو۔ اس پر ام معبد نے نہایت دلکش انداز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کا ایسا نقشہ کھینچا کہ گویا سننے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے۔ یہ اوصاف سن کر ابو معبد نے کہا: ''واللہ یہ تو وہی صاحب قریش ہے جس کے بارے میں لوگوں نے قسم قسم کی باتیں بیان کی ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کروں اور کوئی راستہ ملا تو ایسا ضرور کروں گا''۔

البداية والنهاية:209/3، المستدرك، للحاكم:3/9،10۔
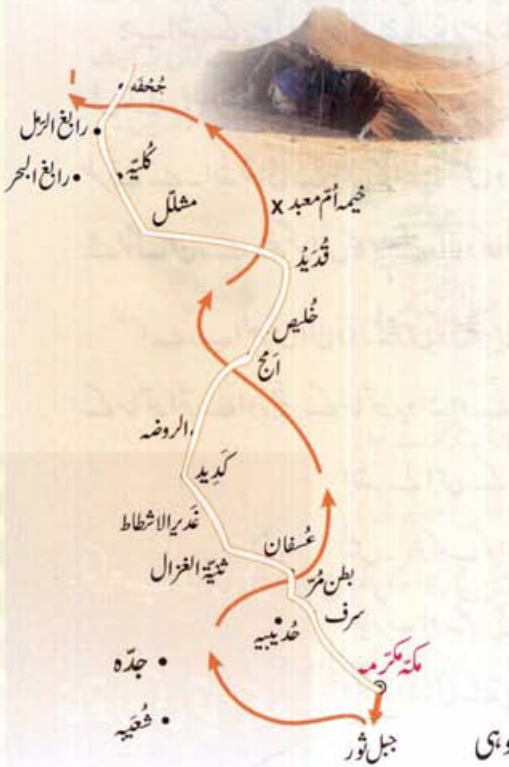
54- سوئے مدینہ رواں دواں

جب اللہ کے رسول ﷺ اپنے یارِ غار سیدنا ابوبکر صدیق کے ہمراہ مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے تو اہل مکہ اور بطور خاص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو اس بات کا علم نہ تھا کہ اس معزز قافلے کا رخ کس طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا اپنے فضل و کرم سے یوں بندوبست کیا کہ مکے میں ایک آواز ابھری جسے لوگ سن رہے تھے مگر اس کا بولنے والا دکھائی نہیں پڑ رہا تھا۔ آواز یہ تھی:

''اے رب العرش ان دو رفیقوں کو بہترین جزا دے جو ام معبد کے خیمے میں اُترے۔ وہ دونوں خیر کے ساتھ اترے اور خیر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور جو محمد ﷺ کا رفیق ہوا وہ کامیاب ہوا۔ ہائے قُصَی! اللہ نے اس کے ساتھ کتنے بے نظیر کارنامے اور سرداریاں تم سے سمیٹ لیں۔ بنوکعب کو ان کی خاتون کی قیام گاہ اور مؤمنین کی نگہداشت کا پڑاؤ مبارک ہو۔ تم اپنی خاتون سے اس کی بکری اور برتن کے متعلق پوچھو، بلکہ تم اگر خود بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی شہادت دے گی''۔

> بنوکعب کو ان کی خاتون کی قیام گاہ اور مؤمنین کی نگہداشت کا پڑاؤ مبارک ہو۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ہمیں معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کدھر کا رخ فرمایا ہے کہ ایک جن زیریں مکہ سے یہ اشعار پڑھتا ہوا آیا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، اس کی آواز سن رہے تھے لیکن خود اسے نہیں دیکھ رہے تھے، یہاں تک کہ وہ بالائی مکہ سے نکل گیا۔ وہ کہتی ہیں کہ جب ہم نے یہ سنا تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کدھر کا رخ فرمایا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا رخ مدینہ کی جانب ہے۔

الرحيق المختوم، للشيخ صفي الرحمن المباركفوري، ص: 188، 189۔

55- ہمہ گیر اور ہمہ وقت ساتھی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمہ گیر اور ہمہ وقت ساتھی اور صاحب ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ﴾ کے مطابق آپ کی صحبت محض غار ثور تک محدود نہ تھی بلکہ آپ نے ہمیشہ علی الاطلاق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ''صاحب'' ہونے کا اعزاز پایا۔ اس حقیقت میں کسی کو اختلاف نہیں کہ صحبت رسول میں آپ سے بڑھ کر کامل واکمل کوئی اور نہ تھا۔ بلاشبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فضائل ومناقب کا یگانہ مجموعہ ہیں۔

منهاج السنة، لشيخ الإسلام ابن تيمية:4/252۔

56- محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ہجرت کے سفر میں جب غار کے دہانے پر پہنچے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

(يَا رَسُولَ اللهِ! كَمَا أَنْتَ حَتَّى أَسْتَبْرِئَ)

''اے اللہ کے رسول! آپ ذرا سا باہر ہی ٹھہریے تاکہ میں غار کا اچھی طرح جائزہ لے لوں۔''

جب صدیق اکبر نے غار میں ایک جگہ سوراخ دیکھا تو اس پر اپنا پاؤں ٹکا دیا اور عرض کیا:

(يَا رَسُولَ اللهِ! إِنْ كَانَتْ لَسَعَةٌ أَوْ لَدْغَةٌ كَانَتْ بِي)

''اے اللہ کے رسول! میں نے ایسا اس لیے کیا ہے کہ اگر کوئی موذی جانور ہو تو وہ مجھی کو نقصان پہنچائے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محفوظ رہیں''۔

آپ ہمیشہ اس بات سے خائف رہتے مبادا کوئی آپ کی زندگی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت سے دوچار کرے یا آپ کی جان کے درپے ہو بلکہ آپ ہمیشہ یہ تمنا کرتے تھے کہ اپنے جان و مال اور اہل وعیال کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیں۔ یہی جذبہ ایک سچے مسلمان کے اسلام کی ضمانت ہے اور صدیق اکبر کا یہ جذبہ کیوں نہ ہوتا کیونکہ آپ تو عقیدہ وایمان اور محبت رسول میں ساری امت پر فائق تھے۔

منهاج السنة، لشيخ الإسلام ابن تيمية:4/263.

57- مدینہ میں تشریف آوری

مدینہ کے مسلمانوں کو جب نبی اکرم ﷺ کے مکہ سے روانہ ہونے کی خبر ملی تو وہ روزانہ آپ کے استقبال کے لیے مدینہ سے باہر چلے آتے اور پر شوق نگاہوں سے آپ ﷺ کا انتظار کرتے۔ جب دوپہر کے وقت گرمی شدت اختیار کر لیتی تو واپس گھروں کی راہ لیتے۔ ایک دن طویل انتظار کے بعد جب وہ لوٹ رہے تھے تو ایک یہودی اپنے کسی کام کی غرض سے ایک بڑے ٹیلے پر چڑھا۔ اس نے دور سے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو سفید لباس میں آتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے پکارنے لگا: ''اے قوم عرب! تمھیں اپنے جس سردار کا انتظار تھا وہ آرہا ہے''۔ مسلمانوں نے آپ ﷺ کے دفاع کے لیے اسلحہ تھاما اور استقبال کے لیے لپکے۔ وہ مدینہ کے باہر ہی آپ ﷺ سے آملے۔ انہیں ساتھ لے کر آپ ﷺ نے مدینہ کی دائیں جانب رخ کیا اور بنو عمرو بن عوف کے محلّہ میں پڑاؤ کیا۔ یہ ماہ ربیع الاول، پیر کے دن کا واقعہ ہے۔

فتح الباري:4/544

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں سے ملاقات کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، جبکہ رسول اکرم ﷺ خاموشی سے بیٹھ گئے۔ انصار میں سے جس نے نبی اکرم ﷺ کی پہلے زیارت نہیں کی تھی، وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کھڑے ہونے کی وجہ سے انہی کے لیے عقیدتیں نچھاور کرتا رہا حتی کہ جب نبی کریم ﷺ پر سورج کی روشنی پڑی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے آپ ﷺ پر سایہ کر دیا، تب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

الهجرة في القرآن الكريم، ص:351۔

58- بیماری اور آزمائش

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں بخار کی سخت وبا پھیلی ہوئی تھی اور اس کی وادی سے بدبودار پانی بہتا تھا، اس وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بیماری اور آزمائش سے دوچار ہوئے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس وبا سے محفوظ رکھا۔

سیدنا ابوبکر، عامر بن فہیرہ اور بلال رضی اللہ عنہم ایک ہی گھر میں مقیم تھے، چنانچہ انہیں بھی بخار نے آلیا۔

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے یہ دعا فرمائی:

(اَللّٰهُمَّ! حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ وَ صَحِّحْهَا وَ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَ مُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا وَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ)

”اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ منورہ کو بھی اسی طرح محبوب بنا دے جس طرح ہمیں مکہ مکرمہ سے محبت ہے بلکہ مکہ مکرمہ سے بھی زیادہ (مدینہ کی محبت پیدا فرما)۔ اسے بیماری سے پاک فرما دے، اس کے ”صاع“ اور ”مد“ (کے پیمانوں) میں ہمارے لیے برکت عطا فرما اور اس کا بخار جحفہ کی طرف منتقل کر دے“۔[1]

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور مسلمانوں کو اس دعا کے بعد اس بخار سے شفا مل گئی اور مدینہ منورہ کا صحت بخش ماحول کرۂ ارض کے مختلف علاقوں سے آنے والے مسلمانوں کے وفود اور مہاجرین کے لیے ایک عمدہ اور ممتاز وطن کی حیثیت اختیار کر گیا۔[2]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص اور حقیقی وزیر کی حیثیت اختیار کر گئے اور ہر قسم کے حالات میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔ آپ کسی خاص موقع یا کسی رزم گاہ سے پیچھے رہے نہ کبھی آپ نے (اسلام کے فروغ کے لیے) اپنے مشورے، رائے اور مال دینے میں بخل سے کام لیا۔[3]

① صحيح البخاري، حديث :3926، صحیح بخاری میں اختصار ہے، مذکورہ بالا تفصیل مسند أحمد: 221/6 اور السيرة النبوية لابن هشام: 588/1 میں موجود ہے۔ ② التربية القيادية للغضبان: 310/2. ③ تاريخ الدعوة إلى الإسلام، للدكتور يسري محمد هاني، ص :121. صحيح البخاري، حديث:4270۔

59- شہید بیٹے کے باپ

طائف کے محاصرے میں بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم زخمی اور شہید ہوئے۔ جب اس محاصرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاطر خواہ نتائج برآمد ہوتے نظر نہ آئے تو آپ نے اہل طائف سے محاصرہ اٹھالیا اور مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گئے۔ اس غزوے میں مسلمانوں میں سے جو لوگ شہید ہوئے ان میں سیدنا عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ آپ کو اس غزوے میں تیر لگا تھا۔ اُسی کے زخم کی بنا پر آپ مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شہید ہوئے۔[1] اس طرح سیدنا ابوبکر صدیق کو ایک شہید کا باپ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوگیا۔

[1] تاریخ الدعوة الإسلامية للدكتور جميل عبدالله، ص: 151۔

60- انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر لشکر بنایا ہے

سیدنا عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو غزوۂ ذات السلاسل میں امیر مقرر فرما کر بھیجا، اس لشکر میں سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ جب لشکر اسلام مقام جنگ کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہوا تو سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اہل لشکر آگ روشن نہ کریں۔ ان دنوں شدید سردی تھی اس علاقہ میں ویسے بھی شدید ٹھنڈ پڑتی ہے اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپے سے باہر ہوگئے۔ انہوں نے خود عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کے پاس جانے کا ارادہ کرلیا۔ اس موقع پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا اور آگاہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر صرف اسی لیے بنایا ہے کہ وہ معاملاتِ حرب سے بخوبی آشنا ہیں۔ یہ بات سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خاموش اور پرسکون ہوگئے۔ دراصل امیر لشکر کے حکم میں حکمت یہ تھی کہ چولہوں میں آگ جلانے سے دشمن کو اسلامی فوج کی پوزیشن اور تعداد کا اندازہ ہوجائے گا جو جنگی نقطہ نظر سے ایک نقصان دہ بات تھی۔

المستدرك، للحاكم: 3/42۔

61- غزوہ بدر

ہجرت کے دوسرے سال جب کفر واسلام کے درمیان اولین معرکہ غزوہ بدر ہوا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اس معرکہ میں پیش پیش تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاعات ملیں کہ مکی تجارتی قافلہ بچ نکلا ہے اور مکہ مکرمہ کے بڑے بڑے سرداراور سالار مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں کررہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کے بارے میں اپنے صحابہ سے مشورہ کیا۔ سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بڑا عمدہ اور مفید مشورہ دیا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی بڑی عمدہ اور مؤثر گفتگو فرمائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں دشمن کی جاسوسی:

جب اسلامی لشکر مدینہ منورہ سے نکلا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مشرکین مکہ کے لشکر کے احوال سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اسی دوران جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے اردگرد کے علاقے میں گھوم پھر رہے تھے، تو آپ کی ملاقات ایک بوڑھے سے ہوئی۔
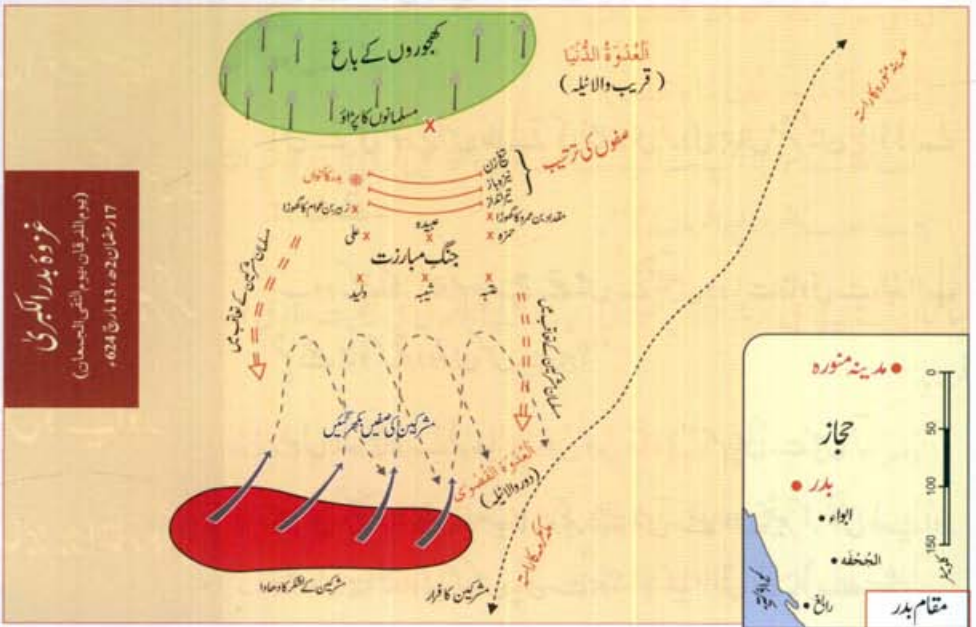
رسول اللہ ﷺ نے غیر محسوس انداز میں اس سے قریشی لشکر، اپنے اور صحابہ کے بارے میں پوچھا کہ ان کے بارے میں کیا اطلاعات ہیں؟

وہ کہنے لگا: ''میں اس وقت تک کچھ نہیں بتاؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتادو کہ تم دونوں کن میں سے ہو؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (إِذَا أَخْبَرْتَنَا أَخْبَرْنَاكَ)

''جب تم ہمیں بتادو گے تو ہم بھی تمہیں بتادیں گے''۔

وہ بوڑھا کہنے لگا کہ کیا میرے بتانے کے نتیجے میں تم بتاؤ گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: نَعَمْ!) ''جی ہاں!''

وہ کہنے لگا: ''مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ محمد (ﷺ) اوران کے ساتھی فلاں فلاں دن (مدینے سے) نکلے ہیں۔ جس آدمی نے مجھے یہ اطلاع دی ہے اگر اس نے سچ بولا ہے تو آج محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں سمیت فلاں مقام پر ہوں گے''۔

اس نے اپنے اندازے کے ساتھ اس مقام کی صحیح نشاندہی کی تھی جہاں مسلمان فروکش تھے۔

پھر اس نے کہا: ''اور مجھے یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ قریش فلاں فلاں دن (مکہ مکرمہ سے) نکلے ہیں۔ اگر مجھے اطلاع دینے والے نے سچ بتایا ہے تو وہ آج فلاں فلاں مقام پر ہوں گے''۔

اس نے عملی طور پر اس علاقے کی نشاندہی کردی جہاں مشرکین پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔

اب وہ کہنے لگا: ''جو تم چاہتے تھے میں نے تمہیں وہ بات بتادی ہے، لہٰذا اب تم مجھے بتاؤ کہ تم دونوں کس سے ہو؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (نَحْنُ مِنْ مَّاءٍ) ''ہم پانی سے ہیں''۔

پھر نبی اکرم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سے منہ پھیر کر چل دیے اور بوڑھا بڑبڑاتا رہ گیا کہ کس پانی سے ہو؟...... کیا عراق کے پانی سے ہو؟

> نبی اکرم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سے منہ پھیر کر چل دیے اور بوڑھا بڑبڑاتا رہ گیا

دوران جنگ نبی اکرم ﷺ کی

62- حفاظت

رسول اللہ ﷺ لڑائی کے لیے صفیں ترتیب دینے کے بعد قیادت کے مرکز کی طرف لوٹ گئے جو میدان جنگ سے علیحدہ ایک بلند ٹیلے پر چھپر کی صورت میں بنایا گیا تھا۔ اس چھپر میں آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں انصاری نوجوانوں کا ایک گروپ رسول اللہ ﷺ کے چھپر کی حفاظت کر رہا تھا۔

یہ جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اسے چلاتے ہوئے آرہے ہیں اور اس کے دانتوں پر غبار ہے

میدان بدر میں نبی کریم ﷺ مسلسل اللہ تعالی سے مدد کی دعا کرتے رہے حتی کہ آپ کی چادر مبارک آپ کے مبارک شانوں سے نیچے گر گئی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چادر اٹھا کر آپ کے مبارک شانوں پر ڈال دی۔ اور عرض کیا:

(يَا رَسُولَ اللّٰهِ! كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ فَإِنَّهُ مُنْجِزٌ لَّكَ مَا وَعَدَكَ)

”اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے رب سے بہت التجائیں کر لی ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ آپ سے کیے ہوئے وعدے کو ضرور پورا فرمائے گا“۔

سائبان کے نیچے نبی کریم ﷺ پر تھوڑی دیر کے لیے اونگھ کی سی کیفیت طاری ہوئی، پھر آپ چونکے اور فرمایا:

(أَبْشِرْ يَا أَبَابَكْرٍ! أَتَاكَ نَصْرُ اللّٰهِ، هٰذَا جِبْرِيلُ آخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ يَقُودُهُ، عَلَى ثَنَايَاهُ النَّقْعُ)

”اے ابوبکر! خوش ہو جاؤ۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد پہنچ گئی ہے، یہ جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اسے چلاتے ہوئے آرہے ہیں اور اس کے دانتوں پر غبار ہے“۔

63- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اسیران بدر

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اسیران بدر مسلمانوں کے پاس پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت فرمایا:

(مَا تَرَوْنَ فِي هٰؤُلَاءِ الْأُسَارٰى؟)

''ان قیدیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے نبی! یہ ہمارے چچیرے بھائی اور خاندان کے لوگ ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں تاکہ کفار کے خلاف ہم اپنے لیے قوت (اسلحہ وغیرہ) کا بندوبست کر سکیں۔ انہیں رہا کرنے میں ایک فائدہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں نعمتِ اسلام سے بہرہ مند فرمادے''۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے پوچھا:

(مَا تَرٰی یَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟)

''ابن خطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کا یوں اظہار کیا: ''اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جس رائے کا اظہار کیا ہے میں اس رائے کو صحیح خیال نہیں کرتا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے سپرد کر دیں اور ہم ان کی گردنیں تن سے جدا کر دیں۔ عقیل کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں وہ اس کی گردن اڑا دیں اور میرے فلاں قریبی رشتہ دار کو میرے سپرد کر دیں تاکہ میں اس کی گردن تن سے جدا کردوں۔ یہ سارے کفر کے سرغنے اور ان کے سرکردہ لوگ ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر کی رائے کے بجائے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے قبول فرمائی اور اسی کے مطابق حکم صادر کیا۔

صحیح مسلم، حدیث: 1763

64- بیٹے کو چیلنج

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں بے مثال شجاعت و بسالت کا مظاہرہ کیا۔ آپ ہر سرکش کافر سے نبرد آزما ہونے کے لیے پرعزم تھے؛ خواہ مقابلے میں آپ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ آپ کا بیٹا عبدالرحمٰن ابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوا تھا۔ وہ بھی اس معرکے میں مشرکین مکہ کی حمایت میں شریک جنگ تھا۔ عبدالرحمٰن کا شمار عرب کے نامور بہادروں میں ہوتا تھا اور تیراندازی میں تو قریش کا کوئی آدمی ان کا ہم پلہ نہیں تھا۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو ایک مرتبہ اپنے والد محترم سے کہنے لگے: ''ابا جان! جنگ بدر کے روز کئی دفعہ آپ میرے نشانے پر آئے لیکن میں نے آپ سے گریز کیا اور آپ کو قتل کرنے سے اپنے ہاتھوں کو روک لیا''۔ یہ بات سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فوراً فرمایا:

(لٰكِنَّكَ لَوْ أَهْدَفْتَ لِي لَمْ أَمِلْ عَنْكَ)

''لیکن اگر تم میرے وار تلے آ جاتے تو میں قطعاً تأمل نہ کرتا بلکہ بلاتاخیر تجھے قتل کر دیتا''۔

السيرة النبوية، لابن هشام: 2/228،457، البداية والنهاية: 3/271،272، تاريخ الخلفاء للسيوطي، ص: 94۔

65- غزوۂ احد، خندق اور بنو قریظہ میں شرکت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان تینوں غزوات میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پیش پیش رہے۔ غزوہ احد میں آپ ثابت قدم رہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔ خندق کھودنے کے موقع پر آپ اپنے کپڑوں میں مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محدود وقت میں تیزی سے خندق کھودنے کے عمل کی تکمیل کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر کام کیا تاکہ وہ مشرکین کے مقابلے میں خندق کی شکل میں ایک مضبوط دفاعی اقدام کر کے اپنا مقصد حاصل کر لیں۔ مواقف الصدیق، ص: 32۔
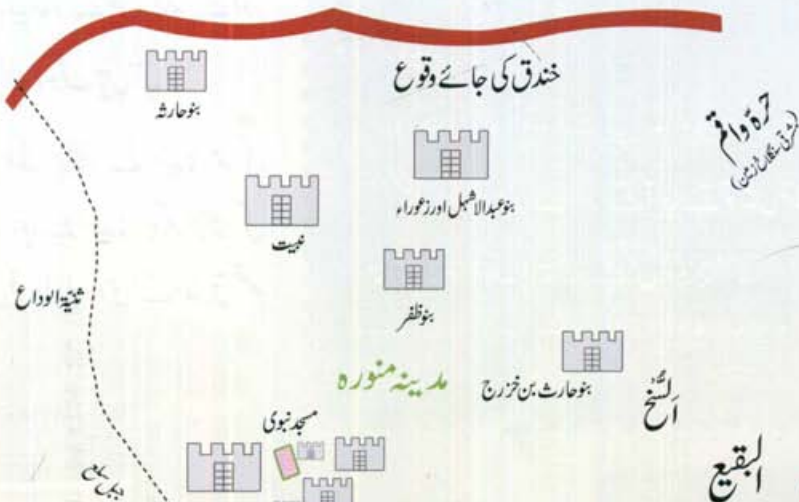
-66 صلح حدیبیہ
اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ ذوالقعدہ 6ھ کو چودہ سو صحابۂ کرام کو ساتھ لے کر بیت اللہ کی زیارت کے ارادے سے مدینہ سے نکلے۔ آپ نے قربانی کے جانور بھی ساتھ لے لیے۔ اور عمرے کا احرام باندھ لیا تاکہ لوگ ان کے ساتھ پُرامن رہیں اور انہیں صاف معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ بیت اللہ کی تعظیم کی غرض سے اس کی زیارت کے لیے نکلے ہیں۔ آپ نے بنوخزاعہ قبیلے سے اپنے ایک آدمی کو بطور جاسوس آگے روانہ کیا، وہ یہ اطلاع لے کر لوٹا کہ اہل مکہ نے آپ کو خانہ کعبہ میں داخلے سے روکنے کے لیے لشکر جمع کر لیا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(أَشِيرُوا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ) ''اے لوگو! مجھے مشورہ دو''۔
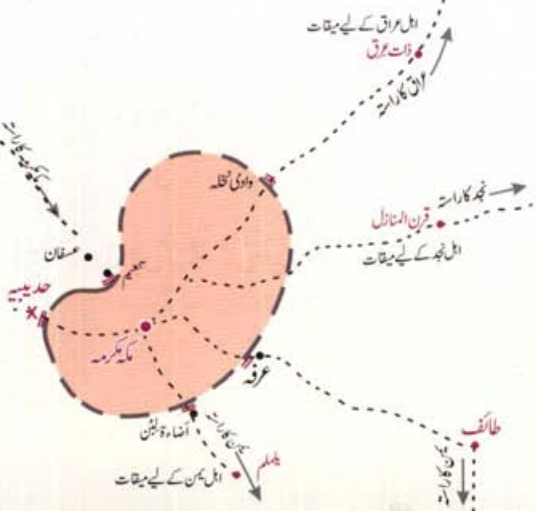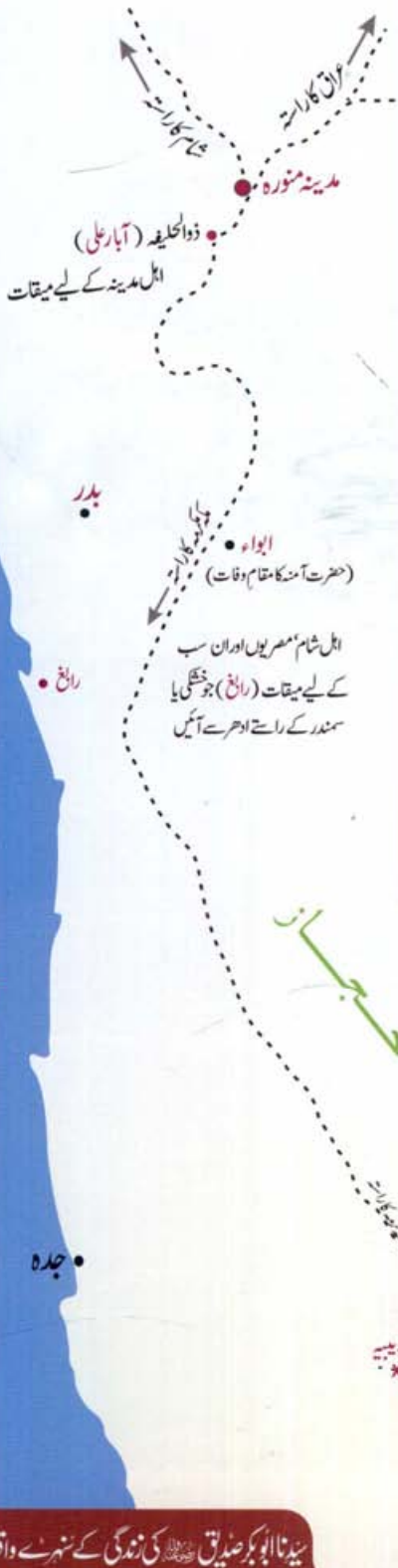
سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

(يَا رَسُولَ اللّٰهِ! خَرَجْتَ عَامِدًا لِّهٰذَا الْبَيْتِ
لَا تُرِيدُ حَرْبَهُ أَوْ قَتْلَ أَحَدٍ، فَتَوَجَّهْ لَهُ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ)

''اے اللہ کے رسول! آپ بیت اللہ کی زیارت کے ارادے سے نکلے ہیں۔ آپ جنگ کے خواہش مند ہیں نہ کسی کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، لہٰذا آپ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے سوئے منزل گامزن رہیے، جو شخص بھی ہمیں بیت اللہ میں داخلے سے روکے گا ہم اس سے قتال کریں گے''۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اِمْضُوا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ) ''اللہ کا نام لے کر سفر جاری رکھو''۔

67- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑے رکھو:

جو شخص بھی ہمیں بیت اللہ میں داخلے سے روکے گا ہم اس سے قتال کریں گے۔

صلح حدیبیہ میں جو شرائط طے ہوئیں بظاہر وہ مسلمانوں کے حق میں نہ تھیں۔ بعض صحابہ اس معاہدہ پر مطمئن نہ تھے۔ مگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوچنے کا انداز وہی تھا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوچتے تھے لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس معاہدے پر بڑے دل برداشتہ تھے پہلے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کوئی خاطر خواہ جواب نہ ملا تو پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ اُن کے ساتھ کیا گفتگو ہوئی خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیے:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا:

''ابوبکر! کیا محمد ﷺ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟''

انہوں نے جواب دیا: (بَلٰی) ''کیوں نہیں!''
میں نے کہا: ''کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟''
انہوں نے جواب دیا: (بَلٰی) ''کیوں نہیں!''
میں نے کہا: ''کیا وہ (اہل مکہ) مشرک نہیں ہیں؟''

انہوں نے فرمایا: 'بَلٰی' ''کیوں نہیں!''

میں نے کہا: ''تو پھر ہمیں ہمارے دین کے معاملے میں کس بنا پر رسوائی سے دوچار کیا جارہا ہے؟'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر کو اپنی رائے ترک کرنے کی نصیحت کی اور بڑے حکیمانہ انداز میں فرمایا:

(اِلْزَمْ غَرْزَهُ، فَإِنِّي أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ وَ أَنَّ الْحَقَّ مَا أَمَرَ بِهِ وَ لَنْ يُخَالِفَ أَمْرَ اللّٰهِ وَ لَنْ يُضَيِّعَهُ اللّٰهُ)

''رسول اللہ ﷺ کا دامن تھامے رکھو۔ تابع فرمان بنے رہو کیونکہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، بلاشبہ آپ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ بالکل برحق ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کبھی سرتابی نہیں کر سکتے، نہ اللہ تعالیٰ آپ کو کسی صورت میں ضائع کرے گا''۔

-68

خیبر میں درخت کاٹنے پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے

بعض صحابۂ کرام نے نبی اکرم ﷺ کو یہودیوں کی قوت، جوش اور عزیمت کو کمزور کرنے کے لیے کھجوروں کے درخت کاٹنے کا مشورہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس مشورے پر رضامندی کا اظہار کیا، چنانچہ مسلمانوں نے جلدی سے کھجوروں کے درخت کاٹنے شروع کردیے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! درخت کاٹنا مناسب نہیں کیونکہ خیبر بزور بازو فتح ہو یا صلح کے ذریعے مسلمانوں کے ہاتھ آئے، دونوں صورتوں میں نقصان مسلمانوں ہی کا ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس مشورے کو قبول کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنے ہاتھ روک لینے کا حکم دیا، چنانچہ صحابۂ کرام نے درخت کاٹنے سے ہاتھ روک لیے۔

المغازي، للواقدي: 644/2۔

69- بے مثال اعتماد

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر ادا کی، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

(بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا، فَالْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَتْ:

إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهٰذَا لٰكِنِّي خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ)

''ایک آدمی نے اپنے بیل پر بوجھ لادا ہوا تھا اور اسے ہانک رہا تھا۔ بیل نے اس کی طرف دیکھا اور اس سے بات کرتے ہوئے کہا: ''بلاشبہ مجھے بار برداری کے لیے تو نہیں پیدا کیا گیا بلکہ مجھے تو صرف کھیتی باڑی کا کام کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے''۔

لوگوں نے یہ سن کر اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا: ''سبحان اللہ! عجیب بات ہے کیا بیل بھی کلام کرتا ہے؟''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فَإِنِّي أُؤْمِنُ بِهِ وَ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ) ''بے شک میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر وعمر بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

(بَيْنَمَا رَاعٍ فِي غَنَمِهِ عَدَا عَلَيْهِ الذِّئْبُ

فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِي، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ الذِّئْبُ

فَقَالَ: مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي؟)

''ایک چرواہا اپنی بکریوں میں موجود تھا اسی اثنا میں ایک بھیڑیا اس کے ریوڑ پر حملہ آور ہوا اور اس نے اس میں سے ایک بکری دبوچ لی۔

بے شک میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر وعمر بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔''

چرواہے نے بکری کے حصول کے لیے اس کا تعاقب کیا حتی کہ اپنی بکری اس سے چھڑا لی۔ بھیڑیے نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ''درندوں کے دن ان بکریوں کا کون محافظ ہوگا اور وہ دن ایسا ہوگا کہ اس دن میرے علاوہ کوئی بکریوں کو چرانے والا نہ ہوگا؟''

لوگوں نے پھر تعجب سے کہا: ''سبحان اللہ! بھیڑیا باتیں کرتا ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَإِنِّي أُؤْمِنُ بِذٰلِكَ وَ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ،

''یقیناً میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر و عمر بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں''۔

حالانکہ وہ (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) دونوں اس مجلس میں حاضر نہیں تھے۔

صحيح البخاري، حديث:3663، وصحيح مسلم، حديث:2388.

70- اہل حرب کے علاقے میں رہائش

حورات کے قریب مُصَیَّخ نامی جگہ پر ہونے والی جنگ میں دو ایسے آدمی بھی قتل ہو گئے جو مسلمان ہو چکے تھے اور ان کے پاس سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا امان نامہ بھی موجود تھا۔ لیکن مسلمانوں کو اس کا علم نہ تھا۔ ان میں سے ایک عبدالعزیٰ بن ابی رہم بن قرواش تھا۔ اسے سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور دوسرا شخص لبید بن جریر تھا۔ اسے کسی اور مسلمان نے قتل کر دیا۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی ہلاکت کی خبر ملی تو آپ نے ان کی دیت ادا کی اور ان کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت لکھ بھیجی۔ سیدنا ابوبکر نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا:

(كَذٰلِكَ يَلْقٰى مَنْ يُّسَاكِنُ أَهْلَ الْحَرْبِ فِي دِيَارِهِمْ)

''جو مسلمان اہل حرب کے علاقے میں ان کے ساتھ رہائش رکھتے ہیں ان کے ساتھ اسی قسم کے واقعات پیش آتے ہیں''۔ یعنی مشرکوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے غلطی انہی کی تھی۔

71- غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت

غزوہ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کی دفاعی حکمت عملی یہ تھی کہ آپ ﷺ نے جبل احد کو اسلامی لشکر کی پشت پر اور دائیں جانب رکھا۔ مسلمانوں کی بائیں جانب ایک پہاڑ تھا جو جبل الرماۃ کے نام سے معروف ہوا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے پچاس تیر انداز مقرر کیے تاکہ مشرکین مکہ چکر کاٹ کر مسلمانوں کی پشت پر حملہ نہ کرسکیں۔ لڑائی بڑی کامیابی سے مسلمانوں کے حق میں آگے بڑھ رہی تھی۔ اہل مکہ کا لشکر پسپا ہو کر میدان چھوڑ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ اہل مکہ کا لشکر کامل تباہی سے دوچار ہوتا؛ تیر اندازوں نے ایک مہلک غلطی کی اور مال غنیمت جمع کرنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ پہاڑ پر صرف چند تیر انداز بچے جو مزاحمت کے قابل نہیں تھے۔ خالد بن ولید نے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے گھڑ سواروں کے ساتھ مسلمانوں پر پیچھے کی جانب سے دھاوا بول دیا سارے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ پھر کسی نے یہ افواہ پھیلا دی کہ رسول اللہ ﷺ کو شہید کردیا گیا ہے۔ اس افواہ کے نتیجے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ردعمل ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ وسیع و عریض میدان جنگ میں ہر ایک کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ اس عالم میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجوم کو چیرتے ہوئے سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچے۔ ان کے بعد ابوعبیدہ بن جراح، علی، طلحہ، زبیر، عمر بن خطاب، حارث بن صمہ، ابودجانہ اور سعد بن ابی وقاص اور چند دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہوگئے۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جبل احد کی ایک گھاٹی میں چلے گئے تاکہ وہاں سے مسلمانوں کی مادی اور روحانی قوتوں کو دوبارہ مجتمع کرسکیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے تو فرماتے:

(ذٰلِكَ يَوْمٌ كُلُّهُ لِطَلْحَةَ)

''احد کا دن تو درحقیقت طلحہ (کی جاں نثاری اور بہادری) کا دن تھا''۔

یہ فرما کر آپ وہ واقعہ بیان کرنا شروع کردیتے اور کہتے: ''احد کے دن میں سب سے پہلے رسول

اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی (طلحہ رضی اللہ عنہ) اللہ کے راستے میں آپ ﷺ کے تحفظ کی خاطر آپ کے آگے آگے دشمن سے نبرد آزما ہے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا: ''اے ابوبکر جو ہوا سو ہوا اب تو بھی طلحہ بن جا اور اسی جیسا کردار ادا کر''۔ میرے اور مشرکین کے مابین ایک نامعلوم آدمی قتال میں مصروف تھا اور میں اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب تھا۔ وہ شخص اس قدر سرعت سے آگے بڑھ بڑھ کر دشمن پر جھپٹتا تھا کہ میں اتنی تیزی سے دشمن پر نہیں جھپٹ سکتا تھا۔ ذرا غور کیا تو دیکھتا ہوں کہ وہ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، ہم نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ لہولہان ہے۔ آپ کے دانت ٹوٹے ہوئے ہیں اور خود (لوہے کی ٹوپی) کی کڑیاں گالوں میں گھسی ہوئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی پرواہ کیے بغیر کہا: طلحہ کو سنبھالو۔ لیکن ہم پہلے نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھے۔ میں خود کی کڑیاں نکالنے لگا تو ابوعبیدہ کہنے لگے: میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ یہ سعادت مجھے حاصل کرنے دو۔ میں پیچھے ہٹ گیا۔ کڑیاں نکالنے کی تگ و دو میں ابوعبیدہ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ ابوعبیدہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت نظر آنے لگے۔ پھر ہم طلحہ کی طرف بڑھے انہیں ایک گڑھے سے نکالا۔ اُن کے جسم پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے ستر سے زیادہ زخم تھے۔ بعد میں نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''جس کسی نے زمین پر چلتا پھرتا زندہ شہید دیکھنا ہو تو وہ طلحہ کو دیکھ لے''۔

منحة المعبود: 19/2، وموافق الصديق مع النبي ﷺ، للدكتور عاطف لماضة، ص: 27۔

72- یہودی عالم "فنحاص" اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوبکر صدیق ایک مرتبہ یہودیوں کے پاس ان کی درس گاہ میں تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ بہت سے یہودی "فنحاص" نامی ایک شخص کے پاس جمع ہیں۔ "فنحاص" یہودیوں کے علماء اور احبار میں شمار ہوتا تھا۔ "فنحاص" کے قریب یہودیوں کے ماہر علماء میں سے ایک اور عالم "اشیع" بھی موجود تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے "فنحاص" سے کہا:

(وَيْحَكَ! اِتَّقِ اللّٰهَ وَ أَسْلِمْ، فَوَ اللّٰهِ! إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّ مُحَمَّدًا لَّرَسُولُ اللّٰهِ، قَدْ جَاءَكُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِهِ، تَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَكُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ)

"افسوس ہے تجھ پر! اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ اسلام قبول کر لے۔ اللہ کی قسم! یقیناً تو یہ بات جانتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں۔ تم ان کا تذکرہ اپنے پاس موجود تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہو"۔

فنحاص نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جواب دیا: "ابوبکر! اللہ کی قسم! ہمیں اللہ کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہمارا محتاج ہے۔ ہم اس کے سامنے عاجزی اور آہ وزاری نہیں کرتے بلکہ وہ ہمارے آگے عاجزی اور آہ و زاری کرتا ہے۔ بلاشبہ ہم اس سے بے نیاز ہیں وہ ہم سے بے نیاز نہیں۔ اگر وہ ہم سے بے پروا اور مستغنی ہوتا تو کبھی ہمارے مال بطور قرض نہ مانگتا جیسا کہ تمہارے ساتھی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا دعویٰ ہے۔ اللہ تمہیں سود سے منع کرتا ہے، جبکہ ہمیں سود دیتا ہے۔ اگر وہ ہم سے بے نیاز اور بے پروا ہوتا تو ہمیں سود کیوں دیتا؟"

یہ گستاخانہ جملے سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر کنٹرول نہ رکھ سکے اور آپ نے فنحاص کے چہرے پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کر دیا اور فرمایا:

(وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْلَا الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ لَضَرَبْتُ رَأْسَكَ، أَيْ عَدُوَّ اللّٰهِ!)

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر ہمارے اور تمہارے مابین معاہدہ نہ ہوتا تو اے اللہ کے دشمن! میں تیرا سر اڑا دیتا''۔

فنحاص رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور شکایت کی: ''اے محمد! (ﷺ) دیکھیے آپ کے دوست نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یوں وضاحت طلب کی:

(مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟)

''تمہیں کس بات نے اس کام پر آمادہ کیا؟''

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

(يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ قَالَ قَوْلًا عَظِيمًا، إِنَّهُ يَزْعُمُ أَنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَّأَنَّهُمْ أَغْنِيَاءُ، فَلَمَّا قَالَ ذٰلِكَ غَضِبْتُ لِلّٰهِ بِمَا قَالَ وَضَرَبْتُ وَجْهَهُ)

''اللہ کے رسول! اس اللہ کے دشمن نے بڑی ہی نازیبا اور قبیح بات کہی ہے۔ اس کا دعوی ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر اور محتاج ہے جبکہ یہ لوگ بے نیاز ہیں۔ جب اس نے یہ بات کہی تو مجھے اللہ تعالیٰ کی عظمت کی خاطر غصہ آ گیا اور میں نے اس کے چہرے پر تھپڑ دے مارا''۔

فنحاص نے سرے سے ایسے کسی واقعہ کا ہی انکار کر دیا۔ کہنے لگا: ''میں نے تو ایسا نہیں کہا''۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سچا ثابت کرنے اور بدبخت فنحاص کے جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لیے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿لَقَدْ سَمِعَ ٱللَّهُ قَوْلَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا۟ وَقَتْلَهُمُ ٱلْأَنۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلْحَرِيقِ﴾

''اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ یقیناً ان کی یہ بات ہم لکھ لیں گے اور جو وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے رہے (وہ بھی ان کے اعمال نامے میں درج ہے) اور (قیامت کے دن) ہم ان سے کہیں گے: اب جلانے والے عذاب کا مزہ چکھو''۔

آل عمران: 181، تفسير القرطبي: 4/295، وفتح القدير، للشوكاني: 2/60۔

73- اعتماد اور راز داری کی نادر مثال

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ وہ فتح مکہ کے لیے یلغار کی تیاری کی غرض سے گیہوں چھان رہی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس معاملے کو مخفی رکھنے کا حکم دیا تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا:

(يَا بُنَيَّةُ! لِمَ تَصْنَعِينَ هٰذَا الطَّعَامَ؟)

''بیٹی! تم یہ کھانے کا سامان کیوں تیار کر رہی ہو؟''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سکوت فرمایا، پھر آپ نے پوچھا:

(أَيُرِيدُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَغْزُوَ؟) ''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوے کا ارادہ رکھتے ہیں؟''

اس سوال پر بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں۔

پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: (لَعَلَّهُ يُرِيدُ بَنِي الْأَصْفَرِ؟) ''شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم رومیوں پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں؟''

اس پر بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خاموشی اختیار کی۔

پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے استفسار کیا: (لَعَلَّهُ يُرِيدُ أَهْلَ نَجْدٍ؟) ''شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل نجد کا قصد فرمانا چاہتے ہوں گے''۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بدستور خاموش رہیں،

پھر آپ نے دریافت کیا: (لَعَلَّهُ يُرِيدُ قُرَيْشًا؟) ''شاید آپ قریش پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں؟''

اس سوال پر بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی مسلسل خاموشی دیکھی تو سمجھ گئے کہ یہ تربیت یافتہ بیٹی اللہ کے رسول کا

راز افشا نہیں کرسکتی ۔ کیوں نہ رسول اللہ ﷺ ہی سے رجوع کیا جائے ۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا: (يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَتُرِيدُ أَنْ تَخْرُجَ مَخْرَجًا؟)

''اے اللہ کے رسول! کیا آپ کہیں کوچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (نَعَم) ''ہاں!''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: (لَعَلَّكَ تُرِيدُ بَنِي الْأَصْفَرِ؟)

''شاید آپ رومیوں پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں؟''

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: (لَا) ''نہیں!''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا: (أَتُرِيدُ أَهْلَ نَجْدٍ؟)

''کیا آپ اہل نجد پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں؟''

آپ ﷺ نے جواب دیا: (لَا) ''نہیں!''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے استفسار کیا: (فَلَعَلَّكَ تُرِيدُ قُرَيْشًا؟)

''تو پھر شاید آپ قریش پر لشکر کشی کا ارادہ رکھتے ہیں؟''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (نَعَمْ) ''ہاں!''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تعجب سے پوچھا: (يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَلَيْسَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُمْ مُدَّةٌ؟) ''اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے اور ان کے مابین ابھی معاہدۂ صلح کی مدت باقی نہیں ہے؟''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (أَلَمْ يَبْلُغْكَ مَا صَنَعُوا بِبَنِي كَعْبٍ؟)

''کیا تمہیں اس بدسلوکی کی خبر نہیں پہنچی جو انہوں نے ہمارے حلیف (بنوخزاعہ کے ذیلی خاندان) بنوکعب کے ساتھ کی ہے؟''

کیا تمہیں اس بدسلوکی کی خبر نہیں پہنچی جو انہوں نے ہمارے حلیف (بنوخزاعہ کے ذیلی خاندان) بنوکعب کے ساتھ کی ہے؟

اسی وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی بات پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس کٹھن مہم میں اپنے عظیم قائد کے ساتھ شامل ہونے کی تیاری شروع کر دی۔

المغازي، للواقدي:2/796۔

74- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

صحابہ میں سب سے بڑھ کر صائب الرائے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے مقام پر حاصل ہونے والی عظیم فتح کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''دورِ اسلام میں کوئی بھی فتح حدیبیہ کی فتح سے بڑھ کر عظیم نہیں ہے لیکن اس دن کئی لوگوں کی فہم و فراست اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین معاملے کو سمجھنے سے قاصر رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ جلد بازی سے کام نہیں لیتا بلکہ وہ اس وقت تک مہلت دیتا ہے جب تک معاملات اس مطلوبہ حد تک نہیں پہنچ جاتے جو وہ چاہتا ہے۔ میں نے صلح حدیبیہ میں مشرکین کے ترجمان سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو حجۃ الوداع کے موقع پر دیکھا کہ وہ قربان گاہ کے قریب کھڑے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کے اونٹ پیش کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے ان اونٹوں کو نحر کر رہے ہیں، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام کو بلا کر اپنے سر کے بال منڈوائے تو میں نے دیکھا کہ وہی سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک چن چن کر اپنی آنکھوں پر رکھ رہے ہیں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اور ''محمد رسول اللہ'' لکھنے کی اجازت دینے سے انکاری تھے۔ اس منظر کا آنکھوں کے سامنے آنا تھا کہ میں بے اختیار اس اللہ کی حمد و ثنا کرنے لگا جس نے انہیں ہدایتِ اسلام سے سرفراز کیا''۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اور ''محمد رسول اللہ'' لکھنے کی اجازت دینے سے انکاری سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک آنکھوں پر رکھ رہے تھے۔

یقیناً سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب صحابۂ کرام سے بڑھ کر صائب الرائے اور عقل و دانش میں سب سے کامل تھے۔

کنز العمال، حدیث: 30136، و تاریخ الخلفاء، للسیوطي، ص: 61۔

75- عثمان بن ابی العاص کی سفارش

جب اہل ثقیف نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے امان نامہ تحریر فرما دیا، پھر آپ ﷺ نے ان پر کسی کو امیر مقرر کرنا چاہا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمائیں، جبکہ وہ ان میں سب سے نوعمر تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کہا:

(يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي رَأَيْتُ هٰذَا الْغُلَامَ مِنْ أَحْرَصِهِمْ عَلَى التَّفَقُّهِ فِي الْإِسْلَامِ وَ تَعَلُّمِ الْقُرْآنِ)

''یارسول اللہ! میں نے دیکھا ہے کہ یہ نوجوان اسلام کا گہرا فہم حاصل کرنے اور قرآن سیکھنے کا سب سے بڑھ کر خواہش مند ہے''۔ ①

سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب ان کے وفد کے لوگ دوپہر کو سو جاتے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دین کے متعلق سوالات کرتے اور قرآن کریم سیکھتے اور اس طرح انہوں نے دین کا تفقہ اور پختہ علم حاصل کر لیا۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ آرام فرما رہے ہیں تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جاتے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی یہ بات بہت بھائی اور آپ نے ان کی اس خصلت کو پسند فرمایا۔ ② سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سفارش کو قبول فرمایا اور انہیں بنی ثقیف کا امیر بنا دیا۔

① تاريخ الدعوة الإسلامية، للدكتور جميل عبدالله المصري، ص: 152.

② تاريخ الإسلام، للذهبي، ص: 670-

76- رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول فیصل

یہ سعادت صرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں بھی لوگوں سے خطاب کیا کرتے تھے اور مختلف مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ غزوہ حنین کے موقع پر بھی پیش آیا۔ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوۂ حنین کے دن میں نے ایک مسلمان کو دیکھا جو ایک مشرک سے نبرد آزما تھا۔ مسلمان کے پیچھے سے ایک دوسرے مشرک نے آ کر اُسے دھوکے سے قتل کرنا چاہا۔ یہ صورت حال دیکھ کر میں پیچھے سے آنے والے دھوکے باز مشرک کی طرف تیزی سے جھپٹا۔ اس نے مجھے مارنے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا تو میں نے وار کر کے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس نے مجھے دبا کر اتنے زور سے بھینچا کہ مجھے اپنی موت کا خطرہ لاحق ہو گیا، پھر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس دوران اس کی گرفت ڈھیلی پڑی تو میں نے اسے پرے دھکیل کر قتل کر دیا۔ اسی دوران مسلمان ہزیمت زدہ ہو کر بھاگ نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ بھاگنے لگا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی جگہ ڈٹے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا: ''یہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''اللہ کا فیصلہ ہے''۔ اس کے بعد لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف پلٹ آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ أَقَامَ بَيِّنَةً عَلٰى قَتِيلٍ قَتَلَهُ، فَلَهُ سَلَبُهُ)

''جو شخص اس بات کا ثبوت فراہم کر دے کہ فلاں کافر مقتول کو اس نے قتل کیا ہے تو مقتول کا ساز وسامان اسی کو ملے گا''۔

میں اپنے ہاتھوں قتل ہونے والے کافر پر کسی گواہ کو تلاش کرنے نکلا لیکن مجھے کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جو میرے حق میں گواہی دے، چنانچہ میں تلاش بسیار کے بعد بیٹھ گیا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر تمام معاملہ گوش گزار تو کروں، چنانچہ میں نے اسی طرح کیا۔ میری گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ''ابوقتادہ
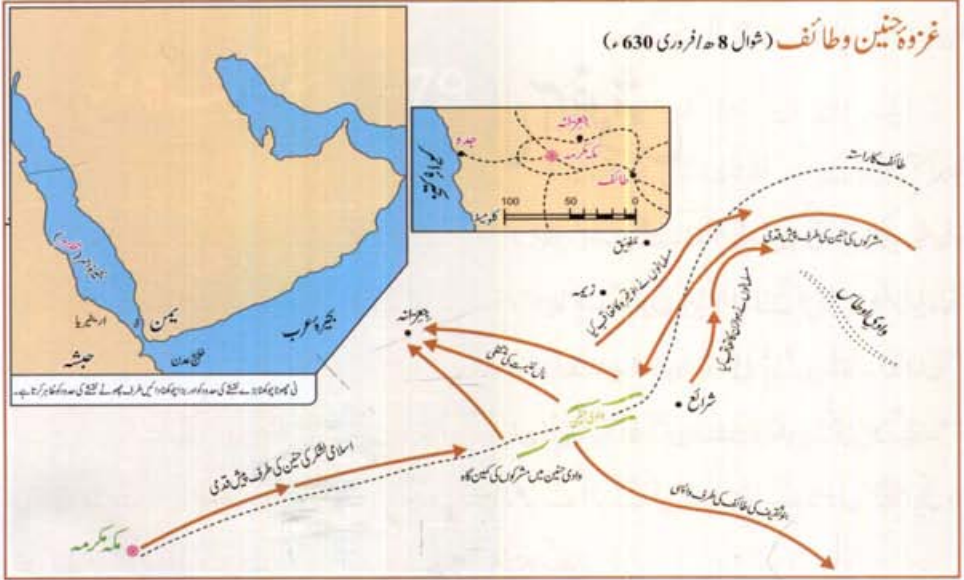
جس شخص کو قتل کرنے کی بات کر رہے ہیں اس کا سامان اور اسلحہ میرے پاس ہے۔ آپ ابو قتادہ کو اپنی طرف سے کچھ دے کر میری طرف سے راضی کر دیں اور سامان مجھے دلوا دیں''۔ اس پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(كَلَّا لَا يُعْطِهِ أُصَيْبِغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَّ يَدَعُ أَسَدًا مِّنْ أُسْدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ)

''ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک بزدل کو تو سامان دلا دیں اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو محروم کر دیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی حمایت اور تحفظ کی جنگ لڑتا ہے''۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے وہ سامان دلوا دیا۔ میں نے اس سامان کے عوض ایک باغ خریدا۔ یہ میری پہلی جائیداد تھی جو میں نے دور اسلام میں حاصل کی۔

صحيح البخاري، حديث:4322۔

اس معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کے باوجود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ کن لہجے میں گفتگو کرنا اور قسم اٹھانے میں سبقت کرنا اور پھر اس سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی گفتگو کی تصدیق کرتے ہوئے آپ کی کہی ہوئی بات کے مطابق فیصلہ صادر فرمانا درحقیقت وہ شرف و منزلت اور خصوصیت ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں آئی۔

77- وسیع رحمت کی آغوش

بنو ثقیف طائف کے رہنے والے تھے یہ بڑے جنگجو اور بہادر لوگ تھے۔ 8 ہجری میں فتح مکہ ہوا۔ پھر غزوہ حنین کی فتح کے بعد آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے ہمراہ طائف کا رخ کیا، اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اسلامی لشکر میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بھی شامل تھے۔ دونوں طرف تیر چل رہے تھے۔ ان میں ایک تیر سیدنا عبداللہ بن ابی بکر کو لگا جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ انہیں زخمی حالت میں ہی مدینہ لایا گیا۔ جہاں وہ اس زخم کے بگڑنے کی بنا پر اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے چالیس دن کے بعد خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

اللہ کے رسول ﷺ سے غزوہ طائف کے موقع پر عرض کی گئی کہ آپ ثقیف پر بد دعا کریں۔ آپ ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے اور عرض کیا: ''اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں ہمارے پاس لے آ''۔

آپ ﷺ کی دعا پوری ہوئی اور آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی بنو ثقیف کے سرکش لوگ مطیع ہو گئے

78- غزوۂ تبوک میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اعزاز

رسول اللہ ﷺ تیس ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک بڑے لشکر کو ہمراہ لے کر غزوۂ تبوک کے لیے نکلے۔ اس مرتبہ آپ شام میں رومیوں سے برسرپیکار ہونے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب لشکر اسلام رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں ثنیۃ الوداع نامی مقام پر جمع ہوا تو آپ ﷺ نے قائدین، جرنیلوں اور کمانڈروں کو منتخب فرمایا اور انہیں علم اور جھنڈے عطا کیے۔ اس موقع پر آپ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لشکر اسلام کا سب سے بڑا علم عطا فرمایا۔

صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی: 243/1۔

اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بنو ثقیف کا وفد مدینہ آیا۔ جوان بیٹا عبداللہ شہید ہو چکا تھا۔ طائف میں لگنے والا تیر ان کے پاس محفوظ تھا۔ جوان بیٹے کی وفات کا صدمہ کوئی معمولی نہیں ہوتا۔ وفد کے ارکان کو وہ تیر دکھایا اور پوچھا:

(هَلْ يَعْرِفُ هٰذَا السَّهْمَ مِنْكُمْ أَحَدٌ؟)

''تم میں سے کوئی آدمی اس تیر کو پہچانتا ہے؟'' بنو عجلان کے فرد سعید بن عبید نے جواب دیا: ''میں نے ہی اس تیر کو تراشا، اس کے پر تیار کیے اور میں نے ہی یہ تیر چلایا تھا''۔

79- بنو ثقیف کا وفد

رمضان المبارک 9 ہجری میں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے تو طائف سے بنو ثقیف کا وفد اپنے اسلام کا اعلان کرنے کے لیے مدینہ منورہ آیا یہ نہایت خوشی کا موقع تھا کہ ایک اڑیل قوم کے سردار مطیع ہو کر مدینہ آئے ہیں۔ جیسے ہی یہ وفد مدینہ منورہ کے قریب نمایاں ہوا تو سیدنا ابوبکر اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک نے دوسرے سے سبقت لے جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وفد کی آمد کی خوش خبری سنانے کی کوشش کی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ خوش خبری سنانے میں سبقت لے گئے۔

السيرة النبوية، لابن هشام: 4/193۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(فَإِنَّ هٰذَا السَّهْمَ الَّذِي قَتَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَكْرَمَهُ بِيَدِكَ وَلَمْ يُهِنْكَ بِيَدِهِ، فَإِنَّهُ أَوْسَعُ لَكُمَا)

''بلاشبہ یہی وہ تیر ہے جس کی وجہ سے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔ سب تعریف اسی اللہ کے لیے ہے جس نے تیرے ہاتھوں عبداللہ کو شہادت جیسی عزت بخشی اور تجھے بھی عبداللہ کے ہاتھوں (قتل کرا کے) رسوا نہیں کیا۔ اس نے تم دونوں کو اپنی وسیع رحمت کی آغوش میں چھپا لیا''۔

خطب أبي بكر الصديق، لمحمد أحمد عاشور، ص: 118۔

80- غزوۂ تبوک میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مالی قربانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر طویل اور کٹھن سفر اور مدمقابل مشرکین کی کثرت کے پیش نظر صحابۂ کرام کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی خوب ترغیب دلائی اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر عظیم کی بشارت سنائی، چنانچہ ہر صحابی نے اپنی وسعت و استطاعت کے مطابق اس کار خیر میں حصہ لیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا۔ اس غزوے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ مال خرچ کیا۔

> ''میں کسی کارِ خیر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی سبقت نہیں لے سکتا''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنا آدھا مال اللہ کے راستے میں صدقہ کیا اور یہ گمان کیا کہ یقیناً وہ اس کار خیر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جائیں گے۔

یہ واقعہ ہم خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر میرے پاس خوب مال موجود تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: ''اگر میں کسی دن کسی کار خیر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے سکتا ہوں تو وہ آج کا دن ہے''۔ چنانچہ میں اپنا نصف مال لے کر حاضر خدمت ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا:

(مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟) ''آپ نے اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑا ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''اس مال کے برابر چھوڑ آیا ہوں''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جو کچھ موجود تھا وہ سارے کا سارا لے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا:

(مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟)

''آپ اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑ آئے ہیں؟''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

(أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ)

''میں ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں''۔

81- کامیاب تاجر

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 573ء میں عام الفیل کے تقریباً تین سال بعد پیدا ہوئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بعثت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے دوست تھے۔ آپ رسول اللہ ﷺ سے تقریباً تین سال چھوٹے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے ان کے میل ملاقات اور گفت وشنید کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر نے نبی کریم ﷺ کی نصرت اور مدد کے لیے کبھی کسی جانی اور مالی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ آپ ایک کامیاب تاجر تھے۔ تجارت میں بیش بہا مال کمایا۔ اپنی اسی کمائی سے آپ نے اللہ کی راہ میں چالیس ہزار درہم خرچ کیے۔

أبو بكر الصديق، لمحمد رشيد رضا، ص:10۔

تب میں نے کہا: ''میں کسی کارِ خیر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی سبقت نہیں لے سکتا''۔ [1]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل کارخیر میں مسابقت اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جائز رشک پر مبنی تھا لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے افضل اور بہتر حالت میں تھے کیونکہ ان کی یہ نیکی مقابلہ بازی سے کلی طور پر خالی تھی اور اس سلسلے میں آپ کی نظر کسی اور کی نیکی پر نہیں تھی۔ [2]

[1] السيرة النبوية للصلابي، ص: 615. [2] سنن أبي داود: 1678۔

82- رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کے لیے دعا کی درخواست

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم شدید گرمی کے موسم میں تبوک کے لیے نکلے۔ دوران سفر ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ وہاں ہمیں اس قدر شدت کی پیاس لگی کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہمارا وقت اجل قریب آ پہنچا ہے۔ پیاس کی شدت سے ہم اس حد تک مجبور ہوگئے کہ ہم میں سے کوئی آدمی پیاس بجھانے کے لیے اپنا اونٹ ذبح کرتا اور اس کی اوجھڑی کو نچوڑ کر اسے نوش کر لیتا اور باقی ماندہ پانی کو اپنے پہلو پر باندھ لیتا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے درخواست کی:

(يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَوَّدَكَ فِي الدُّعَاءِ خَيْرًا فَادْعُ اللّٰهَ)

''اے اللہ کے رسول! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرماتا ہے اور آپ کو خیر و برکت سے نوازتا ہے، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (أَتُحِبُّ ذٰلِكَ؟)

''کیا آپ یہ بات پسند کرتے ہیں؟''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: (نَعَمْ) ''جی ہاں!''
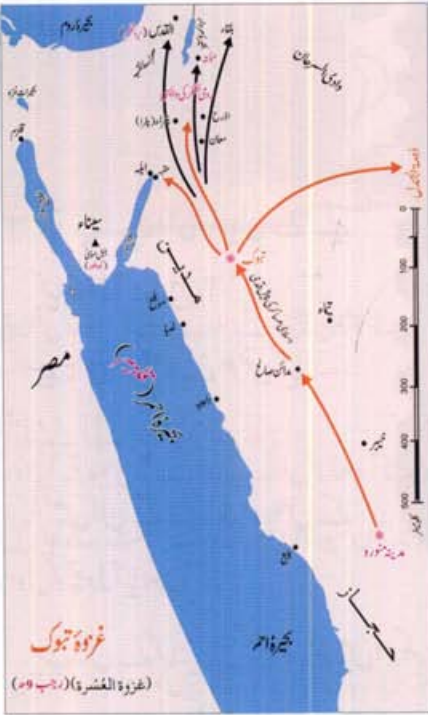
چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور ابھی نیچے نہ کیے تھے کہ آسمان پر ابر رحمت گرجنے لگا۔ پہلے ہلکی ہلکی بارش ہوئی، پھر موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے برتنوں کو پانی سے بھر لیا، پھر ہم اردگرد بارش کے آثار دیکھنے لگے تو ہمیں لشکر کی حدود سے آگے کہیں بارش برستی نظر نہیں آئی۔

صحیح ابن حبان، حدیث: 1707۔

83- اسلامی بھائی چارہ اور محبت

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو گاہے بگاہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اسلام کے لیے خدمات اور ان کے مقام و مرتبے سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

(إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَ مَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ وَّلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَ مَوَدَّتُهُ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ، إِلَّا بَابَ أَبِي بَكْرٍ)

''مجھے سب لوگوں سے بڑھ کر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اپنی صحبت اور مال سے ممنونِ احسان کیا ہے۔ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن ہمارا باہمی تعلق اسلامی بھائی چارے اور محبت کا ہے۔ مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیے جائیں لیکن ابوبکر کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے''۔

مسجد نبوی کے مغربی باب السلام کے ساتھ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ تھا۔

صحیح البخاري، حدیث:3654

84- امیر حج

9 ھ میں موسم حج آیا تو نبی کریم ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا لیکن آپ نے یہ کہہ کر اپنا ارادۂ حج ملتوی فرمایا:

(إِنَّهُ يَحْضُرُ الْبَيْتَ عُرَاةٌ مُّشْرِكُونَ يَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ، فَلَا أُحِبُّ أَنْ أَحُجَّ حَتَّى لَا يَكُونَ ذٰلِكَ)

''بیت اللہ میں مشرک برہنہ حالت میں آ کر بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، جب تک یہ حالت تبدیل نہیں ہو جاتی میں حج کرنا پسند نہیں کروں گا''۔ (1)

چنانچہ 9 ہجری میں آپ ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ حجاج کے قافلے کو لے کر چل پڑے تو سورۂ توبہ نازل ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچنے کا حکم دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی عضباء پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور ذوالحلیفہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھتے ہی پوچھا:

(أَمِيرٌ أَمْ مَّأْمُورٌ؟) ''آپ امیر بن کر تشریف لائے ہیں یا ماتحت بن کر؟''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''ماتحت ہو کر!'' پھر وہ لوگ روانہ ہوئے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کے لیے۔ قبائل کی تقسیم کے اعتبار سے۔ انہی مقامات پر قیام کا حکم دیا جن مقامات پر وہ دور جاہلیت میں قیام کرتے تھے۔ صحیح روایات کے مطابق اس سال حج کی ادائیگی ذوالحجہ ہی کے مہینے میں ہوئی تھی۔ ذوالقعدہ کے مہینے میں نہیں ہوئی تھی جیسا کہ کہا جاتا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یوم ترویہ سے پہلے 8 ذوالحجہ کو، یوم عرفہ، یوم نحر اور 12 ذوالحجہ کو خطبات ارشاد فرمائے۔ ان خطبات میں آپ نے لوگوں کو

وقوف عرفات، منیٰ کی طرف لوٹنے، قربانی کرنے، منیٰ سے مکہ معظمہ واپس پلٹنے اور جمرات کو کنکریاں مارنے جیسے مناسک حج سکھائے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان تمام مواقع پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے رہے۔ آپ لوگوں کو سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات پڑھ کر سناتے اور پھر لوگوں کے سامنے ان چار امور کا اعلان فرماتے:

(لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَّلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ، وَّ مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَهْدٌ فَعَهْدُهُ إِلٰى مُدَّتِهِ، وَلَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ)

''جنت میں مؤمن کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا، کوئی شخص برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا، جس شخص کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے تو اس کا معاہدہ مقررہ مدت تک قائم رہے گا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا''۔ [2]

الطبقات الكبرى، لابن سعد: 168/2۔ [2] صحيح السيرة النبوية، لإبراهيم العلي، ص: 625۔

85- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت عزت کرتے تھے حتی کہ ان کے سامنے بھی ان کی تعریف کر دیتے تھے۔ انھیں امامت کے لیے اپنا قائم مقام بنایا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان، خیبر، فتح مکہ، حنین اور حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نشین و ہم رکاب تھے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرکزی جھنڈا جس کا رنگ سیاہ تھا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ غزوہ احد اور حنین کے موقع پر صدیق اکبر ثابت قدم رہے اور پوری دلجمعی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے۔ آپ ان کبار صحابہ میں شامل تھے جنھیں مکمل قرآن یاد تھا۔ جب ایک بدبخت عقبہ بن اُبی معیط نے ایک چادر کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گلا دبانا چاہا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُسے دھکا دے کر پیچھے ہٹایا اور فرمایا:

﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ﴾ (غافر: 28)

''کیا تم ایک شخص کو محض اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ اور تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح نشانیاں بھی آ چکی ہیں''۔

أبو بكر الصديق، لمحمد رشيد رضا، ص: 14۔

86- رازِ نبوی کی حفاظت

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری دختر حفصہ اپنے شوہر خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی غزوۂ بدر میں شہادت کے بعد بیوہ ہوگئیں۔ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا: ''اگر آپ پسند کریں تو میں آپ سے حفصہ کا نکاح کر دوں''۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سوچ کر جواب دوں گا۔ پھر وہ مجھے ملے تو کہنے لگے: ''میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میں ان دنوں شادی نہ کروں''۔ پھر میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور انہیں حفصہ سے نکاح کرنے کی پیش کش کی۔ انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ کوئی جواب نہ دیا۔ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر زیادہ رنجیدہ خاطر ہوا۔ چند دن میں نے توقف کیا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے سلسلے میں کسی سے گفتگو نہ کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا تو میں نے اس کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ اس نکاح کے بعد مجھے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور فرمانے لگے:

(لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ لَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ؟)

''شاید آپ نے محسوس کیا ہوگا جب میں نے آپ کی پیش کش کا کوئی جواب نہیں دیا تھا''۔ میں نے کہا: ''جی ہاں!'' انہوں نے فرمایا:

(إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ إِلَّا أَنِّي عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا لَنَكَحْتُهَا)

'' آپ کی پیش کش کا جواب دینے میں صرف یہ بات رکاوٹ بنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا تذکرہ کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشا کروں۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا ارادہ ترک فرما دیتے تو میں ان سے نکاح کر لیتا''۔

صحيح البخاري، حديث:4005۔

-87

واقعہ اِفک

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ایک انتہائی نازک اور کڑا وقت بھی آیا۔ ایسے وقت میں ثابت قدم رہنا اور اپنے جذبات پر قابو رکھنا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ معاملہ انتہائی حساس تھا۔ منافقین نے ان کی لخت جگر پر اتہام اور طنز کے نشتر چلائے تھے۔ مرد بحران سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بحران سے بھی سرخرو ہو کر نکلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کے دل میں ان کی قدر پہلے سے بڑھ گئی۔ یہ جانگسل واقعہ غزوہ بنی المصطلق میں پیش آیا۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ سفر میں جاتے ہوئے ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ جس کا قرعہ نکل آتا اسے ہمراہ لے جاتے۔ اس غزوہ میں قرعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ساتھ لے گئے۔ غزوے سے واپسی میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا۔ سیدہ عائشہ اپنی حاجت کے لیے گئیں اور اپنی بہن کا ہار جسے عاریۃً لے گئی تھیں کھو بیٹھیں۔ احساس ہوتے ہی فوراً اس جگہ واپس آگئیں جہاں ہار غائب ہوا تھا۔ اسی دوران وہ لوگ آئے جو آپ کا ہودج اونٹ پر لادا کرتے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ آپ ہودج کے اندر تشریف فرما ہیں، اس لیے اسے اونٹ پر لاد دیا اور ہودج کے ہلکے پن پر نہ چونکے۔ کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی نو عمر تھیں' بدن بھاری اور بوجھل نہ تھا۔ نیز چونکہ کئی آدمیوں نے مل کر ہودج اٹھایا تھا اس لیے بھی ہلکے پن پر تعجب نہ ہوا۔ اگر صرف ایک یا دو آدمی اٹھاتے تو انہیں ضرور محسوس ہو جاتا۔

بہرحال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہار ڈھونڈ کر قیام گاہ پہنچیں تو پورا لشکر جا چکا تھا اور میدان بالکل خالی پڑا تھا' نہ کوئی

پکارنے والا تھا نہ جواب دینے والا۔ وہ اس خیال سے وہیں بیٹھ گئیں کہ لوگ انہیں نہ پائیں گے تو پلٹ کر وہیں تلاش کرنے آئیں گے لیکن اللہ اپنے امر پر غالب ہے وہ بالائے عرش سے جو تدبیر چاہتا ہے کرتا ہے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ لگ گئی اور وہ سوگئیں۔ پھر صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی یہ آواز سن کر بیدار ہوئیں وہ کہہ رہے تھے ''انا للہ وانا الیہ راجعون! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اس جگہ......؟'' وہ پچھلی رات کو لشکر کے پیچھے چلا آرہا تھا۔ صبح کو اس جگہ پہنچا جہاں آپ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ انہوں نے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو پہچان لیا' کیونکہ وہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے بھی انہیں دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے انا للہ پڑھی اور اپنی سواری سیدہ عائشہ کے قریب کر کے بٹھا دی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہوگئیں۔ سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ نے انا للہ کے سوا زبان سے ایک لفظ نہ نکالا' چپ چاپ سواری کی نکیل تھامی اور پیدل چلتے ہوئے لشکر میں آگئے۔ یہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا اور لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا۔ انہیں اس کیفیت کے ساتھ آتا دیکھ کر مختلف لوگوں نے اپنے اپنے انداز پر تبصرہ کیا اور اللہ کے دشمن خبیث عبداللہ بن ابی کو اپنے خبث باطن کی بھڑاس نکالنے کا ایک اور موقع مل گیا۔ چنانچہ اس کے پہلو میں نفاق اور حسد کی جو چنگاری سلگ رہی تھی اس نے اس کے کرب پنہاں کو عیاں کر دیا' یعنی بدکاری کی تہمت تراش کر واقعات کے تانے بانے بننا' تہمت کے خاکے میں رنگ بھرنا، اسے پھیلانا اور بڑھا چڑھا کر بیان کرنا شروع کیا۔ اس کے ساتھی بھی اسی بات کو بنیاد بنا کر جب مدینہ آئے تو ان سب نے خوب جم کر پروپیگنڈہ کیا۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے' کچھ بول نہیں رہے تھے' لیکن جب لمبے عرصے تک وحی نہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ کے بارے میں اپنے خاص صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ کسی صحابی نے علیحدگی کا مشورہ دیا مگر زیادہ تر صحابہ کرام نے یہی مشورہ دیا کہ آپ انہیں اپنی زوجیت میں برقرار رکھیں اور دشمنوں کی بات پر کان نہ دھریں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی کی ایذا رسانیوں سے نجات دلانے کی طرف توجہ دلائی۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی اجازت چاہی لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ پر جو عبداللہ بن ابی کے قبیلہ خزرج کے سردار تھے' قبائلی حمیت غالب آگئی اور دونوں حضرات میں ترش کلامی ہوگئی جس کے نتیجے میں دونوں قبیلے بھڑک اٹھے۔

رسول اللہ ﷺ نے خاصی کوشش سے انہیں خاموش کیا' پھر خود بھی خاموش ہو گئے۔

ادھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حال یہ تھا کہ وہ غزوے سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئیں اور ایک مہینے تک مسلسل بیمار رہیں۔ انہیں اس تہمت کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ البتہ انہیں یہ بات کھٹکتی رہتی تھی کہ بیماری کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جس لطف وعنایت کا معمول رہا کرتا تھا اب وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بیماری ختم ہوئی تو وہ ایک رات ام مسطح رضی اللہ عنہا کے ہمراہ قضائے حاجت کے لیے میدان میں گئیں۔ اتفاق سے ام مسطح اپنی چادر میں پھنس کر پھسل گئیں اور اس پر انہوں نے اپنے بیٹے کو بددعا دی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حرکت پر انہیں ٹوکا تو انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بتلانے کے لیے کہ میرا بیٹا بھی پروپیگنڈے کے جرم میں شریک ہے تہمت کا واقعہ کہہ سنایا۔ سیدہ عائشہ نے واپس آ کر اس خبر کا ٹھیک ٹھاک پتا لگانے کی غرض سے رسول اللہ ﷺ سے والدین کے پاس جانے کی اجازت چاہی' پھر اجازت پا کر والدین کے پاس تشریف لے گئیں اور صورتِ حال کا یقینی طور پر علم ہو گیا تو بے اختیار رونے لگیں اور پھر دو راتیں اور ایک دن روتے روتے گزر گیا۔ اس دوران نہ تو انہیں نیند آئی اور نہ ہی آنسو کی جھڑی رکی۔ وہ محسوس کرتی تھیں کہ روتے روتے کلیجہ شق ہو

88- غیرت صدیق اکبر اور نبی ﷺ کی طرف سے آپ کی بیوی کا تزکیہ

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو ہاشم کا کوئی شخص سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدنا اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے پاس آیا، اسی اثنا میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی گھر تشریف لے آئے اور یہ صورت حال انہیں بڑی ناگوار گزری۔ آپ نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا اور کہا کہ میں نے کوئی بری چیز نہیں دیکھی۔

جائے گا۔اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔کلمہ شہادت پر مشتمل خطبہ پڑھا اور امابعد کہہ کر فرمایا:

''اے عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے تمہارے متعلق ایسی اور ایسی بات کا پتا چلا ہے، اگر تم اس سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری براءت ظاہر فرما دے گا اور اگر خدانخواستہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگو اور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے اللہ کے حضور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے''۔

اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنسو ایک دم تھم گئے اور اب انہیں آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہو رہا تھا۔ انہوں نے اپنے والدین سے کہا کہ وہ آپ کو جواب دیں لیکن ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دیں۔اس کے بعد سیدہ نے خود ہی کہا: ''واللہ میں جانتی ہوں کہ یہ بات سنتے سنتے آپ لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی ہے اور آپ لوگوں نے اسے بالکل سچ سمجھ لیا ہے اس لیے اب اگر میں یہ کہوں کہ میں بَری ہوں ......اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بَری ہوں......تو آپ لوگ اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔اور اگر میں کسی ایسے گناہ کا اعتراف کر لوں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے

آپ ﷺ نے فرمایا: (إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ بَرَّأَهَا مِنْ ذٰلِكَ)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اسماء کو اس فعل شنیع سے دور رکھا ہے''۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

(لَا يَدْخُلُ رَجُلٌ بَعْدَ يَوْمِي هٰذَا عَلٰى مُغِيبَةٍ إِلَّا وَمَعَهُ رَجُلٌ أَوِاثْنَانِ)

''آج کے بعد کوئی شخص ایک آدمی یا دو آدمیوں کی معیت کے بغیر اکیلا کسی ایسی عورت کے پاس نہ جائے جس کا خاوند گھر پر نہ ہو''۔

الرياض النضرة، ص:237۔

نہیں کیا تو آپ لوگ اس بات کو فوراً مان لیں گے۔ ایسی صورت میں واللہ میرے اور آپ لوگوں کے لیے وہی مثال ہے جو کلمات حضرت یوسف علیہ السلام کے والد نے کہے تھے کہ:

﴿ فَصَبۡرٌ جَمِيلٌۖ وَٱللَّهُ ٱلۡمُسۡتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴾ یوسف: 18۔

''صبر ہی بہتر ہے اور تم لوگ جو کہتے ہو اس پر اللہ کی مدد مطلوب ہے''۔

اس کے بعد سیدہ عائشہ دوسری طرف جا کر لیٹ گئیں اور اسی وقت رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ پھر جب آپ ﷺ سے نزول وحی کی شدت ختم ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے اور آپ ﷺ نے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ نے تمہیں بری کر دیا۔ اس پر ان کی ماں فرط مسرت سے بولیں: عائشہ! حضور کی جانب اٹھو اور ان کا شکریہ ادا کرو۔ انہوں نے اپنے دامن کی براءت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت پر اعتماد و وثوق کے سبب قدرے ناز کے انداز میں کہا: ''واللہ میں تو ان کی طرف نہیں اٹھوں گی اور صرف اپنے اللہ کی حمد کروں گی''۔

واقعہ افک کی مناسبت سے جو آیات اللہ نے نازل فرمائیں وہ سورہ نور کی دس آیات ہیں جو ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ جَآءُو بِٱلۡإِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنكُمۡ ﴾ سے شروع ہوتی ہیں اور ﴿ وَأَنَّ ٱللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ پر ختم ہوتی ہیں۔ (النور: 11-20)

صحيح البخاري، حديث: 4750۔

بلاشبہ یہ عرصہ سیدنا ابوبکر صدیق اور ان کے اہل خانہ پر بے حد مشکل اور کٹھن تھا۔ مگر انہوں نے نہایت ثابت قدمی سے ان حالات کا مقابلہ کیا۔ اور اللہ تعالی نے انہیں اور ان کی بیٹی کو اس آزمائش میں نہ صرف سرخرو فرمایا بلکہ سیدہ کے کردار کی پاکیزگی پر بذات خود سات آسمانوں کے اوپر سے گواہی دی اور اسے اپنے مقدس کلام کا حصہ بنا دیا تاکہ قیامت تک کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والے سیدہ کے حسن کردار کی گواہی دیتے رہیں۔

89- عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی وفات پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز تبصرہ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھا۔ایک دفعہ میں آدھی رات کے وقت اٹھا تو میں نے لشکر کی ایک جانب کچھ روشنی دیکھی۔ میں صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے اس طرف گیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما موجود ہیں اور سیدنا عبداللہ ذوالبجادین مزنی رضی اللہ عنہ وفات پا چکے ہیں۔ انہیں دفن کرنے کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قبر کھود چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے ہوئے ہیں اور سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ان کی میت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب قبر میں اتار رہے ہیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

(أَدْنِيَا إِلَى أَخِيكُمَا) ''اسے اپنے بھائی کے قریب کرو''۔

چنانچہ انہوں نے ان کی میت کو آپ کی طرف بڑھا کر نیچے اتار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی میت کو پہلو کے بل کیا تو فرمایا:

(اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَمْسَيْتُ رَاضِيًا عَنْهُ فَارْضَ عَنْهُ)

''اے اللہ! میں اس آخری شام تک اس سے راضی تھا، لہٰذا تو بھی اس سے راضی ہو جا''۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(يَا لَيْتَنِي كُنْتُ صَاحِبَ الْحُفْرَةِ)

''کاش! اس قبر میں عبداللہ ذوالبجادین کی جگہ میں ہوتا''۔ [1]

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب کسی میت کو لحد میں اتارتے تو کہتے:

(بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَ بِالْيَقِينِ وَ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ)

''میں تجھے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر دفن کرتا ہوں اور میں ایمان ویقین کی حالت میں اور موت پر اور موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان رکھتے ہوئے میت کو لحد میں اتارتا ہوں''۔ [2]

[1] صحيح السيرة النبوية لإبراهيم العلي، ص:598۔ [2] موسوعة فقه الصديق، للدكتور قلعجي، ص:222۔

90- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو خوشی اور رنجش کے ہمراز

ایک دفعہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو اپنی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلند آواز سنائی دی۔ آپ نے یہ کہتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا:

(أَلَا أَرَاكِ تَرْفَعِينَ صَوْتَكِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ)

''یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز بلند کر رہی ہو''۔

یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تھپڑ مارنے سے روکا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو کر واپس چلے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

(أَرَأَيْتِ كَيْفَ أَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ)

''دیکھا! میں نے تمھیں اس آدمی سے کس طرح بچایا''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چند دن ملاقات سے توقف کیا، پھر آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضر خدمت ہونے کی اجازت چاہی تو آپ نے دونوں میاں بیوی کو باہم راضی خوشی پایا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

(أَدْخِلَانِي فِي سِلْمِكُمَا كَمَا أَدْخَلْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا)

''جس طرح آپ دونوں نے مجھے اپنی شکر رنجی میں شریک کیا تھا، اسی طرح مجھے اپنی صلح (کی خوشی) میں بھی شریک فرمایئے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا) ''ہم نے آپ کو شریک کرلیا، شریک کرلیا''۔

سنن أبي داود، حديث: 4999۔

91- ہر قسم کی نیکیوں میں پیش پیش

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

(مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ صَائِمًا؟) ''آج تم میں سے کس کا روزہ ہے؟''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: (أَنَا) ''میرا''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

(فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً؟)

''آج تم میں سے کس شخص نے جنازے میں شرکت کی ہے؟''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: (أَنَا) ''میں نے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا:

(فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضًا؟)

''آج تم میں سے کس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی ہے؟''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: (أَنَا) ''میں نے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مَا اجْتَمَعْنَ فِي امْرِئٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ)

''جس شخص میں یہ صفات حمیدہ جمع ہو جائیں وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا''۔

صحیح مسلم، حدیث: 1028۔

92- مہمان نوازی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نمایاں خوبیوں میں سے ایک مہمان نوازی بھی ہے۔ وہ بے حد مہمان نواز تھے۔ اپنے اہل خانہ کی تربیت اس انداز سے کی تھی کہ اگر گھر میں مہمان آجائیں تو ان کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ اگر مہمان نوازی میں کوئی کمی رہ جاتی تو اس پر اپنے اہل خانہ کا محاسبہ بھی کرتے۔ ان کی مہمان نوازی کے حوالے سے ایک واقعہ پڑھتے ہیں۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ نادار اور تنگدست لوگ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا:

(مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ

وَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ أَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ أَوْ سَادِسٍ)

''جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ (اصحاب صفہ میں سے ایک) تیسرا آدمی لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ (اصحاب صفہ میں سے ایک یا دو) پانچواں یا چھٹا (آدمی) لے جائے''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تین آدمی لے آئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں گھر چھوڑ کر پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آگئے اور رات کا کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تناول کیا اور پھر اتنی رات گئے آئے جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی۔ آپ کی بیوی نے آپ سے پوچھا: ''آپ کو اپنے مہمانوں (کی مہمان نوازی) سے کس چیز نے روک دیا؟'' یعنی آپ گھر سے غیر حاضر رہے اور مہمان کھانا نہ کھا سکے۔

آپ نے جواباً سوال کیا: (وَمَا عَشَّيْتِهِمْ؟) ''کیا تم نے انہیں کھانا نہیں کھلایا؟''

آپ کی بیوی نے جواب دیا: ''ہم نے تو انہیں کھانا پیش کیا تھا مگر انہوں

ہم لقمہ اٹھاتے تو نیچے پلیٹ میں پہلے سے بھی زیادہ کھانا بڑھ جاتا تھا

نے آپ کی آمد تک کھانا کھانے سے انکار کردیا تھا''۔

عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں والد محترم کی ناراضی اور ڈانٹ سے بچنے کے لیے چھپ گیا، مگر انہوں نے مجھے بلوالیا اور سرزنش کی، پھر مہمانوں سے کہنے لگے:

(كُلُوا هَنِيئًا وَّاللّٰهِ! لَا أَطْعَمُ أَبَدًا)

''اب تم سکون واطمینان سے کھاؤ۔ اللہ کی قسم! میں کبھی یہ کھانا نہیں کھاؤں گا''۔

ایک مہمان نے بھی قسم کھالی کہ وہ بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھائے گا جب تک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کھانا تناول نہیں کرتے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (هٰذِهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ) ''یہ قسم شیطانی ہے''۔

پھر آپ نے کھانا منگوایا اور ان کے ساتھ تناول کیا۔

سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! ہم لقمہ اٹھاتے تو نیچے پلیٹ میں پہلے سے بھی زیادہ کھانا بڑھ جاتا تھا حتی کہ جب سب سیر ہوگئے تو کھانے کی حالت یہ تھی کہ وہ پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکا تھا''۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کھانا جوں کا توں پڑا ہے بلکہ کچھ زیادہ ہی ہوگیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے پوچھا:

(يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ! مَا هٰذَا؟) ''بنوفراس کی بہن! یہ کیا ماجرا ہے؟''

وہ کہنے لگیں: ''یہ کھانا تو پہلے کی نسبت تین گنا زیادہ ہوگیا ہے''۔

آپ نے اس کھانے سے کھایا، پھر اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ وہ کھانا صبح تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا۔ ہمارے اور (کفار کی) قوم کے مابین معاہدہ تھا۔ اس معاہدے کی مدت ختم ہوچکی تھی۔ ہم نے ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے اپنے لشکر کو بارہ کمانڈروں کی قیادت میں تقسیم کیا تھا اور ان بارہ میں سے ہر کمانڈر کے ماتحت کتنے لوگ تھے، یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس سارے لشکر نے صبح کا ناشتہ اسی کھانے سے کیا۔

صحيح البخاري، حديث :3581، و صحيح مسلم، حديث:2057.

93- آل ابوبکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر نکلے۔ جب ہم بیداء یا ذات الجیش نامی مقام پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر کہیں کھو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش میں وہیں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ وہیں رُک گئے۔ اس موقع پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس پانی تھا نہ اس جگہ پانی کا کوئی نام ونشان تھا، چنانچہ لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر شکوہ کرنے لگے: ''آپ نے دیکھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر لوگوں کو ایسی جگہ روک رکھا ہے جہاں پانی ہی نہیں ہے اور لوگوں کے پاس بھی پانی موجود نہیں''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانو پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

(حَبَسْتِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسَ وَ لَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَّ لَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ)

''تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور سب لوگوں کو ایسی جگہ روک رکھا ہے جہاں پانی کا کوئی چشمہ یا کنواں نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی ہے''۔

قصہ مختصر آپ نے مجھے ڈانٹ پلائی اور جو کچھ منشائے الٰہی تھا مجھ سے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت آرام فرما رہے تھے۔ میں نے اس خیال سے کہ کہیں میرے بولنے اور وضاحت کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ آجائے، خاموشی میں ہی عافیت جانی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کوئی جواب نہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک سوئے رہے، چنانچہ آپ کی صبح بغیر پانی کے ہوئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَقۡرَبُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنتُمۡ سُكَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَعۡلَمُواْ مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغۡتَسِلُواْۚ وَإِن كُنتُم مَّرۡضَىٰٓ أَوۡ عَلَىٰ سَفَرٍ

أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ ٱلْغَآئِطِ أَوْ لَـٰمَسْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوا۟ مَآءً فَتَيَمَّمُوا۟ صَعِيدًا طَيِّبًا فَٱمْسَحُوا۟ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٤٣﴾

''اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ جو تم کہہ رہے ہو اسے سمجھنے لگو اور نہ ہی ناپاکی کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) یہاں تک کہ تم غسل کر لو۔ ہاں، اگر راہ چلتے (مسجد سے) گزرو تو اور بات ہے۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت سے (فارغ ہو کر) آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو، چنانچہ اسے اپنے منہ اور ہاتھوں پر مل لو، بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا بخشنے والا ہے''۔ ①

سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس رخصت کے نزول کی مناسبت سے فرمایا:

''آل ابوبکر! یہ کوئی تمہاری پہلی برکت نہیں ہے''۔ یعنی تمہارے سبب سے اللہ تعالیٰ نے تیمم کی اجازت عطا فرمائی اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے سہولت میسر ہو گئی۔ سیدنا اسید بن حضیر نے فرمایا کہ اس طرح کی بہت سی برکات آل ابوبکر کی وجہ سے پہلے بھی امت کو حاصل ہو چکی ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں جس اونٹ پر سوار تھی ہم نے اسے اٹھایا تو ہمیں اُسی کے نیچے سے ہار مل گیا۔ ②

① النسآء :43. ② صحيح البخاري، حديث:3672-

94- رزق حلال کی جستجو

سیدنا قیس بن ابو حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام جب بھی کھانا لے کر آتا تو آپ اس غلے کے بارے میں پوری تفتیش کیے بغیر اس میں سے کچھ بھی نہیں کھاتے تھے۔ تحقیقات کے بعد اگر وہ چیز آپ کو مرغوب ہوتی تو کھا لیتے ورنہ نہ کھاتے۔ اتفاقاً ایک رات آپ نے اس کا لایا ہوا کھانا بلا تحقیق کھا لیا، پھر آپ نے غلام سے اس کھانے کے بارے میں تحقیق کی تو اس نے کھانے کے حصول کا ایسا ذریعہ بیان کیا جو آپ کے نزدیک مکروہ تھا، چنانچہ آپ نے اپنی انگلی منہ میں ڈال کر سارا کھانا قے کر دیا اور پیٹ میں کوئی چیز باقی نہ رہنے دی۔

الزهد للإمام أحمد، ص: 110۔

95- نبی کریم ﷺ کی طرف سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حمایت

احادیث صحیحہ میں جا بجا مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جائز طرفداری کرتے تھے اور لوگوں کو آپ سے جھگڑنے اور آپ کی مخالفت کرنے سے منع فرماتے تھے۔ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اسی اثنا میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے تہبند کا ایک کونہ اٹھائے اپنے گھٹنے کو برہنہ کیے ہوئے سامنے سے تشریف لائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ)

''لگتا ہے تمہارے صاحب کا کسی سے جھگڑا ہو گیا ہے''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سلام عرض کیا، پھر کہنے لگے:

(يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّهُ كَانَ بَيْنِي وَ بَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَغْفِرَلِي فَأَبَى عَلَيَّ فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ)

''اللہ کے رسول! میرے اور خطاب کے بیٹے (عمر رضی اللہ عنہ) کے مابین ایک (معاملے میں) اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے جلد بازی کی۔ انہیں کچھ ملامت کر دی، پھر مجھے اپنے عمل پر ندامت ہوئی تو میں ان سے معافی کا طلبگار ہوا لیکن انہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا، اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں''۔

نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: (يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَابَكْرٍ!)

''ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے''۔

پھر ہوا یوں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے انکار پر ندامت ہوئی۔ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور پوچھا: کیا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر پر ہیں؟ گھر والوں نے نفی میں جواب دیا، وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کو سلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ غصے کی وجہ سے سنجیدہ ہو گیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے، مبادا آپ عمر رضی اللہ عنہ پر خفا ہوں۔ آپ دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور عرض کیا:

(يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ، يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ)

''اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! زیادتی میری تھی، اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! زیادتی میری تھی''۔

نبی کریم ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا:

(إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ، فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُوبَكْرٍ: صَدَقَ وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُو لِي صَاحِبِي؟)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیا تو تم لوگوں نے کہا: ''تو نے جھوٹ بولا ہے''۔ اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: ''آپ ﷺ نے سچ کہا ہے''۔ پھر ابوبکر نے اپنی جان اور اپنے مال سے میری ڈھارس بندھائی۔ کیا تم لوگ میرے دوست کو میری خاطر چھوڑ نہیں سکتے؟''۔

رسول اللہ ﷺ کے یہ کلمات ارشاد فرمانے کے بعد صحابہ کرام پہلے سے زیادہ محتاط ہو گئے اور اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کبھی کسی نے ایذا دی نہ ستایا۔

صحيح البخاري، حديث: 3661.

96- عید کا دن

ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عید کے دنوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس انصار کی دو بچیاں ترنم کے ساتھ اشعار گا رہی تھیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(أَبِمَزْمُورِ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟)

''کیا رسول اللہ ﷺ کے گھر میں شیطان کا باجا بجایا جا رہا ہے؟''

نبی کریم ﷺ بچیوں سے اعراض فرما کر دیوار کی طرف چہرۂ مبارک کیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

(دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَ إِنَّ عِيدَنَا هٰذَا الْيَوْمُ)

''ابوبکر! انہیں چھوڑ دو کیونکہ ہر قوم کے لیے عید کا دن ہوتا ہے اور آج ہمارا عید کا دن ہے''۔

صحیح مسلم: 892۔

97- ابوبکر! اللہ تجھے معاف فرمائے!

سیدنا ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ ایک مفصل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر مجھے کچھ زمین عطا فرمائی اور میری طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی زمین کا ایک ٹکڑا مرحمت فرمایا۔ دنیا کا مال آیا تو اپنی خرابیاں بھی ساتھ لایا اور کھجور کا ایک درخت ہمارے مابین وجہ نزاع بن گیا۔ میں کہتا تھا کہ یہ میری زمین کی حدود میں ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یہ میری حدود میں ہے۔ اس معاملے میں میرے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مابین تکرار ہوئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک ایسی بات کہی جو بذات خود انہیں ناگوار گزری۔ وہ اس پر نادم ہوئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا:

(يَا رَبِيعَةُ! رُدَّ عَلَيَّ مِثْلَهَا حَتّٰى تَكُونَ قِصَاصًا)

''اے ربیعہ! اس بات کے بدلے میں تم بھی مجھ سے ایسی ہی بات کہہ دو تا کہ بدلہ ہو جائے''۔

میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(لَتَقُولَنَّ أَوْ لَأَسْتَعْدِيَنَّ عَلَيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم)

''مجھے اسی طرح کہہ دو ورنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر تمہارے خلاف فریاد کروں گا''۔ میں نے کہا: ''میں ایسا نہیں کروں گا''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل دیے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ میرے قبیلے بنو اسلم کے کچھ لوگ میرے پاس آئے۔ انہوں

''اے ربیعہ! اس بات کے بدلے میں تم بھی مجھ سے ایسی ہی بات کہہ دو تا کہ بدلہ ہو جائے''

نے مجھ سے کہا: ''اللہ تعالیٰ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کس معاملے پر آپ کے خلاف فریاد کریں گے، جبکہ آپ کو جو کچھ کہا ہے انہی نے کہا ہے''۔ میں نے کہا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ثانی اثنین ہیں۔ مسلمانوں کے سردار اور ان کی عظمت کی علامت ہیں۔ احتیاط کرو! کہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ ادھر متوجہ نہ ہو جائیں۔ انہوں نے تمہیں میری مدد کرتے ہوئے دیکھ لیا تو وہ ناراض ہو جائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلے جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی ناراضی کی بنا پر غصے میں آ جائیں گے اور ان دونوں کے غصے کے باعث اللہ تعالیٰ غصے میں آ جائے گا، جس کے نتیجے میں ربیعہ کی خیر نہیں''۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ میں نے کہا: ''تم واپس چلے جاؤ''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدھے رسول اللہ ﷺ کی طرف چل دیے۔ میں بھی اکیلا ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر پیش آمدہ واقعہ لفظ بلفظ بیان کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری جانب دیکھا اور پوچھا:

(يَا رَبِيعَةُ! مَالَكَ وَ لِلصِّدِّيقِ؟) ''ربیعہ! تمہارا اور صدیق کا کیا معاملہ ہوا؟''

میں نے کہا: ''اللہ کے رسول! اس اس طرح یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک ایسی بات کہی جو بعد میں خود انہیں ناگوار گزری۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تو بھی اسی طرح مجھ سے یہ بات کہہ لے جس طرح میں نے تجھ سے کہی ہے تاکہ میری غلطی کا بدلہ ہو جائے۔ میں نے اس طرح کہنے سے انکار کر دیا''۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(أَجَلْ! فَلَا تَرُدَّ عَلَيْهِ وَ لٰكِنْ قُلْ: غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ!)

''تم نے ٹھیک کیا! تم انہیں اسی طرح جواب نہ دینا لیکن تم یہ کہو: ''ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے''۔

چنانچہ میں نے کہہ دیا: (غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ!) ''ابوبکر! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے''۔

سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے روتے ہوئے واپس چلے گئے۔

مسند أحمد، حديث: 16577۔

98- آتش غضب پر قابو رکھنے کی فضیلت

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سب و شتم شروع کر دیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محظوظ ہوتے رہے اور تبسم فرماتے رہے۔ وہ شخص سب و شتم میں آگے ہی بڑھتا چلا گیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دینا شروع کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آکر اٹھ کھڑے ہوئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس پہنچے اور عرض کیا:

(يَا رَسُولَ اللّٰهِ! كَانَ يَشْتُمُنِي وَ أَنْتَ جَالِسٌ، فَلَمَّا أَكْثَرَ رَدَدْتُ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهِ غَضِبْتَ وَ قُمْتَ)

''اللہ کے رسول! وہ شخص مجھ پر سب و شتم کرتا رہا تو آپ بیٹھے رہے، جب وہ سب و شتم میں حد سے بڑھ گیا تو میں نے اس کی بعض باتوں کا جواب دے دیا۔ اس پر آپ ناراض ہو گئے اور اٹھ کر چل دیے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(إِنَّهُ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَنْكَ، فَلَمَّا رَدَدْتَ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ، فَلَمْ أَكُنْ لِأَقْعُدَ مَعَ الشَّيْطَانِ)

''تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے اسے جواب دے رہا تھا لیکن جب تم نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا تو شیطان بیچ میں پڑ گیا اور میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا''۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''ابوبکر! دیکھو! تین باتیں برحق ہیں:

کسی آدمی پر جب کوئی ظلم کیا جاتا ہے اور وہ محض اللہ کی رضا کے لیے اس ظلم سے چشم پوشی کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے اپنی نصرت کے لیے عزیز تر بنا دیتا ہے۔

جو آدمی صلہ رحمی کے لیے کسی عطیے اور فیاضی کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مال و دولت کی فراوانی سے نوازتا ہے۔

جو شخص حصولِ کثرت کی غرض سے ہاتھ پھیلاتا اور سوال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تنگدستی میں اضافہ کردیتا ہے''۔

مجمع الزوائد للهيثمي :190/8۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غصے پر بڑا کنٹرول رکھتے تھے لیکن جب وہ باز ہی نہیں آیا اور حد سے بڑھ گیا تو آپ نے اسے اس گمان کی بنا پر جواب دیا کہ شاید وہ اس بات سے خاموش ہوجائے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے آپ کو حلم، بردباری اور تحمل کی ترغیب دی اور غیظ و غضب کے مواقع پر زیورِ صبر سے آراستہ ہونے کی تلقین فرمائی کیونکہ حلم و بردباری اور غصے پر قابو پا کر انسان لوگوں کے ہاں بلند مرتبہ حاصل کرلیتا ہے۔ یوں اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اس کا درجہ اونچا ہوجاتا ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ حلیم، بردبار اور غصے کو پی جانے والے تھے حتی کہ آپ اپنے حلم، حوصلے، نرم خوئی، لچک اور حسن سلوک جیسی عظیم صفات کے باعث دور و نزدیک ہر جگہ معروف ہوگئے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آتا ہی نہیں تھا۔ ہاں! آپ کو غصہ آتا تھا مگر آپ کا غصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا تھا۔ جب آپ دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدوں سے تجاوز کیا جارہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے منع کردہ کاموں کا ارتکاب کیا جارہا ہے، ایسی صورت حال پر سیدنا صدیق اکبر کو شدید غصہ آتا۔

سيرة وحياة الصديق لمجدي فتحي السيد، ص :145.

99- مغفرت الٰہی کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اشتیاق

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی کفالت کیا کرتے تھے۔ جب مسطح رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے سلسلے میں گفتگو کی جیسا کہ حدیث افک میں منقول ہے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی کہ وہ مسطح رضی اللہ عنہ کو کبھی کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچائیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

''اور تم میں سے فضل اور وسعت والے، قرابت داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مالی مدد) دینے سے قسم نہ کھائیں اور چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے''۔

(النور: 22)

اس آیت مبارکہ کے نزول پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(وَاللّٰهِ! إِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِي)

''اللہ کی قسم! میں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مغفرت کو پسند کرتا ہوں''۔

چنانچہ آپ نے مسطح رضی اللہ عنہ کو دوبارہ اسی طرح خرچہ دینا شروع کردیا جس طرح اس سے پہلے آپ ان پر خرچ کرتے تھے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا:

(وَاللّٰهِ! لَا أَنْزِعُهَا أَبَدًا)

''اللہ کی قسم! میں کبھی مسطح کے خرچے سے دست بردار نہیں ہوں گا''۔

صحیح البخاري، حدیث: 4750.

100 - مدینہ سے شام تک تجارتی سفر

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تجارت کے لیے شام کے شہر بصریٰ کا سفر کیا۔ نبی کریم ﷺ کی رفاقت اور آپ سے گہری وابستگی کی شدید تڑپ کے باوجود آپ نے اس تجارتی سفر کو اہمیت دی اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شدید محبت کے باوجود آپ کو یہ سفر کرنے سے منع نہ فرمایا۔

فتح الباري :357/4.

اس سفر تجارت سے اس بات کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ مسلمان کے لیے حلال ذریعے سے اتنا رزق کمانا ضروری ہے جس کی بنا پر اُس پر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے بلکہ وہ اس رزق کے ذریعے ستم رسیدہ لوگوں کی امداد کرنے اور قیدیوں کو چھڑانے جیسے کارہائے خیر میں آگے بڑھ کر دوسرے مخیّر حضرات کے ساتھ شریک ہو اور انفاق فی سبیل اللہ کے دیگر اُمور میں دولت لٹانے کے لیے دوسروں سے آگے نکلنے کی کوشش کرے۔

101 - خوف و رجا میں توازن

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خوف و رجا میں توازن کے اعتبار سے بھی نہایت عظیم شخصیت تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آخرت میں کامیابی، نجات اور فلاح کے متمنی ہر مسلمان کے لیے چاہے وہ حاکم ہو یا محکوم، آقا ہو یا غلام، سپہ سالار ہو یا عام سپاہی ایک عملی نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی شخص اپنی طرف سے بات کرنے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں تھا''۔

صفة الصفوة:253/2۔

102- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کی عظمت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہایت محکم اور عظیم تھا۔ آپ کو ایمان کی حقیقت کا گہرا ادراک تھا۔ کلمۂ توحید آپ کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ آپ کے دل و دماغ پر ایمان و یقین ہی کی حکمرانی تھی۔ کلمۂ توحید کے آثار و نتائج آپ کے اعضاء و جوارح پر بھی مرتب ہوئے اور انہی آثار کی روشنی میں آپ نے اپنی حیات مستعار بسر کی۔ آپ اعلیٰ اخلاق سے آراستہ اور گھٹیا اخلاق سے پاک تھے۔ آپ شریعت الٰہی کو مضبوطی سے تھامنے کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور رہنمائی کی اقتدا کی بڑی شدید تڑپ رکھتے تھے۔ آپ کا ایمان باللہ سرگرمی و نشاط، عزم و ہمت، جہد مسلسل، عمل پیہم، مجاہدے، جہاد و تربیت، عزت، ترقی اور عالی مرتبے کا باعث تھا۔ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے بارے میں ایسا ناقابلِ تسخیر ایمان و یقین تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی اس معاملے میں آپ کا ہم پلہ نہیں تھا۔

جیسا کہ سیدنا ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا:

(مَنْ رَأَى مِنْكُمْ رُؤْيَا؟)

''تم میں سے کس نے خواب دیکھا ہے؟''

ایک آدمی نے کہا: ''میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک میزان نازل ہوئی اور اس میں آپ کا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو آپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وزن میں بھاری رہے، پھر سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا وزن کیا گیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا وزنی ہوا، پھر سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کا وزن کیا گیا تو سیدنا عمر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بھاری ثابت ہوئے، پھر وہ میزان اوپر اٹھا لی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب سے کبیدہ خاطر ہوئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَّشَاءُ)

''یہ نبوت کی خلافت ہے، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا بادشاہی عطا کرے گا''۔

سنن أبي داود، حديث:4635،4634، و جامع الترمذي، حديث: 2287. علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھیے: (صحيح سنن أبي داود، حديث:4635)

103- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کا خلاصہ

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم تھا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں اعلیٰ قائدانہ صفات جمع ہو گئی تھیں، مثلاً: عقیدے کی سلامتی، علم شریعت سے کامل روشناسی، اللہ پر توکل، صدق، قناعت، شجاعت، مروت، زہد، ایثار و قربانی، مردم شناسی، معاونین کا حسن انتخاب، انکسار، دوسروں کی قربانی اور خدمات کو سراہنا اور ان کا اعتراف کرنا، حلم، بردباری، صبر، عالی ہمتی، پختہ عزمی، قوی ارادہ، عدل وانصاف، مشکلات حل کرنے کا ملکہ، دوسروں کی تعلیم وتربیت اور قائدین کی تیاری کا فن آپ کی بہت اہم اور نمایاں خوبیاں ہیں۔

آپ کی بعض خوبیاں تو وہ ہیں جو اس وقت عیاں ہوئیں جب آپ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بنے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت ہی حکومت اسلامیہ کی حفاظت کی اور فتنۂ ارتداد کا قلع قمع کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم ہی سے آپ نے ثابت قدمی اور پامردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے امت اسلامیہ کو اس کے طے شدہ اہداف کی طرف گامزن کر دیا۔

أبو بكر الصديق، للدكتور علي محمد الصلابي، ص: 93۔

104- بلند درجہ لوگ

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(إِنَّ أَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلَى لَيَرَاهُمْ مَنْ تَحْتَهُمْ كَمَا تَرَوْنَ النَّجْمَ الطَّالِعَ فِي أُفُقِ السَّمَاءِ، وَإِنَّ أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ مِنْهُمْ وَأَنْعَمَا)

بلند درجات کے حامل لوگوں کو اُن سے کم درجے والے ایسے ہی دور سے دیکھیں گے جیسے آپ آسمان میں ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ ابوبکر اور عمر بھی انہیں بلند درجہ لوگوں میں ہوں گے بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہوں گے۔

سنن الترمذي، حديث: 3658۔

105- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب سیدہ عائشہ اور اُن کے والد گرامی

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: ''لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (عَائِشَةُ) ''عائشہ''۔

میں نے کہا: ''مردوں میں سے کون ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: (أَبُوهَا) ''عائشہ کا باپ''۔

میں نے کہا: ''ان کے بعد پھر کون ہے؟''

آپ نے فرمایا: (ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ) ''پھر عمر بن خطاب ہیں''۔

بعد ازاں آپ نے کئی آدمیوں کے نام لیے۔

صحيح البخاري، حديث: 3662.

106- سب سے زیادہ محبوب

عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: صحابہ میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔

سیدہ عائشہ نے کہا: ابوبکر۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ سیدہ نے کہا: عمر۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے جواب دیا: ابوعبیدہ بن الجراح۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں: میں نے پوچھا ان کے بعد کس کا نمبر آتا ہے۔ اس کے جواب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں۔

سنن الترمذي، حديث: 3886۔

-107

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام میں سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کا علم رکھنے والے تھے اور سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والے تھے۔ تمام اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام امت میں سب سے بڑے عالم تھے۔ متعدد ائمہ کرام نے اس بات پر اجماع بیان کیا ہے۔ مجموع الفتاوی، لشيخ الإسلام ابن تيمية : 127/13۔

علم و فضل میں تمام صحابۂ کرام پر آپ کے تفوق کا سبب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی دائمی وابستگی ہے۔ آپ سفر و حضر میں شب و روز ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ نماز عشاء کے بعد دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ اس مجلس میں آپ کے علاوہ کوئی دوسرا صحابی نہیں ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں گفتگو فرماتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے کوئی مشورہ طلب کرتے تو مجلس شوریٰ میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ گفتگو کا آغاز کرتے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا آدمی مشورہ دے دیتا اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ کے علاوہ کوئی اور گفتگو ہی نہیں کرتا تھا، چنانچہ تنہا آپ ہی کی رائے کے مطابق عمل کر لیا جاتا۔ اگر کوئی آپ کی رائے کے خلاف مشورہ دے دیتا تو اس کی رائے کے بجائے آپ ہی کی رائے کو ترجیح دی جاتی اور آپ کی رائے کی پیروی کی جاتی تھی۔ أبو بكر الصديق، لمحمد مال الله، ص: 334، 335۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہم کسی کو مقام و مرتبے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ نہیں سمجھا کرتے تھے۔ اُن کے بعد عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہما۔

صحيح البخاري مع الفتح: 54/7۔

108- جنت کی خوشخبری

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر سے وضو کر کے نکلا اور دل میں یہ عہد کیا کہ آج میں دن بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا۔ میں مسجد پہنچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکل کر فلاں جانب تشریف لے گئے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں چل دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''بئر اریس'' نامی باغ میں داخل ہو گئے۔ میں اس باغ کے دروازے کے قریب بیٹھ گیا۔ یہ دروازہ کھجور کی شاخوں کا بنا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کر چکے تو میں آپ کی خدمت میں جا کھڑا ہوا۔ دیکھا کہ آپ ''بئر اُریس'' کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا کر انہیں کنویں میں لٹکا رکھا ہے۔ میں نے آپ کو سلام کیا، پھر واپس آ کر باغ کے دروازے پر جا بیٹھا اور دل میں تہیہ کر لیا کہ میں آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان رہوں گا۔

اسی اثنا میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے دروازہ کھولنا چاہا۔

میں نے پوچھا: ''کون ہے؟''

انہوں نے جواب دیا: ''ابوبکر''۔

میں نے کہا: ''ذرا ٹھہریے'' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں بتایا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے ہیں اور حاضر خدمت ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اِئْذَنْ لَهٗ وَ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ)

''انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور ساتھ ہی جنت کی خوشخبری بھی سنا دو؟''

''انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور ساتھ ہی جنت کی خوشخبری بھی سنا دو؟''

میں نے واپس آ کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اندر آ جائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی دائیں جانب آپ کے ساتھ منڈیر پر بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی طرح اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا کر اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا دیں......۔

صحيح البخاري، حديث:3674.

109- جنت کے ساتوں دروازوں سے بلاوا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا:

''جو شخص کسی چیز کا ایک جوڑا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے گا وہ جنت کے دروازوں سے یوں بلایا جائے گا: ''اللہ کے بندے! (اس دروازے سے جنت میں داخل ہو جا کیونکہ) یہ دروازہ بہتر ہے''۔ جو شخص نمازی ہوگا وہ ''باب الصلاۃ'' (نماز کے دروازے) سے بلایا جائے گا، جو شخص اہل جہاد سے ہوگا وہ ''باب الجهاد'' سے بلایا جائے گا، جو شخص صدقہ وخیرات کرنے والوں میں سے ہوگا اسے ''باب الصدقہ'' سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزے داروں میں سے ہوگا وہ ''باب الصیام یا باب الریان'' سے پکارا جائے گا''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

(مَا عَلَى هٰذَا الَّذِي يُدْعٰى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، هَلْ يُدْعٰى مِنْهَا كُلِّهَا أَحَدٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟)

''جو شخص ان دروازوں میں سے کسی بھی دروازے سے بلا لیا گیا اسے کوئی حاجت اور تکلیف نہیں رہے گی۔ لیکن اے اللہ کے رسول! کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ يَا أَبَا بَكْرٍ)

''ہاں! اور اے ابوبکر! مجھے امید ہے کہ تم بھی انہی میں سے ہو گے''۔

صحيح البخاري، حديث:3666۔

110- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہادر

شجاعت دو چیزوں کا نام ہے۔

1 ۔ دل کی مضبوطی اور خوف کی کیفیت میں ثابت قدمی ۔

2 ۔ جہاد وقتال میں بھرپور حصہ لینا۔

(أبوبکر الصدیق، من منهاج السنة، ص: 45)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دونوں حالتوں میں بھرپور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ مکہ میں جب مسلمان کسمپرسی کے عالم میں تھے۔ کفار مکہ نت نئے طریقوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنے کی کوشش کرتے۔ مسلمان تعداد میں اتنے کم تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع نہیں کر سکتے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر جگہ سینہ تان کر آپ کے دفاع کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ کئی دفعہ ان پر اتنا تشدد کیا گیا کہ جان کے لالے پڑ گئے لیکن آپ اپنے مشن سے پیچھے نہیں ہٹے۔ اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دار فانی سے کوچ کیا اُس وقت بھی مسلمانوں پر بڑا نازک وقت تھا۔ ایک طرف فتنہ ارتداد تھا، دوسری طرف جھوٹے مدعیان نبوت تھے۔ بہت سے بدوی قبائل مرتد ہو گئے۔ کئی قبائل نے زکاۃ دینے سے انکار کر دیا۔ ریاست مدینہ چاروں طرف سے خطرات میں گھری ہوئی تھی۔ اس انتہائی نازک صورت حال میں ایک شخصیت عزم و ہمت کا کوہ گراں بن کر سامنے آئی وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی لیے

ساری امت کا ایمان ایک طرف، اکیلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان ایک طرف---

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ساری امت کا ایمان ایک طرف، اکیلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان ایک طرف۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہے۔ ہر غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ میدان کارزار میں موجود رہے۔ صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد گھمسان کی لڑائی ہوتی تھی۔ ہم میں سب سے زیادہ بہادر اسے سمجھا جاتا تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس لڑتا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس ہی رہتے۔

111- کاتب وحی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام بھی کاتبین وحی کی فہرست میں شامل ہے۔ آپ کے علاوہ اس فہرست میں سیدنا عمر، عثمان، علی، زید بن ثابت، عامر بن فہیرہ، عبداللہ بن ارقم، اُبی بن کعب، ثابت بن قیس، خالد بن سعید بن عاص، حنظلہ بن ربیع الاسدی، معاویہ، شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم کے نام آتے ہیں۔

منهاج السنة ،لشيخ الإسلام ابن تيمية: 277/2۔
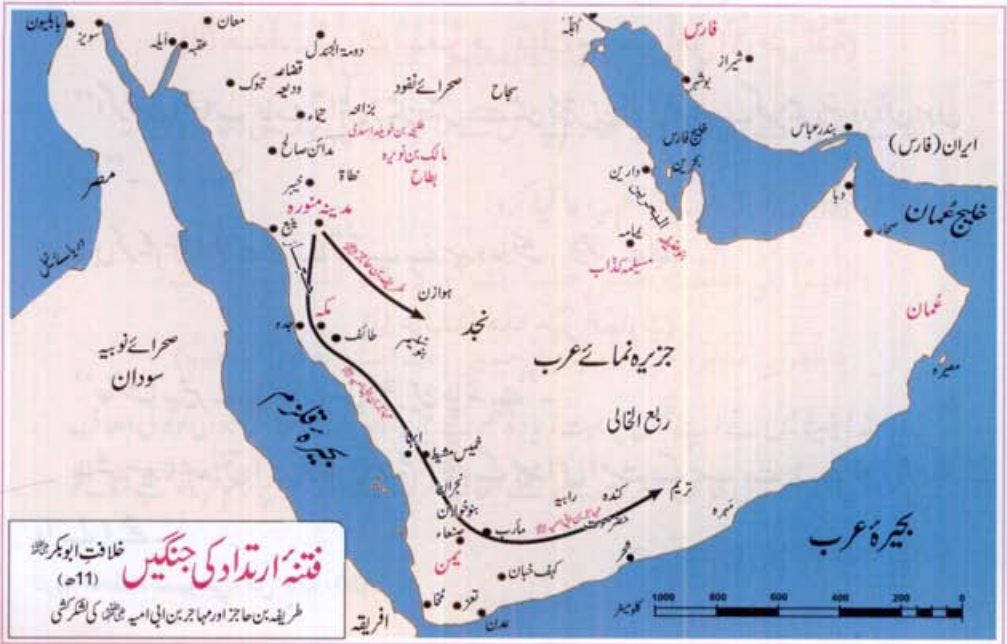
112- تین چاند

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر میں تین چاند اُتر آئے ہیں۔ میں نے یہ خواب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے عمدہ تعبیر کرنے والے تھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(إِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكِ لَيُدْفَنَنَّ فِي بَيْتِكِ مِنْ خَيْرِ أَهْلِ الْأَرْضِ ثَلٰثَةٌ)

''اگر تمہارا خواب سچا ہے تو اہل زمین میں سے تین بہترین آدمی تمہارے گھر میں ضرور دفن ہوں گے''۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

(يَا عَائِشَةُ! هٰذَا خَيْرُ أَقْمَارِكِ)

''عائشہ! یہ تیرے چاندوں میں بہترین چاند ہے''۔

بلاشبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بڑے معبر (تعبیر کرنے والے) تھے۔

تاریخ الخلفاء للسیوطي، ص: 129، 130۔

113- سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دُعائیں

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے۔ آپ نے بغور مشاہدہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں اور کس طرح مدد طلب کرتے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس عظیم عبادت کو رسول اللہ ﷺ سے سیکھنے کے انتہائی آرزو مند تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ آپ کی دعائیں اور تسبیحات اُنہی الفاظ اور صیغوں کے مطابق ہوں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے پسند کیا اور ان کا حکم دیا۔ کیونکہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دعا، تسبیحات اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام میں مسنون و ماثور الفاظ اور صیغوں پر دوسرے خود ساختہ الفاظ کو ترجیح دے، چاہے وہ الفاظ ظاہری طور پر کتنے ہی خوبصورت، دلربا اور عمدہ معانی والے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھلائی اور خیر کے معلم اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرمانے والے تھے اور افضل اور اکمل دعا کے سلسلے میں آپ ہی سب سے زیادہ معرفت اور علم رکھتے تھے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

(عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي)

''اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجیے جس کے ساتھ میں اپنی نماز میں دعا کروں''۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم یہ دعا کیا کرو:

(اَللّٰهُمَّ! إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَّ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْلِي مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ)

''اے اللہ! یقیناً میں نے اپنے نفس پر بہت زیادہ ظلم کیے ہیں اور تیرے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرسکتا، لہٰذا تو اپنی خاص مغفرت سے مجھے معاف فرما دے اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو معاف کرنے والا مہربان ہے''۔

صحيح البخاري، حديث: 834، وصحيح مسلم، حديث: 2705.

114- سیدنا ابوبکر صدیق کی امامت

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بنو عمرو بن عوف کے لوگوں کے درمیان صلح کروانے تشریف لے گئے۔ بلال رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پوچھا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ میں اقامت کہوں؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانے کی حامی بھر لی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز ابھی شروع ہی کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صف میں کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے تالی بجا کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کچھ پتہ نہ چلا کیونکہ وہ انتہائی خشوع وخضوع اور دلجمعی سے نماز ادا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے زیادہ شور کیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے جب انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف میں کھڑے ہیں تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہیے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عزت افزائی پر اللہ کا شکر ادا کیا تاہم پیچھے ہٹتے ہوئے صف میں شامل ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا: ابوبکر! جب میں نے آپ سے کہا کہ آپ امامت جاری رکھیں تو آپ کیوں پیچھے ہٹ گئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ابن ابی قحافہ کی کیا مجال ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نماز پڑھائے۔ پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا:

«أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي صَلَاتِكُمْ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيقِ، إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ»

''جب نماز میں یہ مسئلہ پیش آیا تو آپ لوگوں نے تالی کیوں بجانا شروع کر دی۔ تالی تو عورتوں کے لیے ہے۔ اگر نماز میں اس طرح کا کوئی مسئلہ پیش آئے تو آپ لوگوں کو ''سبحان اللہ'' کہنا چاہیے''۔

صحيح البخاري، حديث: 684، وصحيح مسلم، حديث: 421۔

115- صبح وشام کے اذکار

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! مجھے ایسی دعا سکھایئے جو میں صبح اور شام کے وقت پڑھا کروں''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپ کہا کریں:

(اَللّٰهُمَّ! فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيكَهُ! أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ وَ أَنْ أَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِي سُوْءًا أَوْ أَجُرَّهُ إِلٰى مُسْلِمٍ)

''اے اللہ! آسمان وزمین کو پیدا کرنے والے! ہر ظاہر اور مخفی کو جاننے والے! ہر چیز کے مالک اور پروردگار! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ میں اپنے نفس کے شر سے، شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں (اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ میں) اپنے نفس کے خلاف کسی برائی کا ارتکاب کروں یا کسی مسلمان پر کوئی زیادتی کروں''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر سے فرمایا: صبح وشام اور سوتے وقت آپ یہ کلمات کہا کریں''۔

سنن أبي داود، حدیث: 5067۔

❁ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی دعاؤں میں یہ بھی کہا کرتے تھے:

(اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمُرِي آخِرَهُ وَ خَيْرَ عَمَلِي خَوَاتِمَهُ وَ خَيْرَ أَيَّامِي يَوْمَ أَلْقَاكَ)

''اے اللہ! میری آخری عمر کو میری بہترین عمر بنا، میرے خاتمۂ عمل کو میرا بہترین عمل بنا اور میرا بہترین دن وہ بنا جس دن میں تجھ سے ملاقات کا شرف حاصل کروں''۔

کنز العمال، حدیث: 5030۔

❁ جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سنتے کہ کوئی شخص ان کی مدح سرائی کر رہا ہے تو آپ یہ دعا فرماتے:

(اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ أَعْلَمُ بِي مِنْ نَّفْسِي وَ أَنَا أَعْلَمُ بِنَفْسِي مِنْهُمْ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي خَيْرًا مِّمَّا

يَظُنُّونَ وَاغْفِرْلِي مَا لَا يَعْلَمُونَ وَلَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا يَقُولُونَ)

"اے اللہ! تو مجھے میرے نفس سے کہیں بڑھ کر جانتا ہے اور میں خود ان لوگوں کی نسبت اپنے بارے میں زیادہ جانتا ہوں۔ اے اللہ! یہ لوگ میرے متعلق جو گمان رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر بنا دے اور میرے ان گناہوں کو معاف فرما جنہیں یہ لوگ نہیں جانتے اور یہ لوگ میری توصیف میں جو باتیں کرتے ہیں ان میں میرا مؤاخذہ نہ فرمانا!"

أسد الغابة: 324/3۔

116- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں خطبات

بلا شبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ أخطب الناس تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی خطابت میں کچھ کم نہ تھے۔ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطیب ہونے کا شرف حاصل رہا۔ جیسے حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعراء ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس سلسلے میں امتیازی حیثیت یہ ہے کہ انہیں بار ہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں خطبات دینے کا موقع ملا۔ موسم حج کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مختلف قبائل کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے نکلتے تو زیادہ تر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کرواتے اور اسلام کے محاسن کے بارے میں بتاتے۔ ہجرت مدینہ کے وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں سے خطاب کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ نئے لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہیں جانتے تھے انہوں نے صدیق اکبر ہی کو اللہ کا رسول سمجھ لیا، بعد میں انہیں پتا چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف فرما ہیں یہ ان کے خاص ساتھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

منهاج السنة: 157/4، 159، والبداية والنهاية: 186/3۔

117- ابوبکر سے کہو نماز پڑھائیں

رسول اللہ ﷺ کی بیماری جب شدت اختیار کر گئی۔ نماز کا وقت ہوا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ) "ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"۔

آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے رقیق القلب انسان ہیں، وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات دہرائی تو آپ کو دوبارہ وہی جواب دیا گیا۔ آپ نے تیسری مرتبہ اپنی بات کا اعادہ فرمایا اور حکم دیا:

(مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)

"ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"۔

صحيح البخاري، حديث: 664

118- رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز میں پہلو بہ پہلو

ایک دن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ کو ہلکا پھلکا اور رو بصحت محسوس کیا، چنانچہ آپ دو آدمیوں کا سہارا لے کر گھر سے باہر تشریف لائے۔ (راوی کہتا ہے کہ) وہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ رسول اللہ ﷺ شدید تکلیف کی وجہ سے اپنی دونوں مبارک ٹانگوں سے گھسٹ گھسٹ کر آہستہ آہستہ تشریف لا رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن نبی کریم ﷺ نے اشارے سے آپ کو اپنی جگہ پر کھڑا رہنے کا حکم دیا۔ آپ کو (قریب) لایا گیا حتیٰ کہ آپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

اعمش (راوی حدیث) سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی نماز کی اقتدا کرتے ہوئے ساتھ ساتھ نماز پڑھا بھی رہے تھے اور لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے تھے؟ اعمش رحمہ اللہ نے اثبات میں سر ہلا کر (اس بات کی) توثیق کی۔

صحيح البخاري، حديث: 712۔

119- دلکش منظر

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو مسلسل نماز پڑھاتے رہے حتیٰ کہ جب سوموار کے دن مسلمان نماز فجر میں صف بستہ تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا اور مسلمانوں کو دیکھنے لگے جو اپنے رب کے حضور کھڑے تھے۔ یوں آپ نے دیکھا کہ آپ کی دعوت و جہاد کا لگایا ہوا نخل ثمر آور ہو گیا ہے۔ امت اسلامیہ نمازوں کی حفاظت کی تربیت پا چکی ہے۔ چاہے ان کے نبی ان میں موجود ہوں یا ان کی نظروں سے اوجھل ہوں وہ ہر حال میں نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ اس دلکش منظر، کامیابی اور عظیم مقصد کی حصول یابی کی وجہ سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں، جبکہ آپ کے پیش رو انبیائے کرام علیہم السلام اس قدر کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوئے تھے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطمینان ہو گیا کہ دین اسلام اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ اس امت کا تعلق عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے اور اپنے نبی کی وفات سے ان کا یہ تعلق منقطع نہیں ہوگا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط مسرت کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ اس موقع پر کس قدر شاداں و فرحاں تھے۔ خوشی کی وجہ سے آپ کا چہرۂ مبارک پہلے سے کہیں زیادہ روشن ہو گیا۔ السيرة النبوية، لأبي شهبة:2/593.

120- سب سے پہلے جنت میں داخلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

(أَمَا إِنَّكَ يَا أَبَابَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي)

”اے ابوبکر! میری اُمت میں سے سب سے پہلے آپ جنت میں داخل ہوں گے“۔

سنن أبي داود، حديث:4652۔

اہل سنت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سارے اہل بدر جنتی ہیں اسی طرح امہات المومنین کے جنتی ہونے میں بھی کسی مومن کو شک نہیں ہو سکتا۔ سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم جنتیوں کے سردار ہیں۔

منهاج السنة:4/45۔

121- قرآنی آیات کے مصداق

تفسیری روایات کے مطابق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی کئی آیات کا مصداق ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾

''وہ ذات جو سچ لائی اور جس نے اُن کی تصدیق کی یہ لوگ متقی ہیں''۔ الزمر:33۔

مشہور تفسیر کے مطابق سچ کے ساتھ مبعوث ہونے والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی تصدیق کرنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ دیگر صحابہ بھی تصدیق کرنے والوں میں شامل ہیں لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بالاولی تصدیق کرنے والوں میں شامل ہیں۔

أبو بكر الصديق من منهاج السنة، ص: 70، 71۔

اسی طرح اللہ تعالی کا یہ فرمان:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ''۔ التوبة: 119۔

یہ آیت غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے کعب بن مالک اور دیگر دو افراد کے متعلق نازل ہوئی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا کہ ہم بغیر کسی عذر کے محض سستی کی بنا پر اس غزوے سے پیچھے رہ گئے۔ اللہ تعالی نے ان کے اس سچ کی برکت سے ان کی توبہ قبول کر لی۔ اس میں ''الصادقین'' کا مصداق صحابہ کرام ہیں۔ مفسرین کے مطابق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بالأولی اس آیت کا مصداق ہیں کیونکہ وہ اصدق الصادقین امت کے سب سے زیادہ سچے انسان ہیں۔

منهاج السنة: 1/214، 4/276۔

-122

عظیم سانحہ پر سیدنا صدیق اکبر کی ثابت قدمی

جب اللہ کے رسول ﷺ کی وفات ہوئی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ کی مشرقی جانب ''سُنح'' نامی گاؤں میں مقیم تھے۔ یہ جگہ اب مدینہ ائرپورٹ کے قرب وجوار میں بنتی ہے۔ جیسے ہی ان کو اس عظیم سانحے کی اطلاع ملی تو فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر ''سُنح'' سے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ گھوڑے سے اترے۔ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ لوگوں سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ سیدھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں پہنچے جہاں رسول اللہ ﷺ کا جسد اطہر یمنی کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور جھک کر آپ کے سر مبارک کا بوسہ لیا اور فرطِ غم سے رونے لگے، پھر فرمایا:

(بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! لَايَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا)

''اللہ کے نبی! میرا باپ آپ پر قربان ہو! اللہ تعالیٰ آپ کو دو مرتبہ موت نہیں دے گا۔ جو موت آپ کے لیے لکھی گئی تھی وہ آ چکی''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ حجرے سے باہر نکلے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے محو گفتگو تھے۔ آپ نے فرمایا: (اِجْلِسْ يَا عُمَرُ!) ''عمر! بیٹھ جایئے!!'' لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جوش غضب میں اپنی گفتگو جاری رکھی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور خطبہ دینے لگے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

یہ سن کر لوگ اس قدر روئے کہ روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔۔۔

(فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا، فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ
وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ، فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ)

''امابعد! تم میں سے جو شخص سیدنا محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد ﷺ وفات پا چکے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً زندہ ہے۔ اسے کبھی موت نہیں آئے گی''۔

پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ
أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ
فَلَن يَضُرَّ ٱللَّهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيَجْزِى ٱللَّهُ ٱلشَّـٰكِرِينَ ﴾

(آل عمران:144)

''اور محمد (ﷺ) ایک رسول ہی تو ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں تو کیا تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے گا۔ اور اللہ شکر ادا کرنے والوں کو اچھی جزا دے گا''۔

یہ سن کر لوگ اس قدر روئے کہ روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جوں ہی میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا، میرے قدموں میں میرا بوجھ سہارنے کی سکت ہی نہ رہی۔ میں زمین پر گر پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔

صحيح البخاري، حديث: 3668، 4454، 4552۔

123- سقیفہ بنی ساعدہ

سقیفہ بنی ساعدہ ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا جو مسجد نبوی کے مغربی جانب واقع تھا۔ یہ جگہ مسجد سے کوئی زیادہ دور نہیں ہے۔ بلکہ اب تو یہ مسجد نبوی کا ایک حصہ بن چکی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات سوموار 12 ربیع الاول 11 ہجری کو ہوئی۔ جب صحابہ کرام کو آپ کی وفات کا علم ہوا تو اسی روز انصار اس باغیچہ میں جمع ہوئے اور آپ ﷺ کے بعد خلافت کے لیے کسی شخص کے انتخاب کے بارے میں سوچ و بچار کرنے لگے۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق سیدنا عمر فاروق اور سیدنا ابوعبیدہ بن جراح کو اس اجتماع کے بارے میں معلوم ہوا تو وہاں چل دیے۔ سقیفہ بنی ساعدہ قریب ہی تو تھا۔ جب وہ قریب پہنچے تو پھر کیا ہوا۔ اس سے آگے کا واقعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبانی پڑھیے، فرماتے ہیں: ہم ان کے قریب پہنچے تو ہمیں انصار کے دو نیک اور صالح افراد عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی رضی اللہ عنہما ملے۔ ان دونوں نے وہ بات بتائی جس پر انصار تھے۔ پھر ان دونوں نے پوچھا: ''مہاجرین کی جماعت! تم لوگ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟'' ہم نے جواب دیا: ''ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جانا چاہتے ہیں''۔ وہ دونوں کہنے لگے: ''آپ ان کے پاس نہ جائیں۔ اپنے معاملے کا خود ہی کوئی فیصلہ کرلیں''۔ میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے'' چنانچہ ہم آگے چل دیے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے پاس پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ سب جمع ہیں اور ان کے بیچ میں ایک آدمی کمبل اوڑھے بیٹھا ہے۔ میں نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' لوگوں نے بتایا کہ یہ سعد

> خلافت قریش کے سوا کسی اور قبیلے کے لیے مناسب نہیں ہوگی کیونکہ قریش تمام اقوام عرب سے اعلیٰ ہیں

124- خلافت سے معذرت

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے متعدد خطبات میں خلافت کی ذمہ داری اٹھانے سے معذوری ظاہر کی، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:
''لوگو! تمہاری خلافت کے معاملے کو میں تمہارے سپرد کرتا ہوں، تم یہ منصب جسے چاہو سونپ دو۔ میں تمہارا ایک ادنیٰ آدمی بن کر رہوں گا''۔
لوگوں نے آپ کو جواب دیا: ''آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ غار اور ثانی اثنین ہیں۔ ہم آپ ہی کی قیادت پر راضی ہیں''۔

عصر الخلافة الراشدة، للدكتور العمري، ص: 13.

بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں، پھر میں نے پوچھا کہ انہیں کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ بخار میں مبتلا ہیں۔ ہم ابھی تھوڑی دیر ہی بیٹھے تھے کہ انصار میں سے ایک خطیب اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان اس کی حمد وثنا بیان کی، پھر کہنے لگا:

''امابعد! ہم اللہ تعالیٰ کے انصار ہیں۔ اسلام کا لشکر ہیں۔ اے مہاجرین کی جماعت! تم ہمارے مابین قلیل تعداد میں ہو۔ تم میں سے تھوڑے سے لوگ اپنی قوم (قریش) سے نکل کر آئے تھے۔ اب یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری بیخ کنی کریں اور ہمیں خلافت سے محروم کر دیں''۔

وہ آدمی خاموش ہوا تو میں نے گفتگو کرنا چاہی۔ میں نے موقع محل کی مناسبت سے اپنے دل میں خوبصورت الفاظ سے مزین ایک عمدہ تقریر تیار کر رکھی تھی اور چاہتا تھا کہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسے پیش کروں۔ میں اس گفتگو سے مجلس کی آتش غضب کو محبت اور آپس کی دلجوئی میں تبدیل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جب میں نے کلام کرنا چاہا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (عَلٰى رِسْلِكَ) ''ذرا ٹھہرو!'' میں نے انہیں ناراض کرنا اچھا نہ سمجھا، چنانچہ انہوں نے تقریر کی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے کہیں زیادہ حلیم، بردبار اور باوقار تھے۔ اللہ کی قسم! میری اپنے دل میں آراستہ کی ہوئی تقریر کا کوئی کلمہ ایسا نہیں تھا جو مجھے بھایا ہو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بے ساختہ اور فی البدیہہ تقریر میں وہ جملہ کہہ نہ دیا ہو یا اس سے بہتر اور فصیح تر کلمہ

اس کی جگہ نہ بولا ہو، پھر آپ تقریر کر کے خاموش ہو گئے۔

بعدازاں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(مَا ذَكَرْتُمْ فِيكُمْ مِنْ خَيْرٍ فَأَنْتُمْ لَهُ أَهْلٌ وَّ لَنْ يُعْرَفَ هٰذَا الْأَمْرُ إِلَّا لِهٰذَا الْحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ، هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ نَسَبًا وَّ دَارًا وَّ قَدْ رَضِيتُ لَكُمْ أَحَدَ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ، فَبَايِعُوا أَيَّهُمَا شِئْتُمْ)

''آپ نے اپنے بارے میں جو ذکرِ خیر کیا ہے، واقعی آپ اس کے اہل اور مستحق ہیں۔ لیکن خلافت قریش کے سوا کسی اور قبیلے کے لیے مناسب نہیں ہو گی کیونکہ قریش از روئے نسب اور علاقہ، تمام اقوام عرب سے اعلیٰ ہیں۔ میں نے ان دونوں (عمر اور ابوعبیدہ) میں سے ایک شخص کو تمہارے لیے پسند کیا ہے، لہٰذا تم ان میں سے جس کی چاہو بیعت کرلو''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے آخری جملہ کہتے ہوئے میرا اور سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس بات کے علاوہ مجھے ان کی اور کوئی بات ناگوار نہیں گزری۔ اللہ کی قسم! میں کسی ایسی قوم کا امیر بنوں جس میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت موجود ہو اس کے مقابلے میں مجھے یہ بات گوارا تھی کہ میری گردن تن سے جدا کر دی جاتی۔ حباب بن منذر کہنے لگے: ''انصار میری رائے کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور میں ہی اس مسئلے کا حل بتا سکتا ہوں۔ (میری رائے ہے کہ) ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو''۔

یہ بات سن کر مجلس میں شور برپا ہو گیا۔ آوازیں بلند ہو گئیں حتیٰ کہ مجھے مسلمانوں کے مابین اختلاف پھوٹ پڑنے کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔ میں نے کہا: ''ابوبکر! اپنا ہاتھ بڑھایئے'' انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے ان کی بیعت کر لی اور مہاجرین نے بھی آپ کی بیعت کر لی اور پھر انصار

آوازیں بلند ہو گئیں حتیٰ کہ مجھے مسلمانوں کے مابین اختلاف پھوٹ پڑنے کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔۔۔

125- بیعت فسخ کریں گے نہ سبکدوشی پسند کریں گے

خلافت سنبھالنے کے چند دن بعد سیدنا ابوبکر صدیق منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ تم میں سے جو شخص میری بیعت کرنے پر نادم ہے وہ کھڑا ہو جائے''۔

اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ آپ کے پاس تلوار تھی۔ آپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اتنے قریب چلے گئے کہ آپ نے اپنا ایک پاؤں منبر کے زینے پر اور دوسرا نیچے کنکریوں پر رکھا اور فرمایا:

(وَاللّٰهِ! لَا نُقِيلُكَ وَلَا نَسْتَقِيلُكَ، قَدَّمَكَ رَسُولُ اللّٰهِ فَمَنْ ذَا يُؤَخِّرُكَ؟)

''اللہ کی قسم! ہم آپ کی بیعت فسخ کریں گے نہ آپ کی سبکدوشی پسند کریں گے۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے کیا ہے، بھلا کون ہے جو آپ کو پیچھے کرے؟''

الأنصار في العصر الراشدي، للدكتور حامد محمد الخليفة، ص: 116.

نے بھی آپ کی بیعت کر لی۔

ایک روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کے وقت فرمایا: ''اے انصار کے گروہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کا حکم دیا تھا؟ پس تم میں سے کون ہے جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فوقیت لے جائے؟'' اس پر انصار نے بیک زبان کہا: ''ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فوقیت لے جائیں''۔

التاريخ الإسلامي للحميدي: 24/9، وعصر الخلافة الراشدة للعمري، ص: 40، واستخلاف أبي بكر، ص: 160، ومسند أحمد: 21/1، احمد شاکر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

126- ثانی اثنین

امام ابوعبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض علماء سے منقول ہے کہ وہ اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں: یہ آیت نبی کریم ﷺ کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ خلیفہ ہمیشہ وہی ہوتا ہے جو دوسرے نمبر پر ہو۔ ابوالعباس احمد بن عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ (ثاني اثنين) ہونے کے لقب کے مستحق اس لیے ٹھہرے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے بعد انہوں نے امور سلطنت کو اسی طرح جاری رکھا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے چلایا تھا۔ وہ اس طرح کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بیشتر عرب قبائل مرتد ہو گئے تھے۔ اسلام صرف مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور جواثا میں باقی رہ گیا تھا۔ اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو پوری قوت کے ساتھ اسلام کی دعوت دی اور دینِ اسلام میں واپس نہ آنے پر ان کے خلاف اُسی طرح جہاد کیا جس طرح نبی کریم ﷺ نے منکرینِ اسلام کے ساتھ جنگیں لڑی تھیں۔ اس لحاظ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (ثاني اثنين) کے لقب کے مستحق ٹھہرے''۔

عقيدة أهل السنة والجماعة، للدكتور ناصر بن علي الشيخ:2/538، 539۔

127- اگر آپ سے ملاقات نہ ہو سکے تو؟

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی کسی حاجت کے لیے حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اسے پھر کسی وقت آنے کے لیے فرمایا۔ اس نے عرض کیا: فرمائیے اگر آپ سے میری ملاقات نہ ہو سکے تو پھر کیا کروں؟ وہ آپ کی وفات کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِنْ لَّمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَابَكْرٍ)

''اگر مجھ سے تمہاری ملاقات نہ ہو سکے تو تم ابوبکر کے پاس آ جانا''۔

صحيح البخاري، حديث:3659، وصحيح مسلم، حديث:2386.

128- میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتدا کرو

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِنِّي لَا أَدْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي -- وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَتَمَسَّكُوا بِهَدْيِ عَمَّارٍ وَّمَا حَدَّثَكُمُ ابْنُ مَسْعُودٍ فَصَدِّقُوهُ)

''مجھے معلوم نہیں کہ میں تم میں کتنا عرصہ زندہ رہوں گا۔ تم میرے بعد آنے والے دو (خلفاء)، کی اقتدا کرنا ___ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کرکے یہ بات ارشاد فرمائی ___ نیز فرمایا: اور عمار کی سیرت کو اپنانا اور جو بات تمہیں ابن مسعود بیان کریں اس کی تصدیق کرنا''۔

سلسلة الأحاديث الصحيحة:3/233-236، والجامع الصغير للألباني:1/428.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد ''میرے بعد آنے والے دو افراد کی اقتدا کرنا'' کا مطلب ہے کہ ان دو خلفاء کی اقتدا کرنا جو میرے بعد امور سلطنت سنبھالیں گے اور وہ دو حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔ آپ نے ان کی حسن سیرت اور پاک طینت کی وجہ سے ان کی اقتدا کی ترغیب دلائی ہے۔ یوں اس حدیث میں ان دونوں کی خلافت کی واضح دلیل موجود ہے۔

تحفة الأحوذي:10/147۔

129- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند ہماری پسند

ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ حسن بصری رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے تو ہم نے اپنے حالات کا جائزہ لیا۔ ہم نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت سونپی تھی، چنانچہ ہم نے اپنی دنیا کی امامت کے لیے بھی انہی کو پسند کرلیا جنہیں رسول اللہ نے ہمارے دین کی امامت کے لیے چنا تھا''۔

الطبقات، لابن سعد:3/183۔

130- خلافت علی منہاج النبوۃ

رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دو خلفاء دکھائے گئے جن کی خلافت عین منہج نبوی کے مطابق ہوگی اور وہ آپ کے طریقے سے ذرہ برابر انحراف نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''میں سویا ہوا تھا۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں اپنے حوض سے پانی نکال کر لوگوں کو پلا رہا ہوں، اتنے میں ابوبکر آ گئے۔ انہوں نے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا تاکہ مجھے آرام وسکون کا موقع دیں۔ انہوں نے دو ڈول کھینچے لیکن ان کے ڈول نکالنے میں کمزوری تھی۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، پھر عمر آ گئے۔ انہوں نے ابوبکر سے ڈول لے کر (خوب پانی نکالا) میں نے کبھی اس سے زیادہ قوت کے ساتھ ڈول کھینچتے کسی کو نہیں دیکھا۔ حتی کہ لوگ سیر ہو کر چلے گئے اور حوض ابھی بھرا ہوا تھا اور بڑے جوش کے ساتھ پھوٹ رہا تھا''۔ [1]

میں نے کبھی اس سے زیادہ قوت کے ساتھ ڈول کھینچتے کسی کو نہیں دیکھا۔

[1] صحيح مسلم، حديث:2392.

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''انبیائے کرام کے خواب وحی ہیں۔ آپ کا یہ ارشاد ''ابوبکر کے ڈول نکالنے میں کچھ کمزوری تھی''۔ اس سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مختصر مدت، ان کی جلدی وفات اور مرتدین کے ساتھ جنگ میں مشغولیت مراد ہے جس کے باعث آپ کے عہد میں زیادہ فتوحات نہ ہو سکیں جب کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے طویل دور خلافت میں اسلامی مملکت کی حدود خوب پھیلتی چلی گئیں۔ [2]

[2] الاعتقاد ، للبيهقي، ص: 171.

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں

131- امام ابن تیمیہ کا تجزیہ

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعدد اقوال وافعال کے ذریعے سے مسلمانوں کی رہنمائی کی تھی کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں۔ آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں اپنی رضامندی اور خواہش کا اظہار کیا تھا۔ آپ نے ان کے لیے وصیت نامہ تحریر کرنے کا عزم بھی کیا تھا، پھر آپ کو معلوم ہوا کہ مسلمان انہی پر اتفاق کرلیں گے، لہٰذا آپ نے اسی پر اکتفا کیا اور وصیت نامہ تحریر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ اگر خلیفہ کا تعین مسلمانوں کے لیے مشتبہ معاملہ ہوتا تو آپ اس کا شافی بیان ضرور فرماتے تاکہ کسی قسم کا عذر باقی نہ رہتا لیکن جب آپ نے متعدد دلائل سے رہنمائی کردی کہ ابوبکر ہی خلیفہ ہوں گے اور مسلمان بھی آپ کی مراد سمجھ گئے تو اصل مقصود حاصل ہوگیا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت نامہ تحریر نہیں فرمایا۔

اسی لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کی مجلس میں اپنے خطبے میں کہا تھا: ''ابوبکر کے سوا تم میں کوئی شخص ایسا نہیں جسے خلیفۂ وقت کی صورت میں دیکھا جائے......''۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: ''ابوبکر کی خلافت کی صحت پر بہت سی نصوص موجود ہیں، ان کی خلافت کے ثبوت اور اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کی بہت سی صحیح نصوص وارد ہیں۔ مسلمانوں نے ان کی بیعت کی اور انہیں اپنا خلیفہ چنا۔ مسلمانوں کے اس چناؤ کی بنیاد یہ تھی کہ سیدنا ابوبکر صدیق کو خود اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی تھی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بھی ان کی بڑی فضیلت تھی۔ اس طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت قطعی دلائل اور مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے۔

عقيدة أهل السنة والجماعة، للدكتور ناصر بن علي الشيخ: 548/2.

132 - اولین خطبۂ خلافت اور اس کے اہم نکات

بیعت کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی شان اقدس کے لائق حمد وثنا بیان کی اور فرمایا:

''اما بعد! حاضرین کرام! مجھے تمہارا سربراہ بنایا گیا ہے۔ میں خود کو تم سے بہتر نہیں سمجھتا۔ اگر میں درست کام کروں تو میری مدد کرنا۔ اگر مجھ سے غلطی ہو جائے تو میری اصلاح کرنا۔ سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک طاقتور ہے حتی کہ میں اس کا حق اسے دلا دوں، ان شاء اللہ۔ تمہارا طاقتور شخص میرے نزدیک کمزور ہے حتی کہ میں اس سے مظلوم کا حق وصول کرلوں، ان شاء اللہ۔ جب کوئی قوم جہاد فی سبیل اللہ سے منہ موڑ لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ جس قوم میں بے حیائی عام ہو جائے اللہ تعالیٰ ان پر عمومی عذاب نازل کر دیتا ہے۔ میری اطاعت اس وقت تک کرنا جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے لگوں تو تم پر میری اطاعت ضروری نہیں۔ اٹھو نماز ادا کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے''۔

لابداية والنهاية:306,305/6.

133 - مظلوموں کی دادرسی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلیفہ اپنے پہلے خطاب میں فرمایا تھا:

(اَلضَّعِيفُ فِيكُمْ قَوِيٌّ عِنْدِي حَتّٰى أُرِيحَ عَلَيْهِ حَقَّهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَالْقَوِيُّ فِيكُمْ ضَعِيفٌ عِنْدِي حَتّٰى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ)

''تمہارا کمزور آدمی میرے نزدیک طاقتور ہے حتی کہ میں اس کا حق اسے دلا دوں، ان شاء اللہ۔ اور تمہارا طاقتور آدمی میرے نزدیک کمزور ہے حتی کہ میں اس سے مظلوم کا حق وصول کرلوں، ان شاء اللہ''۔

السيرة لابن حبان:419/1۔

134- صدیق اکبر کا عدل وانصاف

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جمعہ والے دن خطبے کے لیے کھڑے ہوئے تو انہوں نے فرمایا:

''کل صبح زکاۃ کے اونٹ پیش کرنا ہم انہیں تقسیم کریں گے۔ کوئی شخص بلا اجازت ہمارے پاس نہ آئے''۔

چنانچہ ایک خاتون نے اپنے خاوند سے کہا: یہ رسی لو اور تم بھی جاؤ، ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی اونٹ عطا کردے۔ وہ شخص آیا تو اس نے دیکھا کہ سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اونٹوں کے باڑے میں داخل ہوئے ہیں، لہٰذا یہ شخص بلا اجازت اندر چلا گیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا: (مَا أَدْخَلَكَ عَلَيْنَا؟) ''تم کیسے اندر آ گئے؟''

پھر اس سے رسی لے کر اسی رسی سے اس کو مارا۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اس شخص کو بلایا، اسے رسی دی اور کہا: (اِسْتَقِدْ) ''اپنا بدلہ لے لو''۔

اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اللہ کی قسم! یہ ہرگز بدلہ نہیں لے گا۔ نہ آپ یہ طریقہ نکالیں'' (کہ ہر کوئی خلیفۃ المسلمین سے بدلہ لیتا پھرے) یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

(فَمَنْ لِّي مِنَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟)

''قیامت کے دن اللہ کے دربار میں میرا سہارا کون ہوگا؟''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ چونکہ غلطی اسی کی تھی، لہٰذا آپ اسے کچھ دے دلا کر راضی کرلیں۔ اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہا کہ ایک اونٹنی، اس کا کجاوہ، ایک مخملی کمبل اور پانچ دینار لاؤ، پھر یہ چیزیں اس شخص کو دے کر اسے راضی کرلیا۔

فقه التمكين في القرآن الكريم، ص:460، 461۔

135- مسلمانوں کا پہلا بیت المال

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے بیت المال سے لوگوں میں برابر برابر عطیات تقسیم کرتے تھے۔ امام ابن سعد اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مقام ''سُنح'' پر بیت المال قائم کر رکھا تھا۔ اُس پر کوئی محافظ مقرر نہیں تھا۔ آپ سے عرض کیا گیا: ''آپ بیت المال پر محافظ کیوں مقرر نہیں کرتے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''بیت المال کو کوئی خطرہ نہیں''۔ عرض کیا گیا: ''وہ کیسے؟'' آپ نے کہا: ''اس پر تالا لگا ہوا ہے''۔

آپ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ بیت المال کا سارا مال غرباء میں تقسیم کر دیتے تھے۔ جب آپ ''سُنح'' سے مدینہ منورہ منتقل ہوئے تو بیت المال کو بھی ساتھ ہی منتقل کر لیا اور اسے اپنے گھر ہی میں قائم کیا، پھر جہینہ قبیلے کی معدنیات میں سے بہت سا مال آیا، جبکہ آپ کی خلافت ہی میں بنوسلیم قبیلے کی معدنیات بھی دریافت ہو گئی تھیں۔ ان دو مقامات سے زکاۃ کا مال آنا شروع ہوا تو آپ اسے بیت المال میں رکھوا دیتے، پھر لوگوں میں برابر برابر تقسیم کرتے۔ آزاد اور غلام، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے سب کو برابر مال عطا فرماتے تھے۔

> اعمال کا ثواب اللہ ہی کے ذمے ہے۔ جبکہ مال میں کسی کو ترجیح دینے کے بجائے سب کو برابر رکھنا ہی بہتر ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''آپ نے پہلے سال آزاد مرد اور غلام، عورت اور لونڈی سب کو دس دس دینار عطا کیے۔ اگلے سال بیس بیس دینار عطا کیے''۔ ایک مسلمان نے ان سے عرض کیا: ''اے خلیفۂ رسول! آپ نے عطیات میں سے لوگوں کو برابر برابر عطا کیا ہے، حالانکہ لوگوں میں کچھ سبقت اسلام اور دیگر فضائل میں ممتاز ہیں، اگر آپ ان فاضل اور قدیم الاسلام افراد کو زیادہ عطا کریں تو بہتر ہے''۔ اس پر انہوں نے

جواب دیا:

”تم نے لوگوں کی اسلام میں سبقت اور ان کے فضائل ومحاسن کا جو تذکرہ کیا ہے، میں اسے نہیں جانتا، ان اعمال کا ثواب تو اللہ رب العزت ہی کے ذمے ہے۔ جبکہ یہ مال ضرورت زندگی ہے، لہٰذا اس میں کسی کو ترجیح دینے کے بجائے سب کو برابر رکھنا ہی بہتر ہے“۔

أبو بكر الصديق، للطنطاوي، ص: 187، 188، والطبقات، لابن سعد: 193/3.

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کے لیے اونٹ، گھوڑے اور اسلحہ خریدا کرتے تھے۔ ایک سال انہوں نے دیہات سے برائے فروخت آنے والی مخملی چادریں خریدیں اور موسم سرما میں مدینہ منورہ کی بیواؤں میں تقسیم کیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حکومت میں محصولات کی مقدار دو لاکھ دینار تک پہنچ گئی تھی جسے انہوں نے مختلف رفاہی کاموں میں خرچ کیا۔

الأحكام السلطانية، للماوردي، ص: 201۔

136- منہج ربانی کی پیروی

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں عدل وانصاف کے قیام اور مساوات کے لیے منہجِ ربانی کی پیروی کی۔ انہوں نے ضعفاء کے حقوق کی پاسداری کی۔ بطور خلیفہ اپنا وزن کمزور و ناتواں لوگوں کے پلڑے میں ڈالا۔ وہ نہایت توانا آواز، کھلی آنکھوں اور پرعزم ارادے کے ساتھ کمزوروں کے ہم نوا بن گئے اور ان کے اس عزم کو کسی قسم کا کوئی دباؤ کمزور نہیں کر سکا۔

137- خلیفۃ اللہ یا خلیفۃ رسول اللہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کے بعد ایک شخص ان کی خدمت میں آیا اور اس نے ان کو ”یا خلیفۃ اللہ“ کہہ کر خطاب کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

”میں خلیفۃ اللہ نہیں ہوں، خلیفۂ رسول اللہ ہوں“۔

الصديق أبو بكر، لمحمد حسين هيكل، ص: 557

138- تراشے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلام کا نظام عدل وانصاف پوری شان سے نافذ ہوا۔ آپ ہر دباؤ اور طاقت کو قدموں تلے روند کر آگے بڑھتے رہے اور عدل وانصاف سے ملت اسلامیہ کا سر فخر سے بلند کرتے رہے۔ اسی عمل سے ان کی خلافت مضبوط ہوئی اور ملت کی حفاظت کرتی رہی۔

أبو بكر رجل الدولة، لمجدي حمدي۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کتنی خوبصورت بات کہی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل وانصاف والے بادشاہ کا مددگار رہتا ہے اگرچہ وہ کافر ہی ہو۔ اور ظالم حکومت کی مدد نہیں کرتا اگرچہ وہ مسلمان ہی ہو۔...... عدل وانصاف سے لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے اور اموال میں برکت آتی ہے''۔

السياسة الشرعية في الراعي والرعية، لشيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت عدل وانصاف اور سچ پر مبنی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام چیلنجز اور شدید ترین حالات میں ان کی مدد فرمائی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نہایت قیمتی قول ہے:

(اَلصِّدْقُ أَمَانَةٌ وَّ الْكِذْبُ خِيَانَةٌ)

''سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے''۔

السياسة الشرعية، ص: 10۔

139-

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امت کی قیادت کے بنیادی اصول کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

(إِنَّ الصِّدْقَ بَيْنَ الْحَاكِمِ وَالْأُمَّةِ هُوَ أَسَاسُ التَّعَامُلِ)

''حاکم اور رعایا کے درمیان تمام معاملات کی بنیاد سچائی ہی پر قائم ہوتی ہے''۔

جب سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کب ہوئی؟ تو انہوں نے جواب دیا: ''اسی دن جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ صحابۂ کرام نے گوارا نہ کیا کہ وہ چند گھڑیاں بھی بغیر جماعت اور امیر کے گزاریں''۔

أباطيل يجب أن تمحى من التاريخ، لإبراهيم شعوط، ص: 101۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں ہونے والی گفتگو مکمل طور پر پرامن تھی۔ اس موقع پر کوئی ہنگامہ یا فساد نہیں ہوا، کسی کی تکذیب نہیں ہوئی، کوئی خفیہ سازش نہیں ہوئی، مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق پر کوئی آنچ نہیں آئی بلکہ ان شرعی نصوص کو تسلیم کر لیا گیا جو اس گفتگو میں فیصلے کے لیے پیش کی گئیں۔

دراسات في عهد النبوة، والخلافة الراشدة للشجاع، ص: 256۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد مسلمانوں کے اہم امور کے متعلق سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے گفت و شنید کیا کرتے تھے۔

تاريخ الخلفاء للسيوطي، ص: 43۔

140- باغ فدک

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ اور عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور مطالبہ کیا کہ خیبر اور فدک میں سے ہمارا حصہ دیا جائے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

(لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)

ہماری (انبیاء کی) وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

صحيح البخاري، حديث:3094۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ صدقہ ہے یہ بات سنت اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔ اسی لیے امہات المؤمنین نے وراثت میں حصہ طلب نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے شروع میں وراثت میں اپنا حصہ طلب کیا مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ نبیوں کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی بلکہ وہ صدقہ ہوتی ہے تو انہوں نے فوراً رجوع کر لیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت تقسیم نہیں ہوئی حتی کہ جب سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کو تقسیم نہیں کیا۔

141- جہاد چھوڑنا ذلت ورسوائی کا باعث

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جہاد فی سبیل اللہ کو اپنے دور خلافت کا اہم فریضہ بنایا۔ آپ نے جہاد کے لیے امت کی توانائیوں کو جمع کیا تاکہ مظلوموں پر ظلم ختم ہو، مغلوب ومقہور لوگ دعوت حق سے آشنا ہوں، محروموں کو آزادی نصیب ہو اور دین حق کی دعوت ہر رکاوٹ کو عبور کر کے دنیا کے کونے کونے میں پہنچ جائے۔

أبو بكر رجل الدولة، لمجدي حمدي، ص:73۔

142- سُنح میں قیام

ہجرت کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک انصاری صحابی خارجہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ ان کا گھر سنح کے علاقے میں تھا جو آج کل مدینہ ائرپورٹ کے قرب وجوار کا علاقہ بنتا ہے۔ انہوں نے اپنی بیٹی سیدہ حبیبہ کی شادی سیدنا ابوبکر صدیق سے کردی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپ کا قیام یہیں رہا۔

خلافت کے پہلے چھ ماہ تک بھی آپ کا قیام یہیں سُنح میں ہی تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پانچوں نمازیں مسجد نبوی میں پڑھاتے۔ آپ کبھی پیدل آتے' کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر آتے۔ عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد اپنے گھر لوٹ جاتے۔ اگر کسی وجہ سے آپ مسجد نبوی میں حاضر نہ ہو سکتے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے۔

(أبو بكر الصديق، لعلي الطنطاوي، ص:244،245)

143- ملکی نظم ونسق

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ملکی پالیسی کے نفاذ کے لیے صحابۂ کرام میں سے اپنے معاونین منتخب کیے، امت محمدیہ کے امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو وزیر خزانہ مقرر کیا اور امین بیت المال کے فرائض بھی انہی کے سپرد تھے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو وزارت عدل وانصاف کی ذمہ داری دی گئی، جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود بھی عدالتی امور نبٹاتے تھے۔ وزارت مواصلات، ڈاک کا انتظام اور خط کتابت کا فریضہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ ان کی غیر موجودگی میں سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما بھی یہ فریضہ ادا کرتے تھے۔

التاريخ الاسلامي، للدكتور شوقي أبو خليل، ص: 218۔

144- سادہ اور پرانا مکان

سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی رہائش مدینہ کے مشرق میں واقع سنح نامی گاؤں میں بھی تھی۔ یہ جگہ مدینہ کی آخری سرے کی آبادی شمار ہوتی تھی۔ ان کی رہائش بڑی معمولی درجہ کی تھی یہ سادہ سا دیہاتی قسم کا مکان تھا۔ وہ خلیفہ منتخب ہوگئے، لیکن ان کا قیام اسی مکان میں رہا، نہ اسے منہدم کر کے اچھا مکان بنایا، نہ اس کی مرمت کرائی اور نہ اس کی سکونت ترک کر کے کسی اور مکان میں منتقل ہوئے۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد چھ مہینے وہ روزانہ اس مکان سے مسجد نبوی میں آتے اور خلافت کے امور نمٹاتے رہے۔ دراصل اس وقت مسجد نبوی ہی کو قصر خلافت یا دفتر خلافت کی حیثیت حاصل تھی۔ پھر بعد میں مدینہ میں واقع اپنے گھر میں منتقل ہو گئے۔

ان کا یہ چھوٹا سا مکان مدینے کے اندرونی حصے میں تھا، جس میں وہ مہاجر کی حیثیت سے آئے تھے۔ اس میں بھی انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی، وہ مکان بھی اسی پہلی حالت میں رہا، جس حالت میں انہیں ہجرت کے وقت ملا تھا۔

الصديق أبو بكر، لمحمد حسين هيكل، ص: 207، 208۔

145- امور حکومت اور گھریلو ضروریات

سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا: ''میری قوم بخوبی جانتی ہے کہ میرا پیشہ میری گھریلو ضروریات کے لیے کافی تھا۔ لیکن اب میں مسلمانوں کے امور کی نگہبانی میں مصروف ہو گیا ہوں، لہٰذا آل ابوبکر مسلمانوں کے مال سے اخراجات پورے کرے گی اور میں مسلمانوں کی خدمت میں مصروف رہوں گا''۔

صحيح البخاري، حديث: 2070۔

146- لاوارث خاندان کی بکریوں کا دودھ دوہنا

خلافت کے منصب پر متمکن ہونے سے پہلے آپ ایک لاوارث کنبے کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب آپ خلیفہ بن گئے تو اس کنبے کی ایک بچی کہنے لگی: ''اب تو آپ ہماری بکریوں کا دودھ نہیں دوہا کریں گے''۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں یہ خدمت انجام دیتا رہوں گا۔ امید ہے کہ میری نئی ذمہ داری مجھے میری گزشتہ نیکیوں سے مانع نہیں ہوگی''۔

چنانچہ آپ حسب سابق ان کی بکریوں کا دودھ دوہتے رہے۔ جب وہ بچیاں اپنی بکریاں لے کر آتیں تو آپ ازراہ شفقت فرماتے: (أُرْغِي لَكِ أَوْ أُصَرِّحُ؟) ''دودھ کا جھاگ بناؤں یا نہ بناؤں؟'' اگر وہ کہتیں کہ جھاگ بنادیں تو برتن کو ذرا دور رکھ کر دودھ دوہتے حتی کہ خوب جھاگ بن جاتا۔ اگر وہ کہتیں کہ جھاگ نہ بنائیں تو برتن تھن کے قریب کر کے دودھ دوہتے تاکہ دودھ میں جھاگ نہ بنے۔ آپ مسلسل چھ ماہ تک مقام سُنح میں یہ خدمت انجام دیتے رہے، پھر آپ نے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کر لی۔

الطبقات، لابن سعد: 186/3۔

147- نابینا خاتون کی خدمت

سیدنا ابو صالح غفاری بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک اندھی بڑھیا رہتی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس کی خدمت کے لیے جایا کرتے تھے۔ اُسے پانی وغیرہ لا کر دیتے اور دیگر ضروریات کا سامان بہم پہنچاتے۔ اکثر ایسا ہوتا جب وہ وہاں پہنچتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ کوئی شخص ان سے پہلے بڑھیا کی خدمت کر گیا ہے۔ کئی بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جلدی جلدی پہنچے تاکہ کوئی دوسرا شخص ان سے پہلے یہ خدمت نہ کر جائے مگر وہ ایسا نہ کر پائے۔ ایک رات انہوں نے چھپ کر اس شخص کا پتا لگایا تو وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نکلے جو اس بڑھیا کی خدمت کر جاتے تھے، حالانکہ وہ اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔

أبو بكر الصديق، للطنطاوي، ص: 9.

-148

قارئین کرام ذرا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اخلاق پر غور کیجیے کہ وہ لاوارث بچیوں کے لیے بکریوں کا دودھ نکال کر انہیں دیتے ہیں اور خلیفہ بننے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

(أَرْجُو أَنْ لَّا يُغَيِّرَنِي مَا دَخَلْتُ فِيهِ)

''امید ہے کہ میری نئی ذمہ داری میرے خیر کے کاموں میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔''

صفة الصفوة، لابن الجوزي:1/258۔

ان کی نئی ذمہ داریاں کوئی آسان کام نہ تھا۔ وہ خلیفۂ رسول تھے۔ عرب کے سردار اور اس لشکر جرار کے سپہ سالار تھے جو ایرانی جبروت اور رومی غرور کو خاک میں ملانے کے لیے روانہ ہوا تھا۔ جس نے وہاں عدل وانصاف، علم اور تہذیب کے جھنڈے گاڑنا تھے۔ اس سب کچھ کے باوجود ان کی آرزو یہ تھی کہ وہ اپنے سابقہ نیک اعمال بھی بدستور جاری رکھیں گے اور حسب سابق لاوارث بچیوں کی خدمت کرتے رہیں گے۔[1]

أبو بكر الصديق، للطنطاوي، ص: 186۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تواضع اور فروتنی کو دیکھیے کہ اگر ان کی اونٹنی کی مہار گر جاتی تو وہ بذات خود نیچے اتر کر اسے تھام لیتے تھے۔ کسی اور کو حکم نہیں دیتے تھے۔ ان سے عرض کیا گیا: ''اگر آپ ہمیں حکم دیتے تو ہم آپ کو مہار پکڑا دیتے''۔ آپ فرماتے:

(أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَلَّا نَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا)

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں سے سوال نہ کریں''۔

التاريخ الإسلامي، لمحمود شاكر، ص: 8۔

149- خاموش حج کرنے والی عورت کو نصیحت

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو جاہلی اعمال اور بدعات کے ارتکاب سے سختی سے منع کرتے تھے۔ آپ صحیح اسلامی اعمال کرنے اور اتباعِ سنت کی تاکید کرتے تھے۔ قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ احمس قبیلے کی زینب نامی ایک عورت کے پاس پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ بالکل چپ ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

(مَا لَهَا لَا تَتَكَلَّمُ؟) ''اسے کیا ہوا ہے؟ یہ باتیں کیوں نہیں کرتی؟''

حاضرین نے جواب دیا کہ اس نے خاموش حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ اپنی خاموشی توڑو، ایسی نذر ماننا جائز نہیں، یہ تو جاہلیت کے کاموں میں سے ہے، لہٰذا اس نے بات چیت شروع کر دی اور پوچھنے لگی:

''آپ کون ہیں؟'' سیدنا ابوبکر نے فرمایا: (أَنَا امْرُؤٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ) ''میں مہاجرین میں سے ہوں۔'' اس نے پھر پوچھا: ''کون سے مہاجرین میں سے؟''

آپ نے کہا: (مِنْ قُرَيْشٍ) ''قریش کے مہاجرین میں سے''۔

اس نے پوچھا: ''قریش کے کس خاندان سے؟''

آپ نے فرمایا: (إِنَّكِ لَسَئُولٌ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ) ''تم نے تو بہت پوچھ گچھ شروع کر دی۔ میں ابوبکر ہوں''۔

صحیح البخاري: 3834۔

150- اخلاق حمیدہ

اخلاق حمیدہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ثمرات میں سے ہے۔ ان اخلاق حمیدہ میں سے ایک تواضع ہے جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں بدرجۂ اتم نظر آتی ہے۔ ان کی یہ خوبی لاوارث بچیوں کے لیے بکریوں کا دودھ نکال کر دینے اور ان کی دیگر پالیسیوں سے واضح ہوتی ہے۔

151- ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

(اِنْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَزُورُهَا)

''آیئے ہم ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس چلتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جایا کرتے تھے''۔

جب ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ دونوں نے پوچھا: ''آپ کیوں رو رہی ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین جزا اور صلہ ہے''۔ اس پر وہ کہنے لگیں: ''میں اس لیے نہیں رو رہی کہ مجھے یہ علم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین جزا ہے۔ میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے''۔ ان کی یہ بات سن کر سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی آبدیدہ ہو گئے۔

صحیح مسلم، حدیث: 2454.

152- سیاسی بصیرت اور نشیب و فراز پر گہری نگاہ

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ بے پناہ سیاسی بصیرت کے حامل تھے اور حالات کے نشیب و فراز پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ اپنے دور کی حکومتوں اور ان کے قوانین سے بھی پوری طرح آگاہ تھے۔ اس وقت ایران اور روم کی دو مملکتوں کا تمام دنیا میں شہرہ تھا اور کسی معاصر حکومت کو ان کے سامنے سر اٹھانے کی جرأت نہ تھی۔ جمہوریت کا اس زمانے میں کہیں نام و نشان نہ تھا، تمام حکومتیں جبر و آمریت کی بنیاد پر قائم تھیں۔ رعایا ان کے ہاتھوں سخت تکلیف میں مبتلا تھی۔ ہر باشندہ ملک کو انھوں نے دبا کر رکھا ہوتا اور لوگوں سے اچھوتوں کا سا برتاؤ روا رکھا جاتا تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دنیا کی ان دو عظیم مملکتوں کے جو علاقے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوئے، وہاں کامل مساوات کا قانون نافذ کیا گیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

153- جیسے حکمران ویسی رعایا

ایک بدوی خاتون نے سیدنا ابوبکر صدیق سے پوچھا: ''اے خلیفۂ رسول! جاہلیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی وجہ سے جو نعمت عطا کی ہے، ہم اس پر کب تک قائم رہیں گے؟''

آپ نے فرمایا: (بَقَاءُ كُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِهِ أَئِمَّتُكُمْ) ''تم لوگ اس پر اس وقت تک قائم رہو گے جب تک تمہارے حکمران اسلام پر قائم رہیں گے''۔

وہ کہنے لگی: ''حکمرانوں سے کون لوگ مراد ہیں؟''

آپ نے فرمایا: (أَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُؤُوسٌ وَ أَشْرَافٌ يَأْمُرُونَهُمْ فَيُطِيعُونَهُمْ؟)

''کیا تمہاری قوم کے شرفاء اور سردار نہیں ہیں جو قبیلے والوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ ان کی اطاعت کرتے ہیں؟''

اس نے عرض کیا: ''بالکل ہیں''۔

آپ نے فرمایا: (فَهُمْ أُولَئِكَ عَلَى النَّاسِ) ''حکمران یہی لوگ تو ہیں''۔

صحيح البخاري، حديث:3834۔

فوج کے سربراہوں کے نام حکم جاری کیا کہ بلا امتیاز مذہب وملت سب سے یکساں معاملہ کیا جائے، کسی سے بے گار نہ لی جائے، کسی کو محکوم اور مفتوح سمجھ کر مبتلائے اذیت نہ کیا جائے، چھوٹے بڑے ہر طبقے کے لوگوں سے عدل وانصاف کیا جائے، کسی قوم کی عبادت گاہوں کو منہدم نہ کیا جائے، مذہبی اور معاشرتی آزادی کا کھلے الفاظ میں اعلان کیا جائے۔

مفتوحہ علاقے کے لوگوں نے مساوات کا کبھی نام بھی نہیں سنا تھا۔ وہ مسلمانوں کے اس طرز عمل اور طریق گفتگو سے نہایت خوش ہوئے اور بہت سے لوگ صرف ان کے اس رویے سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

الصديق أبوبكر، لمحمد حسين هيكل، ص:25۔

154- اجتہاد

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جس کی اصل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے نہ ملتی تو وہ اس میں اجتہاد کرتے اور کہا کرتے تھے:

(أَجْتَهِدُ بِرَأْيِي، فَإِنْ يَكُنْ صَوَاباً فَمِنَ اللَّهِ وَإِنْ يَكُنْ خَطأً فَمِنْ نَفْسِي وَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ)

''میں اپنی رائے سے اجتہاد کر رہا ہوں۔ اگر میرا اجتہاد درست ہے تو یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر یہ غلط ہے تو یہ میری کوتاہی ہے اور میں اپنی اس کوتاہی پر اللہ سے معافی مانگتا ہوں''۔

جب بھی ان کے پاس کوئی مسئلہ آتا تو وہ کتاب اللہ سے اس کا حل ڈھونڈتے۔ اگر مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر نہ ملتا تو پھر صحابہ کرام سے اس بارے میں پوچھتے۔ ایسے موقعوں پر آپ کہا کرتے تھے: (اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِينَا مَنْ يَحْفَظُ عَلَيْنَا سُنَّةَ نَبِيِّنَا)

''اللہ کا شکر ہے ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو محفوظ کر رکھا ہے''۔

الطبقات الكبرى، لابن سعد، وأبو بكر الصديق، لعلي الطنطاوي، ص:288۔

155- ابن عباس کے فتاوی کی بنیاد

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جب بھی کوئی مسئلہ آتا تو سب سے پہلے کتاب اللہ سے اس کا حل ڈھونڈتے۔ اگر نہ ملتا تو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ڈھونڈتے۔ اگر وہاں سے بھی نہ ملتا تو سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فتاوی میں دیکھتے۔ ابن عباس حبر الامۃ اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ محدث اور عالم تھے۔

فتاوی ابن تیمیہ، وأبو بكر الصديق، لعلي الطنطاوي، ص:289۔

156- صرف مجھے ہی سلام کیوں؟

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کی اصلاح کیا کرتے تھے اور انہیں صحیح اعمال اپنانے کا حکم دیتے تھے۔ میمون بن مہران رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سلام کیا تو انہیں خاص کرتے ہوئے کہا: (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ!) اس پر آپ نے دریافت فرمایا: (مِنْ بَيْنِ هٰؤُلَاءِ أَجْمَعِينَ) ''تم نے تمام حاضرین میں سے صرف مجھی کو سلام کیوں کیا؟''

الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب البغدادي: 172/1۔

157-

امام نووی نے ''التھذیب'' میں بیان کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں سارا قرآن یاد تھا۔

سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز چاشت اس ڈر سے نہیں پڑھتے تھے کہ کہیں لوگ ان کی پیروی میں اسے اپنے لیے ضروری نہ قرار دے لیں۔

المعجم الكبير للطبراني، حديث: 3057، اس کی سند صحیح ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کی تربیت نہایت اعلی معیار پر کی تھی۔ وہ انہیں بطور خاص ہمسایوں کے حقوق سے آگاہ کرتے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے دیکھا کہ ان کا بیٹا عبدالرحمٰن اپنے ہمسائے سے تکرار کر رہا ہے تو بیٹے سے فرمایا:

(لَا تُمَاظِّ جَارَكَ، فَإِنَّ هٰذَا يَبْقٰى وَيَذْهَبُ النَّاسُ)

''اپنے ہمسائے سے مت جھگڑو کیونکہ یہ ہمسایہ تو یہیں رہے گا اور لوگ (تمہاری تکرار کی خبریں لے کر) چلے جائیں گے''۔

الزهد، لابن المبارك: 551/1۔

158- والد کا احترام

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی ابو قحافہ کے بڑے فرمانبردار تھے۔ جب آپ 12 ہجری ماہِ رجب میں عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے تو چاشت کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، پھر اپنے گھر آئے۔ آپ کے والد بزرگوار ابو قحافہ رضی اللہ عنہ دروازے کے پاس بیٹھے تھے۔ ان کے اردگرد چند جوان بھی تھے۔ ان سے کہا گیا: آپ کا بیٹا آیا ہے۔ وہ فوراً ملنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو فوراً اپنی اونٹنی سے اترے، اسے بٹھانے کی کوشش بھی نہیں کی تاکہ والد محترم کی عزت وتکریم اور اطاعت و فرمانبرداری کا ارمان جلد از جلد پورا کر سکیں، پھر لوگ آ آ کر انہیں سلام کرنے لگے۔ سیدنا ابو قحافہ کہنے لگے: ''عتیق بیٹا! یہ سردار لوگ ہیں، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا''۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

(يَا أَبَتِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ،
طُوِّقْتُ أَمْرًا عَظِيمًا لَا قُدْرَةَ لِي بِهِ وَ لَا يَدَانِ إِلَّا بِاللّٰهِ)

''ابا جان! اللہ تعالیٰ کی مدد وتوفیق کے بغیر نیکی کرنے اور برائی سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں، مجھے ایک بھاری ذمہ داری سونپ دی گئی ہے، اسے نبھانے کی مجھ میں طاقت نہیں مگر یہ کہ اللہ ہی میرا حامی و ناصر ہو جائے''۔

صفة الصفوة، لابن الجوزي: 258/1-

159- دوطرفہ محبت

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کے ساتھ نہایت محبت واحترام کا رشتہ استوار رکھا جو طرفین کے شایانِ شان تھا۔ الفت ومحبت کا اظہار دونوں طرف سے ہوتا رہتا تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا اور سیدنا ابوبکر کی وفات کے بعد ان کے بیٹے محمد کی پرورش اپنے ذمے لے لی۔ پھر اپنی خلافت میں انہیں امیر بھی بنایا تھا۔

المرتضى، لأبي الحسن الندوي، ص: 98.

160-

رسول اللہ ﷺ کی جدائی کو یاد کرلیا کرو غم ہلکا ہو جائے گا

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو مصائب میں صبر کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ کسی کا کوئی عزیز فوت ہو جاتا تو اسے ان الفاظ میں تسلی دیتے:

''تعزیت سے مصیبت کا بوجھ ختم ہو جاتا ہے۔ جزع فزع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، مؤمن کے لیے موت ماقبل کی تکالیف سے کہیں آسان ہے اور مابعد کے مقابلے میں کہیں زیادہ سخت ہے۔

(اُذْكُرُوا فَقْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ تَصْغُرْ مُصِيبَتُكُمْ وَعَظَّمَ اللّٰهُ أَجْرَكُمْ)

''رسول اللہ ﷺ کی جدائی کو یاد کرلیا کرو، تمہارا غم ہلکا ہو جائے گا۔ اللہ تمہارا اجر وثواب زیادہ کرے''۔

عيون الأخبار، لأبي محمد عبدالله بن مسلم:3/69،70۔

161- عدالتی اور انتظامی امور

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بوقت ضرورت مقدمات کا فیصلہ خود کرتے تھے۔ آپ کے دور حکومت میں ابھی عدلیہ انتظامیہ سے الگ نہیں ہوئی تھی بلکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی کی طرح نظام عدالت چل رہا تھا۔ کیونکہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے قریبی دور میں جو تعلیم حاصل کی تھی وہ اسی کی روشنی میں زندگی گزار رہے تھے اور ان کی زندگی پر شریعت کا رنگ بہت گہرا تھا، اس لیے ان کے باہمی اختلافات نہ ہونے کے برابر تھے۔ عہد صدیقی میں مدینہ منورہ کا نظام عدالت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا تھا تاکہ وہ سیدنا ابوبکر کے معاون ومددگار رہوں لیکن اس منصب کو کوئی مستقل حیثیت حاصل نہیں تھی۔

تاريخ القضاء في الإسلام، للزحيلي، ص: 83،84.

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے متعین کردہ اکثر قاضی اور گورنر اپنے مناصب پر برقرار رکھے اور وہ حسب سابق اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔

162- مطلقہ عورت کے چھوٹے بچے اسی کے پاس رہیں گے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے نہایت معتمد ساتھی سیدنا عمر فاروق کے خلاف ایک مقدمہ میں فیصلہ دیا تھا۔ آیئے اس واقعہ کے بارے میں ان کا موقف پڑھتے ہیں:

ہوا یوں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک انصاری اہلیہ کو طلاق دے دی تھی اس خاتون سے ان کا بیٹا عاصم بھی تھا۔ کچھ عرصہ بعد سیدنا عمر فاروق نے دیکھا کہ وہ انصاری خاتون اپنے بیٹے کو اٹھائے ہوئے تھی۔ بچہ دودھ پینا چھوڑ چکا تھا اور اب چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر ماں سے چھیننا چاہا اور تھوڑی سختی بھی کی۔ بچہ رونے لگا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''میں اپنے بیٹے کا تمہاری نسبت زیادہ حق دار ہوں''۔ یہ جھگڑا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ سیدنا ابوبکر نے ماں کے حق میں فیصلہ دے دیا اور فرمایا:

''اس بچے کے لیے ماں کی محبت وشفقت، اس کی گود اور بستر تمہاری نسبت بہتر ہے حتی کہ بچہ جوان ہو جائے اور اپنا فیصلہ خود کر لے کہ وہ کس کے پاس رہنا چاہتا ہے''۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''ماں زیادہ مشفق و مہربان، زیادہ رحم دل، زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ نرم مزاج ہے اور جب تک وہ دوسری شادی نہ کرے تب تک وہ بچے کی زیادہ حق دار ہے''۔

المصنف، لعبد الرزاق: 54/7، حدیث: 12600۔

163- ہمراز خاص

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت سے ایسے مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی تھے جہاں اکابر صحابہ میں سے کوئی اور موجود نہیں تھا مثلاً ہجرت کے وقت، بدر کے موقع پر عریش میں، اسی طرح عرب قبائل کو دعوت دیتے وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاص ہمراز کو ہی ساتھ رکھتے تھے۔

منہاج السنۃ: 4/7، 255، 256۔

164- وراثت میں دادی کا حصہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین و احکام معلوم کرتے وقت پوری تحقیق کرتے تھے۔ قبیصہ بن ذویب بیان کرتے ہیں کہ ایک دادی اپنے پوتے کی وراثت سے حصہ لینے کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا:

(مَا أَجِدُ لَكِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْئًا وَّ مَا عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ذَكَرَ لَكِ شَيْئًا)

''مجھے معلوم نہیں کہ قرآن مجید میں تمہارے لیے کوئی حصہ بیان ہوا ہو اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو پوتے کی وراثت سے کچھ دیا ہو''۔

پھر آپ نے صحابۂ کرام سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے عرض کیا: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دادی کو اس کے پوتے کی وراثت سے چھٹا حصہ دیا تھا''۔ اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: (هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟) ''کیا آپ کے پاس اس کا کوئی اور گواہ ہے؟'' محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ کیا تھا، چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دادی کو چھٹا حصہ دلا دیا۔

تذكرة الحفاظ، للذهبي: 2/1۔

165- جائز دفاع کی صورت میں عدم قصاص کا فیصلہ

عبداللہ بن عبیداللہ المعروف ابن ابی ملیکہ اپنے دادا ابوملیکہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے لڑائی میں دوسرے آدمی کی انگلیاں چبا ڈالیں، اس نے ہاتھ کھینچا تو اس آدمی کے سامنے والے دانت اکھڑ گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مقدمے میں عدم قصاص کا فیصلہ سنایا۔

تاريخ القضاء في الإسلام، للزحيلي، ص: 137۔

166- امراء اور گورنروں کی ذمہ داریاں

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مختلف علاقوں، شہروں، قصبوں میں جو گورنر اور امراء مقرر کیے تھے ان کی مختلف ذمہ داریاں اور ڈیوٹیاں لگائی گئی تھیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ان کے ذمہ کیا ڈیوٹیاں اور ذمہ داریاں تھیں۔ دراصل وہ ان علاقوں میں خلیفہ کے نائب تھے اور خلیفہ کے لیے لوگوں سے بیعت لینا بھی ان کی ذمہ داری تھی۔ یمن، مکہ، طائف اور دیگر علاقوں کے امراء نے لوگوں سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لی تھی۔

ان امراء اور ان کے نائبین کی مالی ذمہ داریاں بھی تھیں۔ وہ اپنے اپنے علاقے کے دولت مندوں سے زکاۃ وصول کر کے غرباء میں تقسیم کرتے تھے اور غیر مسلموں سے جزیہ لے کر بیت المال میں جمع کراتے۔ ان کی یہ ذمہ داری عہدِ نبوی ہی سے چلی آرہی تھی۔

مفتوحہ علاقوں اور مرتد ہو جانے والے علاقوں میں تعلیم کی بدولت اسلام مضبوط ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہونے والے معاہدوں کی تجدید کی گئی۔ نجران کے والی نے رسول اللہ ﷺ اور اہل نجران کے درمیان کیے گئے معاہدے کی تجدید کی تھی کیونکہ اہل نجران کے عیسائیوں نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔

امراء اپنے اپنے علاقوں میں لوگوں کو دینی تعلیم دینے اور اسلام کی تبلیغ و دعوت اور نشر و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر مساجد میں حلقہ بنا کر لوگوں کو قرآن اور اسلامی احکام و آداب سکھاتے تھے۔ وہ ایسا رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی میں کرتے تھے۔ یہ ذمہ داری رسول اللہ ﷺ اور ان کے خلیفہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر میں سب سے اہم شمار ہوتی تھی۔ اس لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے امراء اور گورنروں نے اس ذمہ داری کو خوب اچھی طرح نبھایا، حتی کہ ایک مؤرخ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضر موت میں مقرر کردہ امیر زیاد کے بارے میں لکھتا ہے: ''جب صبح ہوتی تو زیاد لوگوں کو قرآن پڑھانے کے لیے تشریف لے آتے جیسا کہ وہ امیر بننے سے پہلے قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے''۔

تاريخ الطبري: 165/3.

167- رازدان

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی ساتھی اور رازدان رہے ہیں۔ جب اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی اجازت دی آپ سیدھے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور سب سے پہلے انہیں یہ خبر دی۔

اسی طرح تعلیم و تربیت کے ذریعے سے ان امراء نے اپنے علاقوں میں اسلام کی نشرواشاعت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ مفتوحہ علاقوں اور مرتد ہو جانے والے علاقوں میں اسی تعلیم کی بدولت اسلام مضبوط ہوا۔ ایسے علاقے جہاں کے باسی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور دینی احکام سے بے خبر تھے، ان علاقوں میں اس تعلیم کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ جبکہ اسلام کے مضبوط مراکز، مثلاً: مکہ مکرمہ، طائف اور مدینہ منورہ میں بھی ایسے معلمین مقرر تھے جو لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے تھے۔ یہ سب کچھ خلیفہ یا اس کے امیر کے حکم پر ہوتا تھا یا جنہیں خلیفہ خاص طور پر مختلف علاقوں میں تعلیم کے لیے متعین کرتا تھا وہ یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

علاقے کا امیر یا گورنر اپنے صوبے کے انتظامی امور کا براہ راست ذمہ دار ہوتا تھا۔ اگر اسے کسی سفر پر جانا ہوتا تو وہ اپنا نائب مقرر کرتا تھا جو اس کی واپسی تک انتظامی امور کی نگرانی کرتا تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مہاجر بن ابی امیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کندہ کا گورنر بنایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں اسی عہدے پر برقرار رکھا۔ مہاجر اپنی بیماری کی وجہ سے یمن نہیں جا سکے۔ وہ مدینہ ہی میں رک گئے اور اپنی جگہ زیاد بن لبید کو روانہ کیا کہ ان کی شفایابی اور یمن تشریف آوری تک ان کے فرائض انجام دیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس امر کی اجازت دے دی۔

الولاية على البلدان، للدكتور عبد العزيز العمري: 55/1۔

اسی طرح عراق کی گورنری کے دوران سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حیرہ میں اپنی واپسی تک اپنا نائب مقرر کر دیتے تھے۔

168- گورنروں کی تقرری

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لشکروں کے کمانڈر اور صوبوں کے امراء مقرر کرتے وقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھرپور مشاورت کرتے تھے۔ آپ کے مشیروں میں سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما پیش پیش تھے، اسی طرح وہ جس شخص کو امیر بنانا چاہتے خود اس سے بھی خصوصی طور پر مشورہ کرتے، خصوصاً اس وقت جب اس کا ایک جگہ سے دوسری جگہ تبادلہ کرنا ہوتا، جیسا کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے معاملے میں ہوا۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا تبادلہ فلسطین کے لشکر کے امیر کے طور پر کرنا چاہا تو ان سے مشورہ کیا اور ان کی رضامندی لینے کے بعد ان کی نئی تقرری فرمائی، اسی طرح سیدنا مہاجر بن ابی امیہ کو حضر موت اور یمن کی گورنری میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے یمن کو پسند کیا، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں یمن کا گورنر مقرر کر دیا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے بعض علاقوں کے گورنر انہی علاقوں میں سے مقرر کیے۔ وہ اس منصب کے لیے اہل اور صالح افراد کو منتخب فرماتے تھے جیسا کہ طائف اور بعض قبائل کے قابل گورنر انہی علاقوں میں سے مقرر کیے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو کسی علاقے کا والی مقرر کرتے تو اسے اس علاقے کی ولایت کا عہد نامہ لکھ کر دیتے۔ آپ اکثر اوقات اپنے والی کے لیے اس کی حدود کا تعین کر دیتے کہ فلاں فلاں علاقے تمہارے زیر انتظام ہوں گے، جبکہ وہ علاقے ابھی فتح بھی نہیں ہوئے ہوتے تھے اور ابھی اسلامی حکومت

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو والی مقرر کرتے تو اسے اس علاقے کی ولایت کا عہد نامہ لکھ کر دیتے۔

کے ساتھ ان کا الحاق بھی نہیں ہوا ہوتا تھا۔ اس کی مثال ارتداد کے خلاف جنگوں یا شام وعراق کی فتوحات کے دوران مقرر کیے جانے والے امراء ہیں۔ بعض اوقات آپ مختلف اضلاع کو اکٹھا کر دیتے تھے خصوصًا مرتدین کی جنگ کے خاتمے پر آپ نے کچھ اضلاع کو ضم کر دیا۔ آپ نے حضر موت کے گورنر زیاد بن لبید کو کندہ کی ولایت بھی سونپ دی، چنانچہ وہ بیک وقت حضر موت اور کندہ دونوں اضلاع کے گورنر تھے۔

169- گورنروں کے ساتھ رویہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے امراء سے مکمل احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ کے اور امراء کے درمیان مسلسل رابطہ رہتا تھا۔ اس رابطے کا مقصد لوگوں کی فلاح و بہبود اور انتظامی امور کی بہتری تھا۔ آپ کے امراء اکثر آپ کو خط لکھتے تھے اور انتظامی معاملات میں آپ سے مشاورت کرتے تھے۔ آپ انہیں ان کے مسائل کا حل اور اپنا مشورہ لکھ کر ارسال فرماتے تھے۔ آپ کے قاصد آپ کو جہادی خبریں اور مرتدین کے خلاف برسر پیکار لشکروں کی خبریں پہنچاتے تھے، اسی طرح ہر علاقے کا امیر اپنے علاقوں کی ضروری خبریں خلیفہ کو بھیجتا تھا، جبکہ مختلف صوبوں کے گورنر آپس میں بھی رابطہ رکھتے تھے۔ پیغام بر بھیجنے یا براہِ راست ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ یہ روابط یمن اور حضر موت کے امراء کے درمیان خصوصی طور پر قائم تھے، اسی طرح شامی گورنر بھی ایسے رابطوں کا خصوصی اہتمام کرتے تھے، وہ عسکری معاملات میں باہم مشاورت کے لیے جمع ہوتے رہتے تھے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اکثر اپنے امراء کو خط لکھتے تھے۔ انہیں دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے کی نصیحت فرماتے اور آخرت کی تیاری کے لیے کوششیں کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ یہ خطوط باقاعدہ طور پر خلیفہ کی طرف سے جاری کیے جاتے تھے جو مختلف امراء اور فوجی کمانڈروں کے نام ارسال کیے جاتے تھے۔

الولاية على البلدان، للدكتور عبدالعزيز العمري:1/56، 57۔

170- خصوصی مشیر اور راز دان

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے خصوصی مشیر اور راز دان تھے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے مقابلے میں ہر چیز کو ہیچ اور نا قابلِ توجہ سمجھتے تھے۔ سیدنا علی کے دل میں سیدنا ابوبکر کے لیے اخلاص، اسلام اور مسلمانوں کے لیے خیر خواہی، خلافت کی بقا اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کے جو جذبات موجزن تھے، ان کی ایک روشن دلیل یہ بھی ہے کہ جب سیدنا ابوبکر نے مرتدین کے خلاف جہاد کے لیے بذات خود مسلمانوں کی فوجی قیادت کرنا چاہی اور مدینہ منورہ سے مشرقی جانب (35) کلومیٹر کے فاصلے پر ذی القصہ کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا اور خود کو خطرات میں ڈال کر اسلام کے وجود پر منڈلانے والے خطرات کے خاتمے کے لیے بڑی دلیری سے خود ہی میدان جہاد کی طرف چل پڑے تو اس موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہایت بصیرت افروز مشورے دیے۔ انہیں اسلامی لشکر کی قیادت سے روکا اور مدینہ منورہ ہی میں رہ کر امور خلافت چلانے کی ضرورت کا احساس دلایا۔

> سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہو گئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر آپ کی سواری کی لگام پکڑ لی۔۔۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ذی القصہ کی طرف پیش قدمی کرنے کا ارادہ کیا اور اپنی سواری پر سوار ہو گئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر آپ کی سواری کی لگام پکڑ لی اور کہا:

''اے خلیفۂ رسول! آپ کدھر جا رہے ہیں؟ میں آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد والے دن آپ سے کہی تھی:

171- سیدہ فاطمۃ الزہرا کا سفر آخرت

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات منگل کی رات 3 رمضان المبارک 11 ھ کو ہوئی۔

امام مالک اپنی سند سے بیان کرتے ہیں: ''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مغرب اور عشاء کے درمیان فوت ہوئیں، سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان، زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔ جب ان کی میت نمازِ جنازہ کے لیے رکھی گئی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے ابوبکر! آپ نماز جنازہ پڑھائیں''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (وَأَنْتَ شَاهِدٌ يَا أَبَا الْحَسَنِ؟) ''ابوالحسن! میں آپ کی موجودگی میں کیسے پڑھاؤں؟''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا: ''مگر نماز جنازہ آپ ہی پڑھائیں گے۔ اللہ کی قسم! آپ کے سوا اور کوئی نہیں پڑھائے گا''۔

چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات ہی کو دفن کیا گیا۔[1]

[1] الرياض النضرة في مناقب العشرة، لمحب الطبري: 82/1.

ایک دوسری روایت کے مطابق ان کی نماز جنازہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی۔[2]

[2] صحيح مسلم، حديث: 1759.

ایک روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھایا تو چار تکبیرات کے ساتھ نماز ادا کی۔[3]

[3] المرتضى، لأبي الحسن الندوي، ص: 94.

''اپنی تلوار میان میں ڈال لیں۔ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر ہمیں تکلیف میں مبتلا نہ کریں اور مدینہ لوٹ جائیں''۔ اللہ کی قسم! اگر ہمیں آپ کی ذات سے محرومی کا صدمہ پہنچا اور آپ شہید ہو گئے تو اسلامی حکومت کبھی قائم نہیں رہ سکے گی۔

چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے۔

البداية والنهاية: 6/314، 315۔
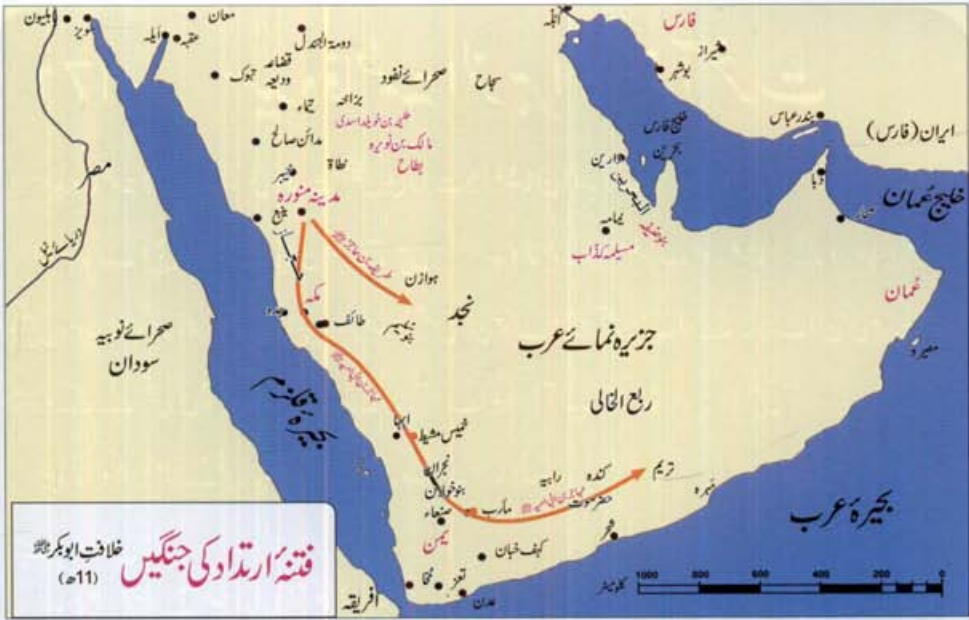
172- فتنہ ارتداد کے لیے پیش بندی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلا شبہ عبقری شخصیت تھے۔ فتنہ ارتداد کی بیخ کنی اور استیصال کے لیے انہوں نے نہایت جرأت مندانہ فیصلے کیے۔ عرب کے بیشتر قبائل جب اسلام سے برگشتہ ہوئے تو انہوں نے ایک اعلیٰ کمانڈر اور فوجی جرنیل کی طرح عرب کے طول و عرض میں مختلف لشکر روانہ فرمائے۔ اور مسلمانوں کے نامور اور بہادر سپوتوں کو حکم دیا کہ وہ پورے عرب میں پھیل جائیں اور اس فتنہ کو ختم کریں۔ انہوں نے جو لشکر اور ان کے کمانڈر مختلف علاقوں کی طرف بھیجے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

لشکر نمبر 1- خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو طلیحہ بن خویلد اسدی کی سرکوبی کے لیے بھیجا اور ہدایت کی کہ اس مہم سے فارغ ہو کر مالک بن نویرہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔

لشکر نمبر 2- عکرمہ بن ابو جہل رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب اور بنو حنیفہ کی سرکوبی کے لیے یمامہ بھیجا۔

لشکر نمبر 3- مہاجر بن ابو اُمیہ رضی اللہ عنہ کو اسود عنسی اور قیس بن مشکوح کی طرف یمن بھیجا۔

لشکر نمبر 4- خالد بن سعید کو شام کے اطراف و جوانب کی بستیوں کی طرف بھیجا۔

لشکر نمبر 5- عمرو بن عاص کو شمال میں بنو قضاعہ، بنو ودیعہ اور بنو حارث کی جانب بھیجا۔

لشکر نمبر 6- حذیفہ بن محصن غلفانی کو اہل دبا کی سرکوبی کے لیے عمان بھیجا۔

لشکر نمبر 7- عرفجہ بن ہرثمہ کو مہرہ کی جانب بھیجا جو جزیرہ عرب کے جنوب مشرق میں تھے۔

لشکر نمبر 8- شرحبیل بن حسنہ کو عکرمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعاون کے لیے یمامہ بھیجا۔

لشکر نمبر 9- معن بن حاجز کو بنو سلیم اور ہوازن کی طرف بھیجا۔

لشکر نمبر 10- سوید بن مقرن کو یمن کے نشیبی علاقوں کی جانب بھیجا۔

لشکر نمبر 11- علاء بن الحضرمی کو بحرین کی طرف بھیجا۔

أبوبکر الصدیق، لمحمد رشید رضا۔

173- لشکر اسامہ کی روانگی

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے لشکر اسامہ کو روانہ ہونے کا حکم:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی جو سب سے پہلا کام کیا وہ لشکر اسامہ کو روانگی کا حکم تھا۔ انہوں نے اس لشکر کو کہاں کس جگہ اور کس وجہ سے بھجوانے کا حکم دیا۔ اس کا جواب تو آپ کو اگلی سطور میں ملے گا۔ مگر پہلے آیئے اس جنگ کا پس منظر جانتے ہیں آپ محظوظ ہوں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جزیرۂ عرب سے ملحقہ ریاستوں میں ایک رومی ریاست بھی تھی جو جزیرۂ عرب کے بہت سے شمالی علاقہ جات پر قابض تھی۔ ان علاقوں کے امراء رومی حکومت نامزد کرتی تھی جو رومی حکومت کے احکام پوری قوت سے نافذ کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علاقوں میں داعی اور لشکر روانہ کیے اور سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو رومی بادشاہ ہرقل کے نام خط دے کر بھیجا۔ آپ نے اس خط میں اسے اسلام کی دعوت دی۔ ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت جاننے کے باوجود حق کو قبول کرنے کی بجائے نوزائیدہ اسلامی مملکت کے خلاف ریشہ دوانیاں اور سازشیں شروع کر دیں۔ اس دوران ایک واقعہ ایسا ہوا کہ مسلمانوں کو فوری فوج کشی کرنا پڑی۔ ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر ازدی کو اپنا خط دے کر حاکم بصری کے پاس روانہ کیا تو قیصر روم کے گورنر شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں گرفتار کر لیا اور پھر نہایت بے دردی سے قتل کر دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اطلاع سخت گراں گزری اور آپ نے

> 11 ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلقاء اور فلسطین کے علاقوں میں رومیوں کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا

لشکرِ اسامہ کا الجرف میں قیام اور بلادِ قضاعہ (آبِل) کی فتح

اس علاقہ پر فوج کشی کے لیے تین ہزار کا لشکر تیار کیا یہ سب سے بڑا اسلامی لشکر تھا جو اس سے پہلے جنگ احزاب کے علاوہ کسی اور جنگ میں فراہم نہ ہو سکا تھا۔ اس معرکے کو موتہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔
اس جنگ میں مسلمانوں کے قائدین سیدنا زید بن حارثہ، سیدنا جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ ان حضرات کے بعد اسلامی لشکر کی کمان اللہ کی تلوار سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے

رومی بادشاہ ہرقل کے نام خط کا عکس
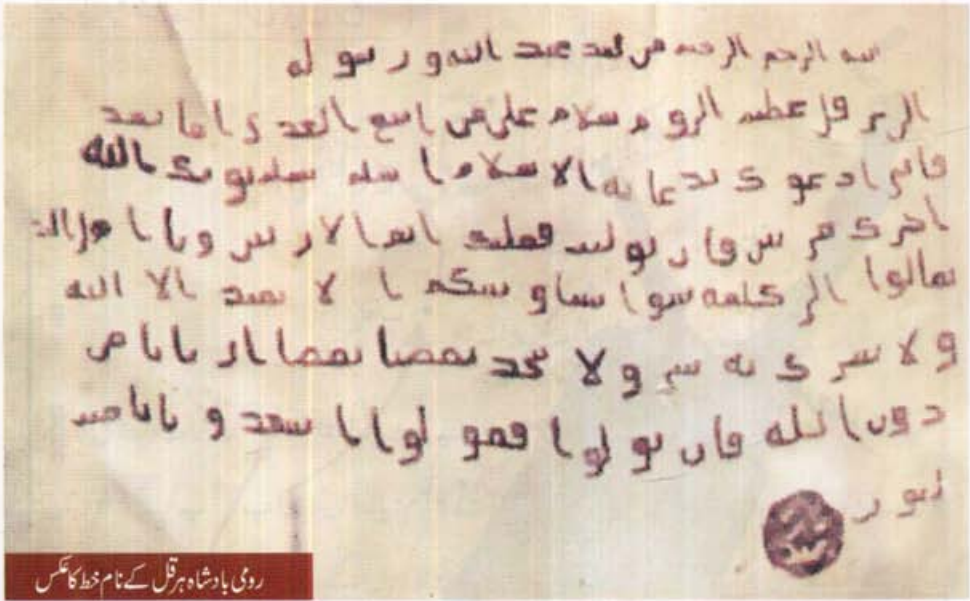
سنبھال لی اور اسلامی لشکر کو کامیابی سے مدینہ منورہ لے آئے۔

11 ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلقاء اور فلسطین کے علاقوں میں رومیوں کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا۔ اس لشکر میں کبار مہاجرین اور انصار صحابہ کرام شامل تھے، آپ نے اس لشکر کا امیر سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تیاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو دن پہلے ہفتے کے روز ہوئی تھی، جبکہ اس لشکر کی تشکیل آپ کے بیمار ہونے سے پہلے ہی شروع ہو چکی تھی، چنانچہ صحابۂ کرام رومیوں کے خلاف معرکہ آرائی کے لیے ماہِ صفر کے آخر میں جمع ہونے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا:

(سِرْ إِلٰی مَوْضِعِ مَقْتَلِ أَبِیكَ فَأَوْطِئْهُمُ الْخَیْلَ فَقَدْ وَلَّیْتُكَ هٰذَا الْجَیْشَ)

''اپنے والد کی جائے شہادت پر جاؤ اور ان کافروں کو اپنے گھوڑوں کے سموں تلے روند ڈالو۔ میں نے تمہیں اس لشکر کا امیر مقرر کر دیا ہے''۔

اس لشکر کی تیاری کی ابتدا کے دو دن بعد آپ ﷺ شدید بیمار ہو گئے، اس لیے یہ لشکر روانہ نہ ہو سکا بلکہ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر شام کی جانب ایک مقام جرف پر رُک گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ لوٹ آیا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حالات دگرگوں ہو گئے۔

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تیسرے روز یہ اعلان کرایا:

''خبردار! لشکرِ اسامہ کا کوئی سپاہی آج رات مدینہ منورہ میں نہ گزارے بلکہ وہ جرف پہنچ کر اپنے معسکر میں حاضر ہو جائے۔''

تاریخ الطبري :4/45، 47، والبداية والنهاية:6/309۔

لشکر اسامہ کی روانگی کے بارے میں صدیق اکبر اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی گفت وشنید:

رسول اللہ ﷺ نے جب لشکر اُسامہ کو روانہ کرنے کا فیصلہ کیا اس وقت حالات مختلف تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے حالات یکسر بدل گئے۔ اب اسلامی ریاست کے لیے ہر طرف خطرات منہ کھولے کھڑے تھے۔ اس نازک صورت حال میں بعض صحابۂ کرام نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ لشکر اسامہ کو مدینہ منورہ میں رہنے دیں۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا: ''اس وقت یہ لشکر ہی مسلمانوں کی بڑی افرادی قوت ہے، جبکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ عرب قبائل مرتد ہو کر آپ کی حمایت سے دست کش ہو رہے ہیں، لہٰذا آپ کا موجودہ حالات میں مسلمانوں کی جماعت کو خود سے دور کرنا مناسب نہ ہوگا''۔ اسی دوران سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جرف سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لشکر کو واپس مدینہ منورہ لانے کی اجازت طلب کریں۔ انہوں نے یہ بھی عرض کیا: ''میرے لشکر میں مسلمانوں کے سردار اور اہم ترین شخصیات شامل ہیں۔ مجھے خدشہ ہے مبادا ان کی غیر موجودگی میں مشرکین رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ، آپ کے حرم اور مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں''۔

لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ رائے قبول نہ کی۔ عسکری حملے کو جاری رکھنے پر اصرار کیا اور لشکر کو شام کی طرف روانہ کرنے کا عزم کیا، چاہے حالات کتنے ہی سنگین ہو جائیں اور نتائج کتنے ہی خوفناک نکلیں۔

دوسری طرف سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکری سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اصرار پر فوری راضی نہ ہوئے بلکہ اپنی رائے منوانے کے لیے انہوں نے متعدد کوششیں کیں۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر دباؤ بڑھ گیا تو انہوں نے مہاجرین اور انصاری صحابہ کو اس مسئلے پر غور و فکر کی دعوت دی، اس مجلس میں طویل گفت وشنید ہوئی اور معاملے کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لشکرِ اسامہ کی روانگی کی شدید مخالفت کرنے والوں میں سے تھے۔ انہوں نے حرم نبوی اور خلیفۃ المسلمین کے خلاف مشرکین کے حملے اور مدینہ منورہ اور اس کے باشندوں کے خلاف دشمنوں کے عزائم کے بارے میں شدید خدشات کا اظہار کیا مبادا مرتد مشرکین مدینہ منورہ پر قابض ہو جائیں۔ جب سرکردہ صحابۂ کرام نے یہی مشورہ دیا اور اپنے اُن اندیشوں کا اظہار کیا جو لشکر اسامہ کی روانگی کی صورت میں رونما ہو سکتے تھے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پہلی مجلس کا اجلاس برخاست کر دیا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو پوری آزادی سے اپنی آراء پیش کرنے کا موقع فراہم کیا اور انہوں نے خوب وضاحت سے اپنا اپنا موقف پیش کر دیا تو آپ نے اجتماع کے خاتمے کا اعلان کیا، پھر دوبارہ عوامی اجتماع کے لیے انہیں مسجد نبوی میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ اس اجتماع میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام سے خطاب کیا۔

آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ آپ لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ترتیب دیے ہوئے پروگرام کو منسوخ کرنے کا خیال دل سے نکال دیں۔ آپ نے دوٹوک اعلان کیا کہ میں عنقریب اس لشکر کو بھیج کر ہی رہوں گا، چاہے اس کے نتیجے میں مدینہ منورہ پر مرتدین کا قبضہ ہو جائے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي بَكْرٍ بِيَدِهِ! لَوْ ظَنَنْتُ أَنَّ السِّبَاعَ تَخْطِفُنِي

میں اس لشکر کو بھیج کر ہی رہوں گا، چاہے اس کے نتیجے میں مدینہ منورہ پر مرتدین کا قبضہ ہو جائے۔

لَأَنْفَذْتُ بَعْثَ أُسَامَةَ كَمَا أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَلَوْ لَمْ يَبْقَ فِي الْقُرٰى غَيْرِي لَأَنْفَذْتُهُ)

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان ہے! اگر مجھے یقین ہو جائے کہ مجھے درندے اٹھا لے جائیں گے تو میں پھر بھی اسامہ کا لشکر ضرور روانہ کروں گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی روانگی کا حکم دیا تھا۔ اور اگر میں مدینہ منورہ میں اکیلا رہ جاؤں تو بھی میں اس لشکر کو روانہ کر کے رہوں گا''۔

البداية والنهاية:309/6، وتاريخ الطبري: 4/45،47۔

174- تجربہ کار سپہ سالار کی نامزدگی کی تجویز

سیدنا اسامہ بن زید کی عمر اس وقت اٹھارہ بیس سال ہوگی جب انہیں فلسطین کے علاقے کی طرف سالار لشکر بنا کر بھیجا گیا۔ انہیں اللہ کے رسول ﷺ نے یہ ذمہ داری سونپی تھی۔ بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ نوعمر ہیں مگر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے فیصلہ کو برقرار رکھا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب لشکر اسامہ روانہ ہونے لگا تو ایک بار پھر بحث وتمحیص کے بعد جب سب لوگوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے موقف کو تسلیم کر لیا تو بعض انصار صحابہ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی جگہ بڑی عمر کے کسی تجربہ کار صحابی کو لشکر کی کمان سونپنے کا مطالبہ بھی کیا اور اس سلسلے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گفتگو کرنے کے لیے بھیجا۔ سیدنا عمر نے حاضر ہو کر عرض کیا: ''انصاری صحابہ کسی عمر رسیدہ شخص کو لشکر کا قائد بنانے کی فرمائش کر رہے ہیں۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ یہ کلمات سن کر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور شدید غصے کے عالم میں کہا:

(ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ وَعَدِمَتْكَ يَابْنَ الْخَطَّابِ! اِسْتَعْمَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَتَأْمُرُنِي أَنْ أَنْزِعَهُ)

''اے عمر! تمہاری ماں تمہیں گم پائے، اسامہ کو رسول اللہ ﷺ نے امیر لشکر مقرر کیا تھا اور تم مجھ سے یہ مطالبہ کر رہے ہو کہ میں انہیں ان کے منصب سے ہٹا دوں''۔

یہ جواب لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ واپس پہنچے تو صحابۂ کرام نے سوال کیا: ''عمر! کیا بنا؟'' انہوں نے فرمایا: ''تمہاری مائیں تمہیں گم پائیں۔ تم چلے جاؤ، مجھے تمہاری وجہ سے خلیفۂ رسول سے ڈانٹ سننی پڑی''۔

البداية والنهاية:309/6۔

175- لشکر اُسامہ کی عزت افزائی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لشکر اسامہ کے پاس تشریف لائے اور اسے خود روانہ کیا، سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو سوار کرا کے الوداع کہا اور خود ان کے ساتھ ساتھ پیدل چلے، جبکہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے۔ اس پر سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے خلیفۂ رسول، اللہ کی قسم! آپ سوار ہو جائیں ورنہ میں نیچے اتر آؤں گا''۔ سیدنا ابوبکر نے فرمایا:

(وَاللّٰهِ! لَا تَنْزِلُ وَوَاللّٰهِ! لَا أَرْكَبُ، وَ مَا عَلَيَّ أَنْ أُغْبِرَ قَدَمَيَّ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)

''اللہ کی قسم! تم نیچے اترو گے نہ میں سوار ہوں گا، مجھے اللہ کی راہ میں اپنے قدم غبار آلود کرنے دو اس میں کوئی حرج نہیں''۔

پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اگر تم میری مدد کے لیے عمر کو چھوڑنا پسند کرو تو انہیں چھوڑ جاؤ''۔ چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی۔

البداية والنهاية:6/309، وتاريخ الطبري:4/45، 47۔

176- لشکر سے خطاب

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ کے فوجیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! ٹھہرو میں تمہیں کچھ ہدایات دینا چاہتا ہوں۔ انہیں اچھی طرح یاد کرلو! نہ خیانت کرنا، نہ مال غنیمت چرانا، نہ بدعہدی کرنا، نہ لاشوں کی بے حرمتی کرنا، نہ پھل دار درخت کاٹنا، نہ بلاضرورت بکری، گائے اور اونٹ ذبح کرنا۔ عنقریب تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جو گرجا گھروں میں عبادت میں مصروف ہوں گے، ان سے تعرض نہ کرنا۔ تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو تمہارے لیے رنگ برنگے کھانے لائیں گے۔ تم ہر کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔ تمہارا ایسے لوگوں سے مقابلہ ہوگا جنہوں نے اپنے سر درمیان سے مونڈ رکھے ہوں گے اور بقیہ بالوں کو پٹیوں کے مانند چھوڑ دیا ہوگا، ایسے لوگوں کو تہ تیغ کر دینا۔ اب اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ''۔

177- رسول اللہ ﷺ کی وفات اور لشکر اُسامہ کی بیک وقت اطلاع

لشکر اسامہ کی روانگی کا فیصلہ سیدنا ابوبکر صدیق کا نہایت دانشمندانہ قدم تھا۔ اس کے نتائج فوراً ظاہر ہوئے کہ رومی بادشاہ ہرقل کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر اور اس کے ملک پر سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی یلغار کی اطلاع بیک وقت موصول ہوئی تو رومی کہنے لگے:

''مسلمانوں کو کیا ہوگیا ہے؟ ابھی ابھی ان کا نبی فوت ہوا ہے اور یہ ہمارے ملک پر حملہ آور ہو رہے ہیں''۔ اُدھر عرب قبائل کہنے لگے:

''اگر مسلمانوں کے پاس اتنی قوت نہ ہوتی تو وہ اس لشکر کو (مدینہ منورہ سے دور) روانہ نہ کرتے''۔ چنانچہ وہ اپنے بہت سے منفی منصوبوں پر عمل درآمد سے باز آ گئے۔ تاریخ الإسلام، للذهبي: 20/3۔

اور پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

(اِصْنَعْ مَا أَمَرَكَ بِهِ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ، اِبْدَأْ بِبِلَادِ قُضَاعَةَ، ثُمَّ ائْتِ آبِلَ، وَ لَا تُقَصِّرَنَّ فِي شَيْءٍ مِّنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَ لَا تَعْجَلَنَّ لِمَا خَلَّفْتَ عَنْ عَهْدِهِ)

''رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرنا، جنگ کی ابتدا بلادِ قضاعہ سے کرنا، پھر آبل (موجودہ اُردن کے جنوب میں واقع ایک شہر) پر حملہ آور ہونا لیکن رسول اللہ ﷺ کے کسی حکم میں ذرہ بھر کوتاہی نہ کرنا اور رسول اللہ ﷺ کے عہد سے پیچھے مت ہٹنا''۔

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر چلا گیا۔ اہل لشکر رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق قضاعہ کے قبائل پر حملہ آور ہوئے، آبل فتح کیا اور غنیمت و فتح کے ساتھ سرخرو ہو کر لوٹے۔

ان کا یہ پورا مشن چالیس روزہ تھا، یعنی روانگی، کارروائی اور واپسی چالیس دنوں میں مکمل ہوئی۔

تاريخ الطبري: 4/45، 47، والسيرة النبوية الصحيحة، للدكتور العمري: 2/467، 470، والبداية والنهاية: 6/309.

178- دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں نوجوانوں کا کردار اور قول وفعل میں یکسانیت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر برقرار رکھنے پر اصرار کیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو امیر مقرر کر چکے تھے تو انہوں نے اس پر صرف اصرار ہی نہیں کیا بلکہ انہیں عملی طور پر بھی امیر تسلیم کر لیا۔ یہ بات درج ذیل دو امور سے واضح ہوتی ہے:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی سواری کے ساتھ ساتھ پیدل چلتے رہے، جبکہ اسامہ رضی اللہ عنہ ابھی صرف اٹھارہ یا بیس سال کے نوجوان تھے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ساٹھ سالہ بزرگ تھے۔ لیکن وہ اپنی عظمت و بزرگی کے باوجود سیدنا اسامہ کی سواری کے ساتھ ساتھ پیدل ہی چلتے رہے اور اسامہ کو بھی سواری سے نیچے نہ اترنے دیا، حالانکہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے بصد ادب واحترام عرض کیا تھا کہ آپ بھی سوار ہو جائیں یا مجھے نیچے اترنے کی اجازت دیں۔ مگر انہوں نے دونوں میں سے کوئی بات نہیں مانی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کے روبرو یہ عملی دعوت پیش کی کہ وہ بھی اسامہ کو تہ دل سے امیر لشکر تسلیم کریں۔ آپ نے اپنے اس طرز عمل سے ان کے دلوں سے سیدنا اسامہ کی کم سنی کا اثر زائل کر دیا، گویا آپ نے پیدل چل کر لشکریوں پر یہ حقیقت روشن کر دی کہ اے لوگو! لو، تم خود اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ لو کہ میں ابوبکر صدیق ہوں، خلیفۂ رسول ہوں، امیر المؤمنین ہوں لیکن میں اپنے اس تمام تر خدا داد اعزاز و امتیاز کے باوجود سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی سواری کے ساتھ ساتھ صرف اس لیے پیدل چل رہا ہوں کہ اس عزیز گرامی کو میرے آقا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا کمانڈر بنایا تھا۔

قصة بعث جيش أسامة، للدكتور فضل الٰهي، ص: 52.

179- رویا کرو

ایک موقع پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(اِبْكُوا فَإِنْ لَّمْ تَبْكُوا فَتَبَاكُوا)

”رویا کرو اور اگر تمہیں رونا نہ آئے تو رونی صورت ہی بنا لیا کرو“۔

الزهد، للإمام أحمد، ص: 108.

180- سنہری ہدایات

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن زید اور ان کے لشکر کو رومیوں کی طرف بھجواتے ہوئے جو سنہری ہدایات دیں ایک مرتبہ پھر ان کو پڑھتے ہیں۔

لشکر اسلامی خیانت نہیں کرے گا بلکہ امانت کی حفاظت کرے گا، عہد پورے کرے گا، لوگوں کے مال چرائے گا نہ انہیں ناحق قبضے میں لے گا۔

لشکر اسلامی لاشوں کی بے حرمتی کا مرتکب نہیں ہوگا بلکہ قتل کرنے کے سلسلے میں بھی احسان سے کام لے گا۔ معاف کرنے میں احسن انداز اختیار کرے گا۔ بچوں پر رحم کرے گا، بوڑھے لوگوں سے احترام سے پیش آئے گا۔ خواتین کی حفاظت کرے گا۔

مفتوحہ علاقوں کے ذرائع آمدنی تباہ نہیں کرے گا بلکہ کھجوروں اور پھل دار درختوں کی حفاظت کرے گا۔ فصلوں اور باغات کو تباہ نہیں کرے گا۔

ہاں ہاں! جب لشکر اسلامی انسانیت کا احترام کرے گا۔ خیانت کا مرتکب نہیں ہوگا، مال غنیمت نہیں چرائے گا، مقتولوں کی لاشیں خراب نہیں کرے گا، بچوں، عورتوں اور بوڑھوں پر رحم کرے گا۔ ذرائع آمدن، زراعت اور پھل دار درختوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ حیوانات کا خاتمہ بھی نہیں کرے گا بلکہ صرف کھانے کے لیے ذبح کرے گا تو بتائیے یہ کتنا شاندار اور کس قدر ایمان افروز منظر ہوگا...... ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کیا آج کے نام نہاد روشن خیال، مہذب اور ترقی یافتہ ملکوں کی مسلح افواج اسلام کی بتائی ہوئی مہذب ومقدس ہدایات جیسی کسی ایک بات کی بھی کوئی ادنیٰ سی مثال پیش کر سکتی ہیں...... نہیں نہیں...... ہرگز نہیں، دور جدید کی آتش وآہن سے مسلح فوجیں تو ہنستے بستے شہر اُجاڑ دیتی ہیں۔ بستیوں کی بستیاں پھونک ڈالتی ہیں۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سمیت لاتعداد بے گناہ افراد کو آنِ واحد میں موت کے گھاٹ اُتار دیتی ہیں۔ کیا دور حاضر کے فوجی ان شاندار ہدایات میں سے کسی پر عمل پیرا ہوتے

ہیں؟ نہیں، وہ تو جنگ زدہ علاقوں کو تباہ و برباد کر کے چھوڑتے ہیں۔

لشکر اسلامی گزشتہ ادیان اور عقائد کا احترام کرے گا۔ معبد خانوں میں عبادت میں مشغول راہبوں کو کوئی تکلیف نہیں دے گا۔ یہ عملی دعوت اسلام کے نظام عدل اور رحم دلی کی بڑی وزنی دلیل ہے، البتہ جو لوگ فسادی ہوں گے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوں گے انہیں قتل کر دیا جائے گا تاکہ دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اپنے ابتدائی دور میں یہ ہدایات محض رسمی نہیں تھیں بلکہ مسلمانوں نے ان ہدایات پر ان کے عہد میں بھی اور بعد میں بھی عمل کر کے دکھایا۔

تاریخ الدعوة إلى الإسلام، للدكتور يسري محمد هاني، ص: 269، وقصة بعث جيش أسامة، للدكتور فضل إلهي، ص: 81.

181- لشکر اُسامہ کی شاندار کامیابی

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر کامیابی کے پرچم لہراتا ہوا، غنیمتیں سمیٹتا ہوا اور رومیوں کو ہیبت زدہ کرتا ہوا واپس آ گیا۔ اس موقع پر رومی بادشاہ ہرقل نے اپنے فوجی کمانڈروں کو جمع کر کے کہا: ''میں تمہیں اسی بات سے ڈراتا تھا مگر تم نے میری ایک نہ مانی، اب نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ عرب ایک ماہ کا طویل سفر کر کے آتے ہیں اور تم پر یلغار کر کے اپنا کوئی نقصان کیے بغیر، فتح مندانہ واپس چلے جاتے ہیں''۔

ہرقل کے بھائی یناف نے کہا کہ تم سرحدوں کی حفاظت کے لیے ایک خصوصی فوج بلقاء بھیج دو، چنانچہ اس نے ایک کمانڈر کے ماتحت اپنی فوج سرحد پر بھیج دی جو ادھر ہی مقیم رہی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور بعد ازاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی لشکر شام کی طرف پیش قدمی کرتے رہے۔ رومی تعجب سے کہنے لگے: ''ان مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ان کا نبی ابھی ابھی فوت ہوا ہے اور یہ لوگ ہمارے علاقوں پر حملہ کرنے کے لیے آ گئے ہیں؟''۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی ابتداء میں ہی شام کے عرب قبائل اسلامی سلطنت کے

182- منکرین زکاۃ سے لڑنے کا عزم

عرب کے کئی قبائل نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد زکاۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اُن کے متعلق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! اگر انہوں نے اونٹ کو باندھنے والی وہ رسی ادا کرنے سے بھی انکار کیا جو وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے تو میں اس کی وصولی کے لیے بھی ان سے جنگ کروں گا''۔

صحیح مسلم، حدیث: 20۔

دبدبے سے بے حد مرعوب ہو گئے۔ وہ مسلسل خوفزدہ رہنے لگے۔ اور جب سیدنا اسامہ کا لشکر کامیاب ہو کر مدینہ منورہ لوٹا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بزرگ مہاجرین اور انصار کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے گئے۔ اہل مدینہ نے انہیں نہایت مسرت کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سیدھے مسجد نبوی گئے اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی احسان پر شکرانے کے نفل ادا کیے۔

اس غزوے کا مسلمانوں اور ان عربوں کی زندگی پر گہرا اثر پڑا جو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے پروگرام بنا رہے تھے۔ اسی طرح ان رومیوں کی زندگی پر بھی اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے جو بلاد عرب کی حدود تک پھیلے ہوئے تھے۔

اس لشکر نے اپنی اچھی شہرت سے وہ کارنامہ کر دکھایا جو وہ اپنی قوت اور تعداد سے انجام نہیں دے سکا تھا۔ اس لشکر نے مرتدین کے بڑھتے ہوئے قدم روک دیے۔ دشمنوں کے جمع ہونے والے لشکروں کو منتشر کر دیا اور جو لوگ مسلمانوں پر یلغار کے منصوبے بنا رہے تھے وہ صلح کے معاہدے کرتے نظر آئے۔ یوں تلواروں کے بے نیام ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں کی ہیبت نے اپنا کام کر دکھایا۔

تاریخ الدعوة إلى الإسلام، للدكتور يسري محمد هاني، ص: 270، وعبقرية الصديق، للعقّاد، ص: 109، والطبقات الكبرى، لابن سعد: 192/2۔

تراشے

183-

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز نہایت خشوع وخضوع سے ادا کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ عبادت نہایت احسن انداز میں ادا کرنے کے شائق تھے۔ نماز کے دوران ادھرادھر بالکل متوجہ نہیں ہوتے تھے۔

فضائل الصحابة، للإمام أحمد:1/254۔

اہل مکہ کہا کرتے تھے: ابن جریج نے نماز امام عطاء بن ابی رباح سے سیکھی ہے اور امام عطاء نے نماز سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے سیکھی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر نے نماز کس سے سیکھی؟ انہوں نے نماز اپنے نانا محترم سیدنا ابوبکر صدیق سے سیکھی تھی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کس سے نماز پڑھنے کا سلیقہ اور طریقہ سیکھا؟ انہوں نے نماز اپنے آقا و مولا سید ولد آدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی۔

فضائل الصحابة، للإمام أحمد:1/254۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز فجر پڑھائی تو دو رکعات میں پوری سورۂ بقرہ پڑھ ڈالی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے عرض کیا: ”اے خلیفۂ رسول! آپ نے اتنی لمبی نماز پڑھائی ہے کہ ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ آج سورج طلوع ہو چکا ہوگا“۔ اس پر فرمایا:

(لَوْ طَلَعَتْ لَمْ تَجِدْنَا غَافِلِينَ) ”اگر سورج طلوع ہو جاتا تو وہ ہمیں غافل نہ پاتا“۔

الرياض النضرة في مناقب العشرة، لمحب الطبري، ص:224۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک کم سن بچہ فوت ہو گیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں دلاسا دیتے ہوئے فرمایا: (عَوَّضَكَ اللّٰهُ مِنْهُ مَا عَوَّضَهُ مِنْكَ) ”اللہ تعالیٰ اس کے بدلے آپ کو بہتر جزا دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے لیے سراپا شفقت بنایا تھا“۔

عيون الأخبار، لأبي محمد عبدالله بن مسلم:3/62۔

184- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولوالعزمی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت درجہ اولو العزم اور صمیم القلب خلیفہ تھے۔ ان کی اولوالعزمی کے واقعات تو اس کتاب میں جا بجا پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں ان کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں:

☆ مرتدین اور مانعین زکاۃ کا فتنہ بپا ہوا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فتنہ بپا کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا اعلان فرمایا۔ زیادہ تر صحابہ نے اس سے اختلاف کیا، جن میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ارادے پر قائم رہے اور بہ درجہ غایت اولوالعزمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صاف لفظوں میں فرمایا کہ جو لوگ نماز اور زکاۃ میں فرق کریں گے میں ان سے ضرور جنگ کروں گا، چاہے مجھے اکیلا ہی ان کے مقابلے میں نکلنا پڑے۔

☆ عراق میں مثنی بن حارثہ شیبانی جب برسرپیکار تھے تو انہوں نے دربار خلافت سے مزید فوجی امداد کی درخواست کی، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد کے لیے حضرت خالد بن ولید کو اچھی خاصی فوج دے کر عراق روانہ کیا۔

☆ شام کے محاذ پر فوج بھیجنے کی ضرورت پڑی تو تمام عرب سے فوجیں جمع کیں۔ پھر جب سیدنا ابوعبیدہ بن جراح اور اسلامی فوجوں کے ان سربراہوں کی طرف سے جو شام میں مقیم تھے، دشمن پر حملہ کرنے میں کچھ ہچکچاہٹ سی ہوئی تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو وہاں پہنچنے اور حملہ کرنے کا حکم دیا۔

الصدیق أبوبکر، لمحمد حسین هیکل، ص: 40، 41۔
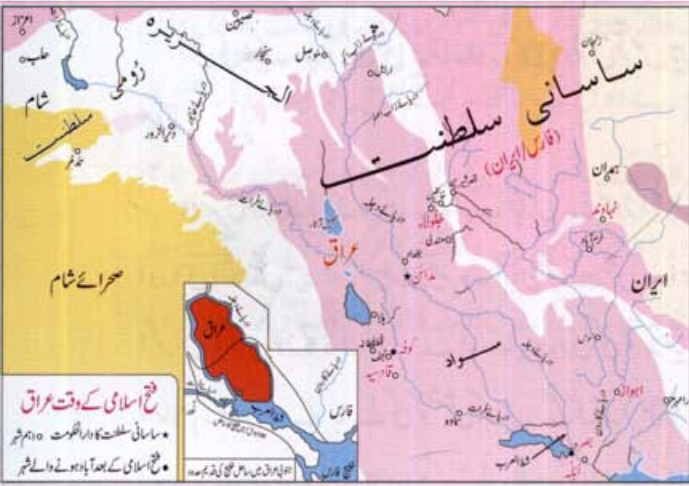
185- منکرین زکاۃ کی سرکوبی کیوں ضروری تھی

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ کرام نے یہ مشورہ دیا تھا کہ جو زکاۃ ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور ان سے لڑائی نہ کی جائے، کیوں کہ وہ کلمہ گو ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور دیگر شرائع اسلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر ان کا مشورہ ماننے سے سختی کے ساتھ انکار کر دیا تھا کہ جو شخص نماز اور زکاۃ میں فرق کرتا ہے میں اس سے ہر حال میں جنگ کروں گا۔

اس کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ نماز اور زکاۃ دونوں فرض ہیں، ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ بہت سے عرب قبائل نے تھوڑا عرصہ قبل بت پرستی ترک کر کے اسلام قبول کیا تھا اور اسی اثنا میں طلیحہ اور مسیلمہ وغیرہ مدعیان نبوت بھی پیدا ہو گئے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ تھا کہ اگر ان لوگوں کو زکاۃ نہ ادا کرنے کی رعایت دی گئی تو مدعیان نبوت عرب قبائل کے نومسلموں کو یہ کہہ کر اسلام سے دور لے جانے کی کوشش کریں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین (نعوذ باللہ) مبنی بر صحت نہیں ہے۔ اگر یہ دین سچا ہوتا تو زکاۃ ادا نہ کرنے والوں کو اسی میں شامل کیوں رکھا جاتا، جب کہ نماز بھی فرض ہے اور زکاۃ بھی فرض ہے۔ فرض تو کسی صورت میں ترک نہیں کیا جا سکتا۔

یہ پروپیگنڈا ان لوگوں کے لیے انتہائی مؤثر ثابت ہوتا جو حال ہی میں اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ پرانے مسلمانوں پر بھی اس کا اثر پڑتا اور وہ ارکان اسلام پر عمل کرنے میں ڈھیلے پڑ جاتے اور یہ کہنا شروع کر دیتے کہ اگر ایک رکن اسلام یا ایک فریضہ دین ترک کرنا جائز ہے تو اسے مثال بنا کر دوسرے کے ترک کا جواز بھی نکل سکتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ اسلام کی پوری عمارت ہی منہدم ہو جاتی۔

الصديق أبوبكر، لمحمد حسين هيكل، ص: 192، 193۔

-186

انتہائی نازک صورت حال

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اگر اہل مدینہ کی رائے کو قابل قبول ٹھہرا کر مرتدین سے جنگ نہ کرتے تو فتنہ ارتداد کبھی ختم نہ ہوتا بلکہ روز بروز وسعت اختیار کرتا جاتا اور اسلامی سلطنت کا قیام ناممکن ہو جاتا۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر ان جنگوں میں کسی وجہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے لشکر کامیابی سے ہم کنار نہ ہو سکتے تو بھی صورت حال حد درجہ خطرناک ہو جاتی، اور یہ بات اسلام اور مسلمانوں کے لیے نتیجے کے اعتبار سے بے حد نقصان کا باعث ثابت ہوتی۔ حالات کی اگر پوری تصویر سامنے رکھی جائے اور اس دور کے واقعات پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو ہم پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بالکل صحیح تھا اور مرتدین اور مانعین زکاۃ کے ساتھ برسرپیکار ہونا نہایت ضروری تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلے نے تاریخ کا رخ بدل دیا اور اسلام جس تہذیب وثقافت کا لوگوں کو درس دیتا ہے، وہ ہر اعتبار سے برقرار رہی اور پروان چڑھی۔ نئے تمدن نے کروٹ لی اور کرۂ ارض پر ایک نئی تہذیب وجود میں آئی۔

یہاں اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ مرتدین کے مقابلے میں اگر اسلامی افواج شکست سے دوچار ہو جاتیں تو مسلمان رومی اور ایرانی سلطنتوں سے نبرد آزما ہو سکتے، نہ عراق اور شام کی طرف قدم بڑھانے کی جرأت کر سکتے، نہ قیصر وکسریٰ کی تہذیب ختم ہو سکتی، نہ نئی اسلامی مدنیت ظہور میں آ سکتی۔

اگر مرتدین سے جنگ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہزیمت سے دوچار ہو جاتے تو شاید مدینے میں بھی اسلامی نظام حکومت قائم نہ ہو سکتا اور نہ ہی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی مضبوط بنیادوں پر حکومت کی مستحکم عمارت استوار کر سکتے۔

الصدیق أبوبکر، لمحمد حسین هیکل، ص: 28، 29۔

187- کامیاب اور مؤثر انتظامی ڈھانچہ

سیدنا ابوبکر ﷛ ایک طرف اگر عراق اور شام کے محاذ پر فوجیں بھیج رہے تھے تو دوسری طرف مال غنیمت کی تقسیم، بیت المال کی تنظیم، عمال حکومت کے تقرر اور وسیع علاقے تک پھیلی ہوئی سلطنت کے انتظامی امور میں منہمک نظر آتے ہیں۔ یہ ہمہ وقتی کام تھا اور ہر آن مصروفیت کا طالب۔ سلطنت بالکل نئی تھی اور حالات بھی بالکل نئے قالب میں ڈھل رہے تھے، پھر جن لوگوں سے سلسلہ جنگ شروع تھا، ان کی تہذیب سے آشنائی تھی، نہ ان کی ثقافت سے کوئی علاقہ، نہ ان کے تمدن سے واقفیت تھی اور نہ ان کی زبان سے شناسائی تھی۔ سب معاملات بالکل نئے اور تمام امور عربوں کی معاشرت سے قطعی مختلف و متضاد تھے، ان حالات میں ملک کے انتظامی ڈھانچے کو چلانا اور معاملات کو صحیح رخ پر رکھنا سیدنا ابوبکر صدیق ﷛ جیسے زیرک وفہیم شخص کا کام ہی ہوسکتا تھا۔ یہ کام انہوں نے جتنی تھوڑی مدت میں سرانجام دیا، کوئی بڑے سے بڑا شخص اس سے کہیں زیادہ مدت میں بھی سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔

> ''میں اگر بندوں میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر ﷛ کو بناتا''۔

اصحاب تاریخ نے اس عظیم شخصیت کے انتظامات سلطنت کو ممکن ہے، اس لیے بھی زیادہ لائق اعتنا نہ گردانا ہو کہ وہ پورے تئیس سال (زمانہ اسلام میں) رسول اللہ ﷺ کے قریب تر رہے۔ اس اثنا میں رسول اللہ ﷺ سے ان کا جو تعلق خاطر رہا، اس کا ذکر آپ ﷺ نے جن الفاظ میں فرمایا ہے، وہ نہایت اہم ہیں۔ ارشاد فرمایا۔

''میں اگر بندوں میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر ﷛ کو بناتا''۔

ان الفاظ سے تاریخ دانوں نے یہ سمجھا کہ نبی ﷺ کے ساتھ ان کی صحبت و
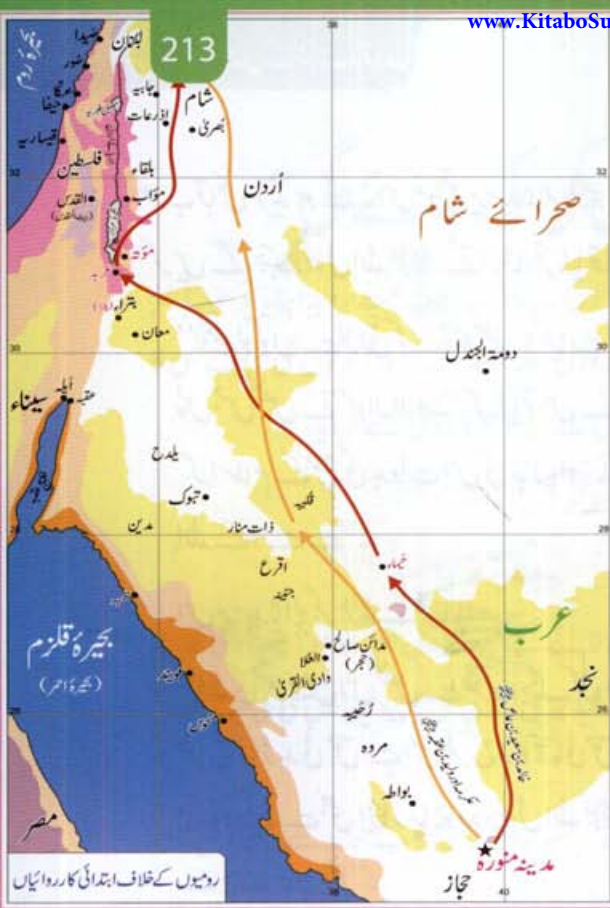
رفاقت کا زمانہ، عہد خلافت کے کارناموں سے کہیں زیادہ باعث برکت و اہمیت ہے۔ اس لیے انہوں نے ان کے قبل از خلافت کے دور کی تفصیلات تو بیان کر دیں، لیکن امور خلافت کی وضاحت کرنا ضروری نہ سمجھا۔

اس میں شبہ نہیں کہ ان کا رسول اللہ ﷺ سے تیئس سالہ دور رفاقت انتہائی اہمیت اور بے حد برکات و فضائل کا حامل ہے۔ لیکن خلافت کا تاج زریں بھی تو اسی رفاقت کی بنا پر آپ کے سر مبارک پر سجایا گیا تھا، اور یہی وہ سوا دو سال کا مختصر ترین زمانہ تھا، جس میں اس تیئس سالہ رفاقت کے ثمرات کا ظہور ہوا، اور جس نے دنیا کی تاریخ کا رخ بالکل بدل دیا اور مسلمانوں کو لازوال ارتقا کی راہ پر گامزن کر دیا۔

الصدیق أبوبکر، لمحمد حسین هیکل، ص: 40، 41۔

رومیوں کے خلاف ابتدائی کارروائیاں

188- خلافت سنبھالنے کے بعد پہلی شورش

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا آغاز تھا کہ بعض قبائل نے زکاۃ دینے سے انکار کر دیا۔ سیدنا ابوبکر نے ان مانعین زکاۃ کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کر دیا۔ کچھ صحابۂ کرام نے جن میں سیدنا عمر بھی تھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ فی الحال ان لوگوں کے خلاف جہاد نہ کریں بلکہ ان کی تالیف قلبی کریں حتی کہ ایمان ان کے دلوں میں راسخ ہو جائے اور وہ خود بخود زکاۃ ادا کرنے لگیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو سختی سے مسترد کر دیا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور سیدنا ابوبکر خلیفہ بنے تو

عرب قبائل مرتد ہو گئے۔ اس موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ان لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

''مجھے لوگوں سے لڑائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار نہ کرلیں۔ پس جس شخص نے ''لا الہ الا اللہ'' کہہ لیا تو اس نے مجھ سے اپنا مال و جان محفوظ کرلیا، سوائے اس کے کہ اسلام کے حق کی بدولت اس کی جان اور مال کی حرمت ختم ہو جائے؛ اور ایسے شخص کا حساب اللہ کے ذمے ہے''۔

اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکاۃ میں فرق کرے گا، کیونکہ جس طرح نماز بدنی حق ہے اسی طرح زکاۃ مالی حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے بکری کا وہ میمنا دینے سے بھی انکار کیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ادا کرتے تھے تو میں اس پر بھی ان سے جنگ کروں گا''۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

(وَاللّٰهِ! لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهِ)

''اللہ کی قسم! اگر انہوں نے اونٹ کو باندھنے والی وہ رسی ادا کرنے سے بھی انکار کیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے تو میں اس کی وصولی کے لیے بھی ان سے جنگ کروں گا''۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مانعین زکاۃ سے جنگ کے بارے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا، پھر مجھے بھی یقین ہو گیا کہ حق بات یہی ہے''۔

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''اللہ کی قسم! مرتدین سے جہاد کے معاملے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان ساری امت کے ایمان سے زیادہ مضبوط اور راجح تھا''۔

البداية والنهاية: 315/6، وصحيح البخاري، حديث: 6924، وصحيح مسلم: 20، ودلائل النبوة للبيهقي: 477/2۔

189- کیا دین میں کمی کی جائے گی؟

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زکاۃ کا انکار کرنے والوں کے خلاف جب سخت رویہ اپنایا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں عرض کیا: ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! لوگوں کی تالیف قلبی کا سامان کریں اوران سے نرمی سے پیش آئیں'' توانہوں نے سیدنا عمر فاروق سے فرمایا:

(أَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خَوَّارٌ فِي الْإِسْلَامِ؟

قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَ تَمَّ الدِّينُ، أَيَنْقُصُ وَ أَنَا حَيٌّ؟)

''تم جاہلیت میں تو بڑے زورآور تھے، کیا اسلام لانے کے بعد بزدل ہوگئے ہو؟ یقیناً وحی کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہےاور دین مکمل ہو چکا ہے۔کیا میری زندگی ہی میں دین میں کمی کی جائے گی؟ (ہرگزممکن نہیں)''۔

سید التابعین سیدنا سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے تھے: ''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے بڑھ کرفقیہ اور صائب الرائے تھے''۔

البدء والتاريخ، للمقدسي: 153/5۔

190- وسعت علم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیائے اسلام کے پہلے حج میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے امیر الحج بنا کرروانہ فرمایا۔عبادات میں مناسک حج کا علم انتہائی دقیق ہے۔اگر آپ کے پاس وسعت علم نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کبھی امیر الحج نہ بناتے۔ اسی طرح نماز کے معاملے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو اپنا نائب بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ''کتاب الصدقۃ'' لکھوائی تھی۔انس رضی اللہ عنہ نے اُسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ صدقہ کے بارے میں سب سے زیادہ قابل اعتماد دستاویز ہے۔کوئی شرعی مسئلہ ایسا منقول نہیں جس میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غلطی کی ہو۔دیگر صحابہ کے کئی ایک ایسے مسئلے مذکور ہیں جن میں ان کو غلطی لگی۔

أبوبكر الصديق أفضل الصحابة، ص: 60۔

191- مدینہ منورہ کی حفاظت کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی منصوبہ بندی

زکاۃ ادا نہ کرنے والے بعض قبائل کے وفود سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کوشش کی کہ آپ ان سے زکاۃ کی وصولی کے حق سے دست بردار ہو جائیں لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے موقف پر ڈٹ گئے۔ ان کے اٹل موقف کو دیکھنے کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے اور ان دو نتائج پر پہنچے:

☆ زکاۃ کی عدم ادائیگی پر کسی قسم کے مذاکرات کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام کا حکم بالکل واضح ہے، اس لیے خلیفۃ المسلمین کی رائے میں کسی بھی لچک کی امید نہیں، خصوصاً اس حالت میں کہ مسلمانوں نے بھی مدلل وضاحت کے بعد ان کا بھرپور ساتھ دیا ہے۔

☆ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد قلیل ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہلِ مدینہ پر ایک تباہ کن حملہ کرنا ضروری ہے تاکہ اسلامی حکومت اور اسلام کا خاتمہ کیا جا سکے۔[1]

اسلام کا حکم بالکل واضح ہے، اس لیے خلیفۃ المسلمین کی رائے میں کسی بھی لچک کی امید نہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی غداری کو بھانپ گئے۔ انہوں نے ان کی رذالت و کمینگی کو دیکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"فتنۂ ارتداد ان کے سارے علاقے میں پھیل چکا ہے۔ ان کا وفد تمہاری کم تعداد سے آگاہ ہو چکا ہے۔ اب معلوم نہیں کہ یہ رات کو حملہ آور ہوتے ہیں یا دن کو؟ ان کافروں کا قریب ترین لشکر تم سے صرف 28 کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ ان لوگوں کو امید تھی کہ ہم ان کا موقف تسلیم کر لیں گے اور ان سے صلح کر لیں گے مگر ہم نے ان کا موقف نہیں مانا، لہٰذا تم جنگ کی تیاری کرو۔"

بعد ازاں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے درج ذیل منصوبہ تیار کیا:

☆ اہل مدینہ کو حکم دیا کہ وہ رات مسجد نبوی میں بسر کریں تاکہ دفاع کے لیے مکمل طور پر تیار رہ سکیں۔

☆ مدینہ منورہ کے راستوں پر سیکورٹی گارڈ مقرر کیے جو رات وہاں گزاریں اور کسی بھی حملہ آور کو روک سکیں۔

☆ سکیورٹی فورسز پر سیدنا علی، زبیر، طلحہ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو علیحدہ علیحدہ امیر مقرر کیا۔

☆ مدینہ منورہ کے اردگرد کے وہ قبائل جو اسلام پر ثابت قدم رہے تھے، انہیں پیغام بھیجا کہ وہ مدینہ منورہ کے دفاع اور مرتدین کے ساتھ جہاد کے لیے مدد بھیجیں، چنانچہ ان کے اس پیغام پر اسلم، غفار، مزینہ، اشجع، جہینہ اور کعب قبیلے نے لبیک کہا حتی کہ ان قبائل کے مجاہدین سے مدینہ منورہ بھر گیا۔ یہ مجاہدین اپنے ساتھ بہت سے اونٹ اور گھوڑے بھی لائے تھے جو انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سونپ دیے۔ ان قبائل کی کثیر تعداد اور بھاری رسد کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اکیلے جہینہ قبیلے نے 400 مجاہدین گھوڑوں اور اونٹوں کی رسد سمیت مہیا کیے۔ سیدنا عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی مدد کے لیے 100 اونٹ لے کر حاضر ہوئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ اونٹ مسلمانوں میں تقسیم کر دیے۔

تاريخ الدعوة إلى الإسلام، للدكتور يسري محمد هاني، ص: 280، وتاريخ الطبري:4/64۔

مدینہ منورہ کے داخلی راستے

192- مسلمان امراء کی رہنمائی اور ہدایات

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ صرف مدینہ منورہ کا کامیاب دفاع کیا بلکہ جو مرتدین مدینہ منورہ سے دور تھے اوران کا فوری خطرہ نہ تھا، ان کے بارے میں یہ پالیسی اپنائی گئی کہ ان علاقوں کے مسلمان امراء کو خطوط لکھیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں مرتدین سے جنگ کرنے کی ترغیب دی اور لوگوں کو امراء کا ساتھ دینے کا حکم دیا۔ اس کی مثال اہل یمن کو لکھا گیا خط ہے جہاں اسود عنسی نے ارتداد اختیار کیا تھا۔ آپ نے انہیں لکھا:

''اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد! دشمنان اسلام کے خلاف ابناء فارس کے امراء اور شرفاء جنہوں نے یمن کو اپنا وطن بنا لیا تھا کی مدد کرو، دشمنوں کو گھیرے رکھو۔ فیروز کی اطاعت کرو اور اس کے ساتھ مل کر جدوجہد کرو، میں نے اسے امیر مقرر کیا ہے''۔

اس خط کے بڑے مثبت اثرات سامنے آئے۔ ایرانی عوام فیروز کی قیادت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ اپنے عرب بھائیوں کی مدد کرنے لگے۔ انہوں نے مرتدین کو چاروں طرف سے گھیر لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مکروفریب کو انہی پر لوٹا دیا اور یمن آہستہ آہستہ شاہراہ اسلام پر دوبارہ گامزن ہوگیا۔

> ایرانی عوام فیروز کی قیادت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے عرب بھائیوں کی مدد کرنے لگے۔

تاريخ الطبري: 64/4، والثابتون على الإسلام أيام فتنة الردة، للدكتور مهدي رزق الله، ص: 21، وحركة الردة، للدكتور علي العتوم، ص: 174.

193 - مدینہ منورہ میں حملہ آور مرتدین کی پسپائی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے بارے میں جو گمان کیا تھا وہ سچ ثابت ہوا مرتدین کو مدینہ میں چند دن گزار کر اندازہ ہو گیا تھا کہ مدینہ منورہ اسلامی لشکر سے خالی ہے۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ سے واپس جانے کے تین دن بعد ہی مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی۔ قبیلہ اسد، غطفان، عبس، ذبیان اور بکر قبائل پر مشتمل یہ فوج اپنے لشکر کا کچھ حصہ ''ذی حسیٰ'' نامی مقام پر مدد کے لیے چھوڑ آئے تھے۔ مدینہ منورہ کے راستوں پر متعین سکیورٹی فورسز نے ان کی پیش قدمی کی خبر پا کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی۔ سیدنا ابوبکر نے انہیں حکم دیا کہ تم وہیں رکو۔ وہ وہیں رک گئے۔ پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد میں موجود صحابہ کے ساتھ اونٹوں پر سوار ہو کر دشمنوں کی طرف بڑھے تو وہ فرار ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ جب وہ ''ذی حسی'' مقام پر پہنچے تو وہاں موجود مرتدین کی امدادی فوج مشکیزوں میں ہوا بھر کر باہر آئی۔

انہوں نے مشکیزوں کو رسیاں باندھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے وہ مشکیزے مسلمانوں کے اونٹوں کے سامنے لڑھکا دیے اونٹ مشکیزوں سے سخت خوفزدہ ہوئے اور مسلمانوں کے اونٹ بدک گئے۔ چنانچہ اونٹ اپنے سواروں سمیت بھاگ نکلے اور مدینہ منورہ پہنچ گئے، تاہم کسی مسلمان کو کوئی حادثہ پیش آیا نہ کوئی نیچے گرا۔

مرتدین نے خیال کیا کہ مسلمان اس وقت کمزور ہیں، لہٰذا انہوں نے ذی القصہ والوں کو بھی اطلاع بھیج دی۔ وہ ان کی اطلاع پر اعتماد کرتے ہوئے آگئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات بھر لوگوں کو جنگ کے لیے تیار کرتے رہے، پھر مکمل تیاری کر کے رات کے آخری حصے میں دشمن کی طرف چل پڑے۔ لشکر کے میمنہ یعنی دائیں حصے پر نعمان بن مقرن کو امیر مقرر کیا۔ عبداللہ بن مقرن کو میسرہ یعنی بائیں حصے پر امیر مقرر کیا۔ اور ساقہ یعنی پچھلے حصے کا امیر سوید بن مقرن کو بنایا۔ انہی کے پاس خورونوش کے سامان سے لدے ہوئے اونٹ بھی تھے۔ طلوع فجر سے پہلے ہی یہ لشکر میدان کارزار میں پہنچ گیا۔ جنگ کی پلاننگ اس طرح کی گئی کہ دشمن کے سر پر پہنچنے سے پہلے تک دشمنوں کو قطعاً علم نہ ہوا۔ رات کے آخری پہر ان سے لڑائی ہوئی اور سورج کی کرنیں طلوع ہونے سے پہلے ہی وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کے اکثر اونٹ قبضے میں کر لیے۔ طلیحہ اسدی کا بھائی حبال قتل ہو گیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ذی القصہ تک ان کا پیچھا کیا۔ اس طرح مرتدین کے خلاف مسلمانوں کو یہ پہلی فتح حاصل ہوئی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مقرن کی قیادت میں کچھ مجاہدین اس علاقے میں متعین کیے اور خود مدینہ منورہ آگئے، اس طرح مرتدین کو بڑی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔

> رات کے آخری پہر مرتدین سے لڑائی ہوئی اور سورج کی کرنیں طلوع ہونے سے پہلے ہی وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔

تاريخ الطبري: 4/65-67۔

194- مسلمان شہداء کا بدلہ لینے کا مصمم ارادہ

اس دوران بنوذبیان اور عبس قبائل نے اپنے علاقوں میں موجود مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ان کے اس فعل سے شہ پا کر دیگر قبائل نے بھی یہی کارروائی کی، چنانچہ وہاں کے مسلمانوں کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس کارروائی کے نتیجے میں تکلیفیں اٹھانا پڑیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ مشرکین سے بدلہ لیں گے اور جس جس قبیلے نے مسلمانوں کو شہید کیا ہے اُس کو مسلمانوں کے خون کا حساب دینا پڑے گا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمان شہداء کا بدلہ لینے کا مصمم ارادہ کیا اور دشمنان اسلام کو سبق سکھانے کا پروگرام بنایا۔انہوں نے اپنے ارادے کو اس طرح عملی جامہ پہنایا کہ بقیہ قبائل میں موجود مسلمانوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رہنے کا حوصلہ ملا اور مشرکین کو ذلت ورسوائی اور پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر مختلف قبائل کی زکاۃ مدینہ منورہ پہنچنا شروع ہوگئی۔ تین افراد رات کے وقت زکاۃ لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔ پہلے شروع رات میں صفوان آئے، پھر آدھی رات کے وقت زبرقان آئے اور آخر رات کو عدی

195- چومکھی جنگ کے ماہر

ضرار بن ازور نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو طلیحہ اسدی کے لشکر کے جمع ہونے کی خبر دینے کے بعد کہا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو چومکھی جنگ کا ماہر نہیں دیکھا۔ہم آپ کو دشمن کی خبر دیتے تو آپ بہت بلند حوصلگی کا مظاہرہ کرتے۔ یوں لگتا تھا جیسے ہم انہیں دشمن کی خبر نہیں بلکہ ان کے خیر خواہوں کی خبر دے رہے ہیں''۔

حركة الردة، للدكتور علي العتوم، ص: 319۔

اپنی قوم کے صدقات لے کر حاضر ہوئے۔ اس طرح ایک ہی رات میں چھ قبائل کی زکاۃ مدینہ منورہ پہنچی۔ جب بھی کوئی زکاۃ کا تحصیل دار مدینہ منورہ آتا تو لوگ کہنے لگتے: ''یہ کسی حملے سے ڈرانے والا ہے''۔ لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے: (بَلْ بَشِيرٌ)

''نہیں، یہ خوش خبری دینے والا ہے''۔

واقعتاً لوگ دیکھتے کہ آنے والا اپنی قوم کے صدقات وزکاۃ لے کر حاضر ہوتا، پھر لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کرتے: ''آپ ہمیں بکثرت خوشخبریاں سناتے ہیں''۔

انھی خوشخبریوں اور بعض تعزیت ناموں اور زکاۃ کی وصولی کے دوران ہی سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر کامیاب وکامران ہوکر مدینہ لوٹ آیا۔ اس فتح یاب لشکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام وہدایات کی تعمیل کی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نصیحت کو پورا کر دکھایا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین بنایا اور فرمایا: (أَرِيحُوا وَأَرِيحُوا ظَهْرَكُمْ) ''تم بھی آرام کر لو اور تمہارے سپاہی بھی آرام کر لیں۔ اور اپنی سواریوں کو بھی آرام کا موقع دیں''۔

پھر آپ ذی القصہ جانے والے لشکر کے ساتھ روانہ ہوگئے اور شہر کی سکیورٹی فورس انھی سواریوں پر سوار ہوکر چلی گئی۔ اس موقع پر مسلمانوں نے عرض کیا: اے خلیفۂ رسول! ہم آپ کو اللہ کی قسم دیتے ہیں کہ آپ خود لشکر کے ساتھ نہ جائیں بلکہ اپنی جگہ ایک امیر بنا کر بھیج دیں۔ اگر وہ شہید ہوگیا تو آپ دوسرے آدمی کو امیر مقرر فرما دیں۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(لَا وَاللّٰهِ! لَا أَفْعَلُ وَلَأُوَاسِيَنَّكُمْ بِنَفْسِي)

''اللہ کی قسم! میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ تمہارا حوصلہ بڑھانے کے لیے تمہارے درمیان رہوں گا''۔

تاريخ الطبري:4/65-67، وحركة الردة، للدكتور علي العتوم، ص: 319۔

مرتدین سے لڑائی میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے اصلی جوہر خوب کھلے۔ آپ امت مسلمہ کے ایک ایسے نڈر لیڈر کی حیثیت سے سامنے آئے جو اپنے عقیدہ کی حفاظت کے لیے جان فدا کر دیتا ہے، چنانچہ مسلمانوں کے نزدیک خلیفہ اور قائد وہی ہوسکتا ہے جو اپنے اعمال میں ان کے لیے مثالی نمونہ

196- بنوذبیان کا محاسبہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ابرق کے علاقے میں کچھ دن تک ٹھہرے، جبکہ بنوذبیان کے علاقے فتح ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا:

''اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ علاقہ غنیمت میں دے دیا ہے اور بنوذبیان کو جلاوطن کر دیا ہے تو اب یہ علاقہ بنوذبیان کو کبھی واپس نہیں مل سکتا''۔

پھر جب مرتدین دوبارہ اسلام قبول کرنے لگے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے درگزر کرنا شروع کیا تو بنوثعلبہ آ گئے۔ وہ اسی علاقے کے باشندے تھے۔ لیکن انہیں رہائش پذیر ہونے سے روک دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ مدینہ منورہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے دریافت کیا: ''ہمیں کس بنا پر اپنے علاقوں میں رہائش پذیر ہونے سے روکا جا رہا ہے؟'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اب یہ علاقہ تمہارا نہیں رہا۔ اسے میں نے دشمنوں سے خالی کرایا ہے''۔

چنانچہ آپ نے ان کی بات نہ مانی اور ابرق کے علاقے کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے لیے چراگاہ قرار دے دیا۔ بنوثعلبہ کے ساتھ ساتھ ربذہ کے تمام علاقے عوام الناس کے مویشیوں کے لیے چراگاہ بنا دیے گئے، پھر ان تمام علاقوں کو مسلمانوں کے زکاۃ کے جانوروں کے لیے بطور چراگاہ مختص کر دیا کیونکہ یہاں کے باشندوں اور زکاۃ لینے والے عمال میں کشمکش شروع ہو گئی تھی۔

التاريخ الإسلامي، للحميدي: 48/9۔

ہو۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس اسلوبِ سیاست کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان دشمنوں سے جنگ کے لیے دلیر ہو گئے اور اپنے قائد کے احکام و ہدایات کی پوری مستعدی سے تعمیل کرنے لگے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ''ذی القصہ'' اور ''ذی حسی'' کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ نکلے تو سیدنا نعمان، عبداللہ اور سوید رضی اللہ عنہم بدستور اپنے اپنے لشکروں کے امیر تھے۔ آپ ''ربذہ'' کے علاقے ''ابرق'' میں فروکش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حارث اور عوف قبیلے کو شکست سے دوچار کیا۔ بنوبکر اور بنوعبس فرار ہو گئے۔

تاريخ الطبري: 4/65، 67۔

197- سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بے پناہ فراست

ارتداد و بغاوت کا یہ سلسلہ نہایت الم ناک اور اسلام اور مسلمانوں کی لیے انتہائی اذیت کا باعث تھا، جس کی خبر پوری اسلامی سلطنت میں پھیل گئی تھی۔ اب سب سے بڑا مسئلہ یہ درپیش تھا کہ اس لہر کو جو عرب کے کافی حصے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی، کس طرح روکا جائے۔ ان پریشان کن حالات نے جو یکا یک پیدا ہو گئے تھے، سب کو تشویش میں ڈال دیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ اس سے شدید پریشان تھے۔

یہاں یہ یاد رہے کہ اس وقت دو قسم کے لوگ پیدا ہو گئے تھے۔ ایک وہ جو اسلام کو بالکل ترک کر کے مرتد ہو گئے تھے۔ دوسرے وہ جنھوں نے اسلام تو ترک نہیں کیا تھا، البتہ زکاۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ توحید اور نماز روزے کے پابند تھے۔

صحابہ کی ایک جماعت کا خیال یہ تھا ان دونوں سے الگ الگ سلوک کیا جائے، سب کو ایک ہی سطح پر نہ رکھا جائے۔ جو لوگ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں اور اللہ کی توحید کا اقرار کرتے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو مانتے ہیں، اگرچہ وہ زکاۃ ادا کرنے سے انکاری ہیں، ان سے جنگ نہ کی جائے۔ اگر مخالفین زکاۃ اور مرتدین کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا گیا تو خطرہ ہے کہ حالات بگڑ جائیں گے اور جنگ کا دائرہ کار پھیل

> اگر مخالفین زکاۃ اور مرتدین کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا گیا تو خطرہ ہے کہ حالات بگڑ جائیں گے۔

جائے گا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی نقطہ نظر یہی تھا۔ لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دونوں گروہوں کو ایک ہی سطح پر رکھا اور فیصلہ کن اعلان کیا کہ جس طرح مرتدین سے جنگ کی جائے گی، اسی طرح مانعین زکاۃ سے بھی کی جائے گی۔ انہوں نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ اگر وہ اونٹ کی رسی بھی زکاۃ میں دینے سے انکار کریں گے جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک وہ پوری زکاۃ ادا نہیں کریں گے، اس سلسلے میں ہرگز کسی سے کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس دو ٹوک اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ ان سے اختلاف کرتے تھے، وہ راہ راست پر آ گئے اور خلیفہ اول کی بات ان کے ذہن میں اتر گئی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تائید فرمانے لگے۔

الصدیق أبوبکر، لمحمد حسین هیکل، ص: 27، 28۔

198- اسود عنسی کا انجام

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت سنبھالنے سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہی اس فتنے نے یمن میں جنم لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممکن حد تک احتیاطی تدابیر شروع کیں۔ قبائل کے سرداروں کو خطوط لکھ کر اس فتنے سے خبردار کیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے آخری دور کی بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ فتنہ مزید پھیل گیا۔

ان کی زندگی میں پیش آنے والا یہ واقعہ بڑا معلوماتی اور دلچسپ بھی ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس فتنے کا کیسے خاتمہ ہوا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہلی حوصلہ افزا خبر یہی ملی۔ آیئے اس واقعہ کو پڑھتے ہیں:

اسود عنسی کا نام عبہلہ بن کعب بن غوث اور کنیت ذوالخمار (چادروالا) تھی کیونکہ وہ ہر وقت چادر سے عمامہ باندھے رکھتا تھا۔ اور اسے اس کے چہرے کی سیاہی کی وجہ سے اسود کہا جاتا تھا۔ وہ ایک طاقتور، لمبا تڑنگا آدمی تھا اور مضبوط جسم کا مالک تھا۔ بہت بہادر، شعلہ نوا خطیب، جادوگر، ماہر کاہن اور شعبدہ باز سمجھا جاتا تھا۔ وہ عجیب و غریب تماشے دکھاتا اور لوگوں کو چرب زبانی کے سحر میں جکڑ لیتا تھا۔ وہ لوگوں کو اپنا تابع بنانے کے لیے زر کثیر بھی صرف کرتا تھا۔

حجۃ الوداع سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی خبر پھیلتے ہی اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے خود کو ''رحمٰن الیمن'' (یمن کا رحمٰن) کہلوانا شروع کر دیا تھا جیسا کہ مسیلمہ کذاب خود کو ''یمامہ کا رحمٰن'' کہلواتا تھا۔

اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار بھی نہیں کیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کے پاس

سحیق اور شقیق یا شریق نامی دو فرشتے وحی لے کر آتے ہیں۔ اپنے دعوے سے پہلے اس نے اپنا معاملہ مخفی رکھا۔ وہ خاص خاص لوگوں کو اپنے گرد جمع کرتا رہا۔ پھر اچانک اس نے دعوائے نبوت کر کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ اس کے سب سے پہلے پیروکار اس کے اپنے قبیلے والے عنسی لوگ تھے، پھر اس نے مذحج قبیلے والوں کو خط لکھا تو ان کے جہلا اور اقتدار کے بھوکے چند زعماء نے اس کی دعوت قبول کرلی؛ چنانچہ اس نے قبائلی عصبیت کو ہوا دی کیونکہ وہ خود بھی عنسی تھا اور عنس مذحج قبیلے ہی کی ایک شاخ تھی۔

اہل نجران سے بنو حارث بن کعب نے جو کہ مسلمان تھے، اسود کو پیغام بھیجا کہ ہمارے قبیلے میں آؤ تا کہ ہم تمہاری دعوت سن سکیں۔ اسود آیا تو یہ سب اس کے پیروکار ہو گئے کیونکہ یہ لوگ برضا و رغبت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اسی طرح ان کے بعد قبیلہ زبید، اَوَد، مَسلیہ اور حکم بنی سعد العشیرہ کے لوگ اس کے پیروکار بنتے گئے۔ وہ کچھ عرصہ نجران میں قیام پذیر رہا۔ عمرو بن معدیکرب زبیدی اور قیس بن مکشوح مرادی کے شامل ہونے سے اس کا جتھہ مضبوط ہوگیا، پھر یہ فروہ بن مسیک مرادی اور عمرو بن حزم کو شکست دے کر ان کے علاقوں پر قابض ہوگیا۔ اس کے بعد اس پر صنعاء پر قبضے کا بھوت سوار ہوگیا تو وہ چھ یا سات سو گھڑ سواروں کے ساتھ صنعاء پر حملہ آور ہوگیا جن کی اکثریت بنو حارث بن کعب اور عنس قبیلے والوں کی تھی۔

چنانچہ یہ لشکر اہل صنعاء کے ساتھ صف آراء ہوا۔ ان کا امیر شہر بن باذان فارسی تھا۔ وہ اپنے والد کے ساتھ مسلمان ہوا تھا۔ ان کا آمنا سامنا صنعاء سے باہر شعوب کے مقام پر ہوا۔ شدید خونریز جنگ ہوئی۔ شہر بن باذان شہید ہوگیا اور اہل صنعاء شکست کھا گئے۔

اسود نے راسخ العقیدہ مسلمانوں کو اذیت ناک سزائیں دیں۔ اس نے ایک مسلمان کو، جس کا نام نعمان تھا، گرفتار کرلیا اور اس کا ایک ایک عضو کاٹ کر اسے شہید کردیا۔ اس کی وحشت ناک سزاؤں سے بچنے کے لیے اس کے زیر تسلط علاقوں کے مسلمانوں نے اپنے ایمان کو خفیہ رکھنے میں ہی عافیت سمجھی۔

اسود کے غلبے سے آزاد مسلمانوں نے نئے سرے سے صف بندی کی اور اپنی قوت کو مجتمع کیا جیسا کہ فروہ بن مسیک مرادی نے ''احیہ'' نامی جگہ میں پناہ لی۔ پھر دیگر مسلمان بھی اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھ کر اسود عنسی کے بارے میں اطلاع دی۔ اس طرح فروہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس فتنے سے آگاہ کیا۔ اسی دوران سیدنا ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما حضرموت میں ''سکاسک'' اور ''سکون'' قبائل کے علاقوں میں اکٹھے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایمان پر قائم رہنے والوں کو خطوط لکھے کہ وہ اسود عنسی کے ارتداد کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور اسے خفیہ تدبیر یا براہ راست حملہ کر کے ختم کرنے کی کوشش کریں۔ آپ ﷺ نے حمیر اور ہمدان کے بعض سرکردہ افراد کو بھی خطوط ارسال کیے کہ وہ متحد ہو کر اسود عنسی کے خلاف ابناء، یعنی یمن کے مسلمان باشندوں کی مدد کریں، چنانچہ آپ ﷺ نے وبر بن یحنس کو فیروز دیلمی، جشیش دیلمی اور داذویہ اصطخری کی طرف بھیجا۔ سیدنا جریر بجلی رضی اللہ عنہ کو ذی الکلاع حمیری اور ذی ظلیم حمیری کی طرف روانہ کیا۔ اور اقرع بن عبداللہ حمیری کو ذی زود اور ذی مران ہمدانی کی طرف بھیجا۔ آپ ﷺ نے اہل نجران کے بدوؤں اور دیگر اہلِ علاقہ کو بھی خطوط لکھے۔ حارث بن عبداللہ جہنی کو اپنی وفات سے قبل یمن بھیجا۔ انھیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر یمن ہی میں موصول ہوئی تھی۔

> فروہ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس فتنے سے آگاہ کیا

مصادر سے یہ بات واضح نہیں ہو سکی کہ رسول اللہ ﷺ نے حارث بن عبداللہ جہنی کو یمن کی کس جانب یا کس خاص مقام کی طرف بھیجا تھا۔ ممکن ہے انھیں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا گیا ہو کیونکہ انھیں رسول اللہ ﷺ کا ایک خط موصول ہوا تھا جس میں آپ نے انھیں حکم دیا تھا کہ اسود عنسی کو قتل کرنے کے لیے لشکر بھیجو جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری اور طاہر بن ابی ہالہ کو بھی رسول اللہ ﷺ کا خط ملا تھا کہ اسود عنسی کو کسی جنگی حربے سے یا فوجی

حضرموت کے علاقے کے آثار کی ایک تصویر

حملے کے ذریعے سے قتل کرنے کی کوشش کرو۔

بہرحال رسول اللہ ﷺ کے ان خطوط کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ جن کی طرف آپ نے یہ خطوط ارسال فرمائے تھے وہ آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی اسلام پر پختہ رہے۔ ان میں سے کوئی مرتد یا متزلزل نہیں ہوا۔ حمیر اور ہمدان کے سرداروں نے اپنے تعاون اور مدد کے لیے ابناء (یمن کے مسلمین) کو خط لکھے۔ عین اسی وقت اسود عنسی کے فتنۂ ارتداد کا مقابلہ کرنے کے لیے اہل نجران بھی ایک جگہ اکٹھے ہو گئے۔ اس وقت اسود عنسی کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔

اہل ہمدان، اہل حمیر، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور بعض یمنی زعماء کے درمیان مسلسل خط کتابت جاری رہی۔ ممکن ہے کہ ابناء اور فروہ بن مسیک کے مابین بھی خط کتابت ہوئی ہو کیونکہ اسود کو قتل کرنے میں اس کا کردار بھی شامل ہے، تاہم اسود عنسی کے مقابلے میں سب سے پہلے عامر بن شہر ہمدانی آیا۔

اس طرح اسود عنسی کو قتل کرنے کے لیے یمن میں تمام اسلامی قوتیں جمع ہو گئیں۔ یہاں یہ بات بھی بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ وہ سب اسود کے قتل پر متفق تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اسود عنسی کو قتل کرتے ہی یہ فتنہ جڑ سے ختم ہو جائے گا اور اس کے پیروکاروں کو کوئی پناہ گاہ نہیں مل سکے گی۔ اس لیے انہوں نے ابناء کی اس

رائے سے اتفاق کیا کہ داخلی امور کی مضبوطی سے پہلے وہ کوئی کارروائی نہ کریں ۔ ابناء فیروز اور داذویہ، اسود عنسی کے خلاف قیس بن مکشوح مرادی کے ساتھ معاہدہ کرنے میں کامیاب ہوگئے ۔ یہ شخص اسود عنسی کا کمانڈر تھا لیکن باہمی چپقلش کی وجہ سے اسود سے ناراض اور خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اسی طرح انہوں نے اسود عنسی کی بیوی آزاد الفارسیہ کو بھی ساتھ ملا لیا۔ یہ فیروز الفارسی کی چچازاد بہن تھی اور اس کا پہلا شوہر شہر بن باذان تھا۔ اسود کذاب نے اس کے خاوند کو قتل کر کے اسے اپنے قبضے میں لے لیا تھا، چنانچہ یہ بھی اپنے دین کو ان جاہلی درندوں کے چنگل سے آزاد کرانے کے لیے پورے عزم کے ساتھ کوشاں ہوگئی۔ اس نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس طاغوت کو خفیہ طریقے سے قتل کرنے کا پروگرام بنایا جو خود کو معبود بنائے پھرتا تھا۔ اسی نے مسلمانوں کے لیے اسود کو اس کے بستر پر قتل کرنے کی راہ ہموار کی۔ جب اسود قتل ہوگیا تو اس کا سر قلم کر کے اس کے پیروکاروں کے ہجوم میں پھینک دیا گیا جس سے ان پر ہیبت طاری ہوگئی اور وہ فرار ہوگئے۔

جس رات اسود قتل ہوا اسی رات رسول اللہ ﷺ کو وحی آگئی اور آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا:

(قُتِلَ الْعَنْسِيُّ الْبَارِحَةَ، قَتَلَهُ رَجُلٌ مُّبَارَكٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتٍ مُّبَارَكِينَ)

''گزشتہ شب عنسی قتل ہوگیا ہے۔ اسے مبارک خاندان کے ایک مبارک شخص نے قتل کیا ہے''۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا: ''وہ کون ہے؟'' آپ نے جواب دیا:

(فَيْرُوزُ، فَازَ فَيْرُوزُ) ''فیروز، فیروز کامیاب ہوگیا''۔

اسود عنسی کو قتل کرنے کے پلان کی وضاحت ڈاکٹر صلاح الخالدی نے اپنی کتاب ''صور من جهاد الصحابة'' میں بیان کی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اُن جہادی کارروائیوں کی تفصیل بیان کی ہے جو صحابۂ کرام کے ایک خاص گروہ نے پایۂ تکمیل تک پہنچائی تھیں۔

الكامل في التاريخ، لابن الأثير: 17/2، وعصر الخلافة الراشدة، للدكتور العمري، ص: 364، واليمن في صدر الإسلام، للدكتور عبدالرحمن الشجاع، ص: 256، والطبقات الكبرى، لابن سعد: 535/5، وتاريخ الطبري: 49/4، 50، وحركة الردة، للدكتور علي العتوم، ص: 309.

199- یمن سے فتنہ کا مکمل استیصال

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فیروز دیلمی کو صنعاء کا امیر مقرر کیا۔ آپ نے قیس بن مکشوح کو امیر مقرر نہیں کیا کیونکہ وہ اسود عنسی کا مخلص ساتھی رہ چکا تھا۔ اس نے اسود کا ساتھ قبائلی عصبیت یا سرداری کے حصول کے لیے دیا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ اصول اپنا رکھا تھا کہ جو مرتد ہو چکا ہو اس سے ملکی امور چلانے میں مدد نہیں لی جائے گی، لہٰذا انہوں نے داذویہ، جشیمش اور قیس بن مکشوح کو فیروز کا معاون مقرر کیا۔ اس بات سے قیس کی نیت خراب ہوگئی اور اس نے ابناء کے تینوں زعماء کو قتل کرنے کا پروگرام بنالیا۔ داذویہ کو وہ براہ راست یا کسی کو حکم دے کر قتل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ فیروز کو اس کی سازش کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے ننھیال کے پاس خولان میں پناہ گزیں ہوا۔ قیس نے قبائلی عصبیت کو ہوا دے کر بعض قبائلی سرداروں کو ابناء کے خلاف جمع کرنے کی کوشش کی۔ انہیں یہ باور کرایا کہ
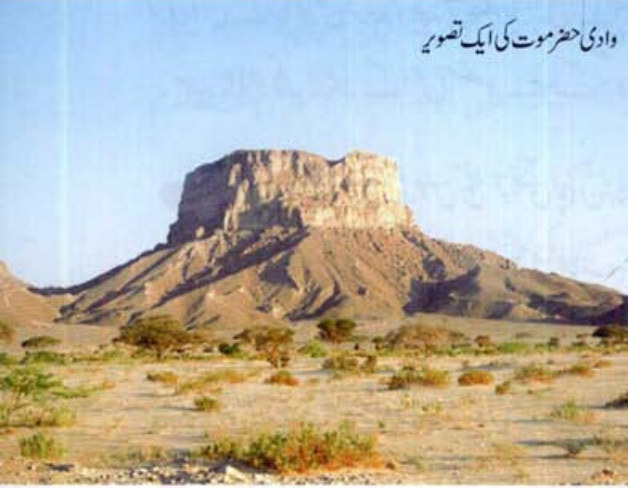
وادی حضرموت کی ایک تصویر

یہ لوگ زبردستی تم پر حکمرانی کر رہے ہیں اور وہ تمہارے زعماء کو قتل اور باقی لوگوں کو جلاوطن کرنا چاہتے ہیں لیکن مذکورہ سردار غیر جانبدار رہے اور قیس یا ابناء کے ساتھ شامل نہ ہوئے۔ انہوں نے قیس کو جواب دیا: ''تو ان کا ساتھی ہے اور وہ تیرے ساتھی ہیں''۔

جب قیس ان سرداروں سے مایوس ہوگیا تو اس نے اسود عنسی کے شکست خوردہ فوجیوں کے ساتھ ساز باز شروع کر دی۔ وہ صنعاء، نجران اور لحج میں قیام پذیر تھے۔ قیس نے ان سب کو ملنے کا کہا تاکہ وہ سب مل کر ابناء کو جلاوطن کرنے کے منصوبے میں کامیاب ہوسکیں۔ اہل صنعاء کو ان کی جتھہ بندی کا کوئی علم نہ

ہو سکا حتی کہ ان شکست خوردہ لشکریوں نے اہل صنعاء کو گھیر لیا، پھر قیس نے ابناء کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی تا کہ ان کی جلا وطنی کا پروگرام شروع کیا جا سکے۔ فیروز دیلمی نے خولان پہنچ کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قیس کے کرتوت لکھ بھیجے۔ خط ملتے ہی سیدنا ابوبکر نے ان زعماء کو خطوط بھیج دیے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط لکھے تھے۔ خط کا مضمون بڑا واضح تھا:

أَعِينُوا الْأَبْنَاءَ عَلٰى مَنْ نَّاوَأَهُمْ وَحَوِّطُوهُمْ
وَاسْمَعُوا مِنْ فَيْرُوزَ وَجِدُّوا مَعَهُ فَإِنِّي قَدْ وَلَّيْتُهُ)

''ابناء کے دشمنوں کے خلاف ابناء کی مدد کرو، ان کے مخالفین کا گھیراؤ کرو۔ فیروز کی فرماں برداری کرو، اس کے ساتھ مل کر جدوجہد کرو کیونکہ میں نے اسے امیر مقرر کیا ہے''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس منصوبے کے دو مرکزی ہدف تھے:

- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس منہج کو جنگی پلان بنایا کیونکہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر شام روانہ ہو چکا تھا اور خلیفۂ رسول کو اس کی آمد کا انتظار تھا تا کہ یمامہ، بحرین، عمان اور تمیم میں فتنۂ ارتداد کے مقابلے کے لیے آسانی ہو کیونکہ فتنے کی یہ لہر یمن میں موجود فتنے سے کہیں زیادہ شدید تھی۔ یمن کے فتنوں کا علاج سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطوط اور پیغامبروں کے ذریعے سے کر لیا تھا۔
- دوسرا ہدف اسلام پر ثابت رہنے والوں کو موقع فراہم کرنا تھا کہ وہ اپنے اسلام کی سچائی کے مزید براہین دیکھ لیں اور ثبات و یقین میں مزید پختہ ہو جائیں۔ ایسا کرنا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری تھی کیونکہ وہی مسلمانوں کے مسئول اور اپنے اردگرد کے لوگوں کے اقرار اسلام کے ذمہ دار تھے، خصوصاً جنہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطوط ارسال کیے تھے، انہیں اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خطوط بھیج چکے تھے اور وہ لوگ اسلام پر قائم رہے تھے۔

فیروز دیلمی نے بعض قبائل سے رابطہ کر کے ان سے مدد کی اپیل کی۔ ان میں سرفہرست بنو عقیل بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ تھے، پھر یہی اپیل قبیلہ عک سے بھی کی گئی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے طاہر بن ابی ہالہ

کو اور مسروق عکی کو بھی خط لکھا تھا۔ قبیلہ عک اور اشعریوں کے درمیان ابناء کی مدد و تعاون کا معاہدہ بھی تھا، چنانچہ یہ سب لوگ اپنی اپنی جانب سے نکلے۔ انہوں نے فتنے کے خاتمے کے لیے بھرپور کوششیں کیں اور قیس کی طرف سے ابناء کو یمن سے جلاوطن کرنے کے منصوبے کو ناکام بنا دیا۔ انہوں نے ابناء کو بچانے کے بعد صنعاء پر چڑھائی کر دی۔ وہاں قیس کے ساتھ ٹکراؤ ہوا تو وہ صنعاء سے نکل بھاگا۔ اور اسود عنسی کے ساتھیوں کی طرح نجران، صنعاء اور لحج میں ٹھوکریں کھاتا رہا، البتہ وہ عمرو بن معدیکرب زبیدی کے ساتھ شامل ہونے میں کامیاب ہو گیا، چنانچہ صنعاء دوسری مرتبہ پیغامبروں اور خطوط کے ذریعے امن وامان حاصل کرنے میں کامیاب رہا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس فتنے کو اندرونی قوتوں کے ذریعے سے ختم کرنے کی پالیسی پر گامزن رہے۔ مؤرخین اس پالیسی کو (رُكُوبُ مَنِ ارْتَدَّ بِمَنْ لَّمْ يَرْتَدَّ وَثَبَتَ عَلَى الْإِسْلَامِ) ''اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کو مرتدین کے خلاف برسر پیکار کرنے'' کی پالیسی کے عنوان سے یاد کرتے ہیں۔

تہامۂ یمن میں فتنۂ ارتداد کے خاتمے میں خلیفۃ المسلمین کی کوششوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا بلکہ تہامہ کے مسلمانوں، مثلاً: مسروق عکی وغیرہ نے ہی اپنی قوم کے ساتھ اس فتنے کی سرکوبی کی۔ تہامہ میں فتنۂ ارتداد کو ختم کرنے والوں کے سرخیل طاہر بن ابی ہالہ تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہامہ کے ایک حصے کا والی مقرر کیا تھا جو کہ عک اور اشعری قبیلوں کا علاقہ تھا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عکاشہ بن ثور کو حکم دیا کہ وہ تہامہ میں رہ کر اہل تہامہ کی صف بندی کریں اور نئے احکام موصول ہونے کا انتظار کریں۔ آپ نے بجیلہ قبیلے کی طرف سیدنا جریر بجلی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے پختہ مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر مرتدین کے ساتھ جہاد کریں اور خثعم قبیلے کے مرتدین کو بھی تہ تیغ کریں۔ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احکام نافذ کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ ان کے مقابلے میں صرف چند لوگ ہی آسکے جنہیں انہوں نے قتل کر دیا اور مفروروں کا پیچھا کیا۔

نجران میں بنو حارث بن کعب کے کچھ افراد اسود عنسی کے پیروکار ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات کے بعد وہ متردد رہے۔ سیدنا مسروق عکی ان سے جنگ کے لیے پہنچے تو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے بغیر جنگ کیے قبول کر لی، چنانچہ مسروق عکی نجران میں رک گئے اور امور حکومت کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ سیدنا مہاجر بن ابی امیہ کے آنے تک نجران کے تمام معاملات سدھر چکے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے فتنے کو اندرونی قوتوں کے ذریعے ختم کرنے کی پالیسی کامیاب ہوگئی اور آپ جیش اسامہ کی واپسی کے بعد لشکر روانہ کرنے میں مصروف ہوگئے۔

تاريخ الردة للكلاعي، ص: 156، واليمن في صدر الإسلام، ص:281۔

سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی کندہ کی طرف پیش قدمی:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یمن میں ہونے والی ہر پیش رفت اور تبدیلی پر نظر رکھی ہوئی تھی۔ آپ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عمان کے مرتدین کی طرف سے فراغت پا کر مہرہ کی طرف چلے جائیں۔ ان کے ساتھ سات سو گھڑ سوار بھی تھے جبکہ عمانی قبائل کے جنگجو اس کے علاوہ تھے۔ جب وہ مہرہ کے علاقے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ علاقہ دو متحارب گروپوں میں منقسم ہے۔ ایک گروپ شخریت کی قیادت میں سمندری ساحلی علاقوں پر قابض ہے تو دوسرا مُصبح کی سربراہی میں بلند مقامات پر قابض ہے اور تعداد میں پہلے گروپ سے زیادہ ہے۔ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ ساحلی علاقے والے شخریت نے یہ دعوت قبول کر لی، جبکہ دوسرے گروہ نے اپنی عددی قوت کے گھمنڈ میں یہ دعوت ٹھکرا دی، لہٰذا سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے شخریت کی معیت میں ان سے جنگ کی اور انہیں شکست فاش دے دی۔ مصبح اپنے بے شمار ساتھیوں سمیت قتل ہوگیا۔ سیدنا عکرمہ مہرہ میں قیام پذیر ہو کر مسلمانوں کو جمع کرتے رہے۔ جب ان کے معاملات درست ہوگئے تو ان پر ایک امیر مقرر کر دیا کیونکہ انہوں نے اسلام پر بیعت کر لی تھی، ایمان لے آئے تھے اور امن وسکون سے رہنے لگے تھے۔

سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خط مل چکا تھا کہ وہ صنعاء سے آنے والے سیدنا مہاجر بن ابی امیہ کے

یمن کے شہر کندہ کے آثار

ساتھ مل کر کندہ چلے جائیں، لہٰذا وہ مہرہ سے نکل کر ابین آ گئے اور سیدنا مہاجر رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے۔ ابین رہتے ہوئے انہوں نے نخع اور حمیر قبائل کو اسلام پر جمع اور ثابت قدم رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔

سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کے ابین آنے کا اثر اسود عنسی کے لشکریوں پر بھی پڑا، خصوصاً قیس بن مکشوح اور عمرو بن معدیکرب پر۔ قیس صنعاء سے فرار کے بعد ابین اور نجران کے علاقوں میں آتا جاتا رہتا تھا، جبکہ اسود عنسی کے لشکری لحج کی طرف گامزن تھے۔ جب سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو قیس بھی عمرو بن معدیکرب سے جا ملا اور یہ دونوں جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن ان میں جلد ہی پھوٹ پڑ گئی اور یہ ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے جدا ہو گئے۔ جب سیدنا مہاجر بن ابی امیہ آئے تو عمرو نے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا۔ اس کے پیچھے پیچھے قیس بھی خود سپردگی کے لیے حاضر ہو گیا۔ سیدنا مہاجر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو گرفتار کر کے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں خوب ملامت کی جس پر ان دونوں نے اپنے فعل پر معذرت کی۔ سیدنا ابوبکر نے انہیں آزاد کر دیا اور یہ توبہ اور اپنی اصلاح کرنے کے بعد لوٹ گئے۔

تاریخ الطبري: 140/4، 144، والیمن في صدر الإسلام، للدکتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص: 281، والطبقات، لابن سعد 535,534/5، وتاریخ الردة، للکلاعي، ص: 156۔

200- جنگ ابرق

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بے حد عالی ہمت خلیفہ تھے۔ انہوں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ منکرین زکاۃ پر مسلسل حملے کیے جائیں گے اور اس وقت تک دم نہ لیا جائے گا جب تک ان کی طاقت ختم نہیں ہو جاتی اور ان کے دل سے غرور کے جراثیم نکل نہیں جاتے۔ انہوں نے اسامہ اور ان کے لشکر کو چند روز کے لیے آرام کرنے کا حکم دیا اور خود کچھ لوگوں کو اپنی ہمراہی میں لے کر ابرق کی طرف روانہ ہوئے، یہ ذی القصہ کے قریب ایک مقام تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ انہی لوگوں کو ساتھ لے کر گئے تھے جو اس سے چند روز قبل ذی القصہ کی جنگ میں ان کے ساتھ تھے اور جنہوں نے بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا تھا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہت سے لوگوں نے عرض کیا کہ وہ خود میدان جنگ میں نہ جائیں اور لڑائی میں شریک نہ ہوں، ایسا نہ ہو کہ آپ کو لڑائی میں کوئی اذیت ناک حادثہ پیش آ جائے، اپنی جگہ کسی اور کو لشکر کا امیر مقرر فرما دیں، مگر وہ نہیں مانے۔ فرمایا میں پیچھے بالکل نہیں رہنا چاہتا۔ میں نے ہر موقعے پر تمہارے ساتھ رہنے کا عزم کر رکھا ہے۔

اب وہ مدینے سے روانہ ہوئے اور ابرق پہنچے۔ وہاں ان سے مقابلے کے لیے عرب کے تین مشہور قبیلے موجود تھے، وہ تھے، بنو عبس، بنو ذبیان اور بنو بکر...... اس جنگ میں بنو ذبیان اور بنو بکر کو شکست ہوئی۔ ابرق کے مالک بنو ذبیان تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں سے نکال دیا اور فرمایا: ”اب یہاں کی ساری زمین مسلمانوں کی ملکیت میں آ گئی ہے۔ آئندہ کبھی بنو ذبیان اس پر قبضہ نہیں کر سکیں گے، یہ تمام زمین اللہ نے ہمیں غنیمت میں دی ہے“۔ اس کے بعد یہ علاقہ مسلمانوں کے قبضے ہی میں رہا۔

الصدیق أبو بکر، لمحمد حسین هیکل، ص: 196۔

201- حضرموت اور نجران کے مرتدین کے خلاف مہاجر رضی اللہ عنہ کی پیش قدمی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تشکیل کردہ گیارہ لشکروں میں سے سب سے آخر میں سیدنا مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کا لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا، جبکہ ان کے ساتھ مہاجرین وانصار صحابۂ کرام کا ایک دستہ بھی تھا۔ یہ لشکر مکہ مکرمہ سے گزرا تو عتاب بن اسید کے بھائی خالد بن اسید امیر مکہ بھی ساتھ ہولیے۔ جب یہ لشکر طائف سے گزرا تو عبدالرحمٰن بن ابوالعاص اپنے ساتھیوں سمیت اس لشکر میں شامل ہو گئے۔ نجران میں سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ ملا لیا گیا، اسی طرح عکاشہ بن ثور کو بھی اپنے ساتھ لے لیا گیا جو اہل تہامہ کو جمع کر چکے تھے، پھر اس لشکر میں فروہ بن مسیک بھی شامل ہو گئے جو کہ مذحج کے نواح میں متعین تھے، پھر یہ لشکر نجران میں بنوحارث کے پاس سے گزرا تو ان کے امیر مسروق علی بھی اس کے ساتھ مل گئے۔

نجران میں مہاجر رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کو نجران اور صنعاء میں منتشر اسود عنسی کے باقی ماندہ لشکر کو ختم کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی، اس کی کمان سیدنا مہاجر رضی اللہ عنہ نے بنفس نفیس سنبھال لی اور دوسرے حصے کی کمان اپنے بھائی عبداللہ کو دی۔ اسے تہامۂ یمن کو بقیہ مرتدوں سے پاک کرنے کا فریضہ سونپا گیا۔

جب سیدنا مہاجر صنعاء میں قیام پذیر ہو گئے تو انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی کارروائی اور علاقے کے پرامن ہونے کی اطلاع بھیجی اور جواب کا انتظار کرنے لگے۔ عین اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے متعین امراء، مثلاً: سیدنا معاذ بن جبل اور دیگر عمال نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے واپس مدینہ منورہ آنے کی اجازت طلب کی۔ صرف سیدنا زیاد بن لبید نے یہ درخواست نہیں کی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جوابی خط آگیا۔ اس میں انہوں نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سمیت تمام عمال کو اختیار دیا تھا کہ وہ واپس آنا چاہیں تو اپنا نائب مقرر کر کے آسکتے ہیں، چنانچہ وہ سب واپس چلے گئے۔ جبکہ سیدنا مہاجر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم ملا کہ وہ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ملیں اور اکٹھے حضرموت روانہ ہو جائیں اور زیاد بن لبید کی مدد کریں۔ آپ نے انہیں ان کے عہدے پر برقرار رکھا اور انہیں حکم دیا کہ جو مجاہدین مکہ مکرمہ اور یمن میں جہادی کارروائیوں میں شرکت کر چکے ہیں اور اب واپس آنا چاہتے ہوں تو وہ انہیں اجازت دے دیں الا یہ کہ وہ خود جہادی کارروائیوں میں شرکت کو ترجیح دیں۔

ان علاقوں کے مرتدین کا خاتمہ کر دیا گیا اور سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ قیدی اور خمس کا مال لے کر مدینہ منورہ لوٹ آئے، ان کے ساتھ اشعث بن قیس بھی تھا جو اپنی قوم کی نظروں میں گر گیا تھا، خصوصاً عورتوں کے نزدیک شدید نفرت کا نشان بن گیا تھا کیونکہ وہ اپنی ذلت ورسوائی کا سبب اشعث کو گردانتے تھے۔ یہ نفرت اس لیے بھی تھی کہ اس نے مسلمانوں سے امان طلب کرتے وقت اپنا نام سرفہرست رکھا۔ اس کی قوم کی عورتیں اسے ''عرف النار'' یعنی غدار کے نام سے پکارتی تھیں۔ جب اشعث سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا:

(مَاذَا تَرَانِي أَصْنَعُ بِكَ، فَإِنَّكَ قَدْ فَعَلْتَ مَا عَلِمْتَ)

''تمہارا کیا خیال ہے، میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کروں گا، جبکہ تمہیں اپنے کرتوتوں کا بخوبی علم ہے''۔

اس نے عرض کیا: مجھ پر احسان فرمائیے۔ مجھے بیڑیوں سے آزاد کر دیجیے اور اپنی بہن کا رشتہ عطا فرمائیے کیونکہ میں دوبارہ مسلمان ہو چکا ہوں۔ سیدنا ابوبکر نے اس کی یہ درخواست قبول کر لی۔ اور اس کی شادی اپنی بہن ام فروہ بنت ابوقحافہ سے کر دی، پھر وہ فتح عراق تک مدینہ ہی میں رہا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب اشعث بن قیس کو خدشہ ہوا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اسے سخت سزا دیں گے تو وہ

کندہ حضر موت کی وادی کی ایک تصویر

کہنے لگا: ''کیا آپ خیر کی امید نہیں کرنا چاہتے، آپ میری قید ختم کر دیں، میری غلطی معاف فرمائیں۔ میرا اسلام لانا قبول کر لیں۔ اور میرے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں جیسا آپ میرے جیسے افراد کے ساتھ کرتے رہے ہیں اور میری بیوی مجھے لوٹا دیں۔ اشعث جب پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو اس نے ام فروہ سے منگنی کی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کی شادی طے کر دی اور رخصتی کو اگلی دفعہ آنے تک مؤخر کر دیا، پھر رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور اشعث نے فتنۂ ارتداد میں شمولیت کر لی، لہٰذا اب وہ ڈرا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اسے اس کی بیوی واپس نہیں کریں گے، اس لیے اس نے یقین دلایا کہ اب آپ مجھے پورے علاقے میں اللہ کے دین کا سب سے بڑا پیروکار پائیں گے، لہٰذا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی خطا معاف کر دی اور اس کی معذرت قبول کرتے ہوئے اس کی بیوی اس کے حوالے کر دی، پھر فرمایا:

(اِنْطَلِقْ فَلْيَبْلُغْنِي عَنْكَ خَيْرٌ)

''جاؤ! اب مجھے تمہاری طرف سے اچھی خبر ہی ملنی چاہیے''۔

پھر آپ نے دوسرے قیدیوں کو بھی رہا کر دیا، چنانچہ وہ بھی چلے گئے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خمس کا مال مستحقین میں تقسیم کر دیا۔

تاريخ الطبري:4/155، والكامل في التاريخ، لابن الأثير:2/49۔

202- حیا باختہ عورتوں کا انجام

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں یمن میں ایک اور فتنے نے سر اٹھایا جسے طاقت استعمال کر کے ختم کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بعض یمنی یہودی عورتوں اور حضر موت سے بعض بد بخت خواتین نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بڑی خوشی منائی۔ انہوں نے اس موقع پر فسق و فجور اور لہو ولعب پر مشتمل رنگین راتوں کا اہتمام کیا۔ جس میں وہ بدکاری کی ترغیب دیتی تھیں۔ ان راتوں میں شیطان اور اس کے چیلے ان کے ساتھ مل کر رقص کرتے رہے۔ لوگوں کے دین اسلام سے منحرف ہونے، سرکشی اور بغاوت کی دعوت دینے اور مسلمانوں کے خلاف بر سر پیکار ہونے پر شیطان، اس کے چیلے اور یہ خواتین بے حد خوش تھیں۔ یہ زمانۂ جاہلیت میں بے حیائی اور فواحش کی دلدادہ تھیں۔ جب اسلام آیا تو اس نے اپنی نظافت و پاکیزگی کی بنا پر انہیں ان کی بے ہودگیوں سے روک دیا۔ یہ ممانعت انہیں ایسی لگی جیسے وہ کسی جیل میں بند ہو گئی ہوں جس میں ان کی سانس بند ہو جائے گی اور وہ دم گھٹنے سے مر جائیں گی، اسی لیے جب انہیں پیغمبر اسلام کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف اپنے خبث باطن کا برملا اظہار شروع کر دیا۔ انہوں نے ہاتھوں پر مہندی لگائی اور خوشی سے دف بجا بجا کر گیت گانا شروع کر دیے۔ اسود عنسی کی نئی حکومت نے ان کی دلی تمنائیں پوری کر دیں۔ ان خواتین کی اکثریت امیر لوگوں میں سے تھی اور بقیہ یہودی عورتیں تھیں۔ یہودی اور عربی رؤسا دونوں گروہوں کے بہت سے مفادات اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے اور اسلام کی عمارت کو گرانے

سے ہی حاصل ہو سکتے تھے۔ تاریخ میں اس تحریک کو ''حرکۃ البغایا'' یعنی بدکار عورتوں کی تحریک کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ تیس کے قریب بدکار عورتیں تھیں جو حضرموت کے دیہاتوں اور بستیوں میں آباد تھیں۔ ان میں سے مشہور ترین ''ہرّ بنت یامن'' یہودیہ ہے۔ اس کی زنا کاری ضرب المثل بن چکی ہے، بدترین بدکرداری کو ذکر کرنے کے لیے کہا جاتا ہے: (أَزْنٰی مِنْ هِرٍّ) ''ہر سے بڑھ کر زنا کار''۔ تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ بدکردار مرد جاہلیت میں اس کے پاس باری باری آتے تھے۔ لیکن ان بدکردار عورتوں کو کھل کھیلنے کی اجازت نہیں دی گئی مبادا وہ پورے معاشرے کو برباد کر دیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر ملی۔ اہل یمن کے ایک شخص نے کسی کے ہاتھ امیر المؤمنین کی طرف درج ذیل اشعار لکھ کر بھیجے جن کا مفہوم کچھ یوں بنتا ہے:

203- شاتم رسول کی سزا

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم میں یمن کی دو عورتوں کا معاملہ لایا گیا جن میں سے ایک نے حضرموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور دوسری نے عام مسلمانوں کی مذمت میں اشعار گائے تھے۔ علاقے کے گورنر مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں عورتوں کو ان کے ہاتھ کاٹ کر اور ان کے سامنے والے اوپر اور نیچے کے دو دو دانت اکھاڑ کر سزا دی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلی عورت کے لیے یہ سزا ناکافی سمجھتے ہوئے اپنے گورنر کو یہ خصوصی خط لکھا:

''جس عورت نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کا نشانہ بنایا تھا، اگر آپ اس کے بارے میں فیصلہ نہ کر چکے ہوتے تو میں اسے قتل کرنے کا حکم دیتا کیونکہ انبیائے کرام کی شان میں گستاخی کی سزا دیگر سزاؤں جیسی نہیں ہوتی۔ اگر یہ کام کوئی مسلمان کرے تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اگر کوئی معاہد کرے تو وہ غدار اور جنگجو شمار کیا جائے گا''۔

حركة الردة، للدكتور علي العتوم، ص: 184، وتاريخ الطبري: 157/4، وعيون الأخبار: 133/3۔

”جب تم ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہو گے تو انہیں اطلاع دینا کہ بدکار عورتوں نے کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر خوشی کے شادیانے بجائے ہیں اور اپنے ہاتھ مہندی سے رنگے ہیں، لہٰذا آپ تیز دھار تلوار تھامیے اور ان کے ہاتھ ایسی تیز اور سفید تلوار سے کاٹ ڈالیے جس طرح بادلوں میں بجلی چمکتی ہے“۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہاں پر موجود اپنے گورنر مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں ان بدکار عورتوں کے معاملے میں احتیاط کے ساتھ جلدی اور سختی کرنے کا یوں حکم دیا:

”جب میرا یہ خط تمہیں مل جائے تو تم اپنے پیدل اور گھڑ سوار دستوں کے ساتھ ان عورتوں کی طرف روانہ ہو جانا اور ان کے ہاتھ کاٹ ڈالنا۔ اگر تمہارے راستے میں کوئی شخص رکاوٹ بنے تو اسے دلیل سے سمجھانا اور ان کے سنگین جرم سے اسے آگاہ کرنا۔ اسے بتانا کہ اس کی یہ مزاحمت گناہ کی حمایت اور اسلام دشمنی کے مترادف ہے، اگر وہ لوٹ جائے تو اس کا عذر قبول کر لینا اور اگر وہ اپنے موقف پر ڈٹ جائے تو تم اس سے بھی جنگ کرنا۔ بلاشبہ اللہ خیانت کاروں کے فریب کو کامیاب نہیں ہونے دیتا“۔

سیدنا مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے جب آپ کا یہ مکتوب پڑھا تو اپنے جوانوں اور گھڑ سوار دستوں کو ساتھ لے کر ان خبیث عورتوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن حضر موت اور کندہ کے کچھ لوگ ان کے آڑے آ گئے۔ آپ نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ مرنے مارنے پر تل گئے، تاہم ان میں سے کچھ لوگ بات سمجھ گئے اور واپس چلے گئے۔ مسلمانوں نے باقی ماندہ دشمنان اسلام کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا اور ان باغی خبیث عورتوں کے ہاتھ کاٹ دیے۔ ان میں سے اکثر مر گئیں اور کچھ کوفہ بھاگ گئیں۔ انہیں اپنے کیے کی سزا اسلام کے نظام عدل کے مطابق مل گئی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے امیر نے انہیں گرفتار کر کے ان پر بغاوت کی حد جاری کر دی۔

حركة الردة، للدكتور علي العتوم، ص: 184-

204- ابومسلم خولانی

جب یمن میں اسود عنسی کا غلبہ مستحکم ہوگیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تو اس نے ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو بلا بھیجا۔ وہ آئے تو کہا: ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟'' انہوں نے جواب دیا: ''مجھے سنائی نہیں دیا''۔ اس نے کہا: ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا: ''جی ہاں''۔ اسود عنسی نے ان سے اپنی رسالت کی متعدد بار گواہی طلب کی مگر سیدنا ابومسلم ہر بار اس کی تردید کرتے رہے اور رسالت محمدیہ کا اقرار کرتے رہے حتیٰ کہ اسود نے غضبناک ہو کر انہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا لیکن آگ نے انہیں ذرہ بھر نقصان نہ پہنچایا۔ اسود کو مشورہ دیا گیا کہ ابومسلم کو اپنے علاقے سے نکال دو، ورنہ وہ تمہارے پیروکاروں کو بھٹکا دے گا، لہٰذا اس نے انہیں جلاوطن کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

سیدنا ابومسلم مدینہ منورہ آ گئے۔ جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن چکے تھے۔ سیدنا ابومسلم نے اونٹنی کو مسجد کے دروازے کے پاس بٹھایا اور خود مسجد نبوی میں داخل ہو کر ایک ستون کی سیدھ میں نماز پڑھنے لگے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا: ''آپ کون ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''میں ایک یمنی باشندہ ہوں''۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ''جس شخص کو کذاب اسود عنسی نے آگ میں ڈال دیا تھا اس کا کیا بنا؟'' انہوں نے جواباً عرض کیا: ''وہ عبداللہ بن ثوب ہیں اور خیریت سے ہیں''۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھا: ''کیا آپ وہی شخص ہیں؟'' انہوں نے عرض کیا: ''جی ہاں، میں وہی آدمی ہوں۔'' (واضح رہے کہ انہی کا نام عبداللہ بن ثوب اور کنیت ابومسلم تھی) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خوشی سے روتے ہوئے انہیں گلے لگا لیا، پھر انہیں لے کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں اپنے اور ابوبکر رضی اللہ عنہما کے درمیان بٹھایا۔ اور

فرمایا:

(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يُمِتْنِي حَتّٰى أَرَانِي فِي أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ مَنْ فُعِلَ بِهِ مَا فُعِلَ بِإِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے وفات سے پہلے ایسا مؤمن شخص دکھایا جس کی ویسی ہی آزمائش ہوئی جیسی ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ہوئی تھی''۔

أسد الغابة:304/6، والاستيعاب، لابن عبدالبر:66/2۔

205- نان ونفقہ

ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے کوئی میٹھا پکوان کھانے کا شوق ظاہر کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اسے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ یاد رہے کہ خلافت سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انتہائی کامیاب تاجر تھے اور ان کے ہاں بڑی آسودگی اور فارغ البالی تھی۔ خلافت کی مصروفیات کی وجہ سے چونکہ وہ تجارت میں حصہ نہیں لے سکتے تھے اس لیے بیت المال سے صرف اتنا لیتے تھے جس سے بمشکل گزارہ ہو سکے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کہنے لگیں: میں روزمرہ کے اخراجات میں کفایت شعاری کر کے اتنے پیسے بچا لوں گی کہ ہم کوئی میٹھی چیز تیار کر سکیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! تم ایسا کر سکتی ہو۔ کافی دن گزرنے کے بعد کچھ پیسے جمع ہو گئے جس سے کوئی میٹھی چیز تیار کی جا سکتی ہو۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو انہوں نے وہ رقم بیت المال میں جمع کروادی اور بیت المال کے خازن سے فرمایا: میرے وظیفہ سے اس رقم کے برابر کٹوتی کر لی جائے کیونکہ ہمارا اس سے کم رقم میں بھی گزارا ہو سکتا ہے۔

أبوبكر الصديق، لعلي الطنطاوي، ص:298۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک

206- عفوودرگزر کی اہمیت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے صاحب بصیرت، بالغ نظر اور معاملہ فہم خلیفہ تھے، اس لیے جہاں ضرورت ہوتی بڑا سخت موقف اختیار کرتے اور جہاں عفو و درگزر سے کام لینے کی ضرورت ہوتی عفوودرگزر سے کام لیتے۔آپ کی دلی تمنا تھی کہ مختلف قبائل اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہوجائیں۔ یہ آپ کی حکیمانہ سیاست تھی کہ سرکش قبائل کے زعماء میں سے جو حق کی طرف لوٹ آتے، ان سے درگزر فرماتے۔ جب آپ نے یمن کے مرتد قبائل کو اپنا مطیع کرلیا، اسلامی حکومت اور مسلمانوں کی عظیم قوت وطاقت کا مظاہرہ کر دکھایا تو مرتد قبائل دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے اور اسلامی حکومت کے زیر نگیں آگئے۔اب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ ان قبائلی زعماء کی تالیف قلبی کے لیے ضروری ہے کہ ان کے خلاف قوت استعمال کرنے کے بجائے نرمی اور شفقت کا برتاؤ کیا جائے، لہٰذا انہوں نے ان سرداروں کی سزا معاف کردی اور ان سے نرم رویہ اختیار کیا۔اوران کے قبائلی اثر ورسوخ کو اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں استعمال کیا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حسن سلوک قیس بن یغوث مرادی اور عمرو بن معدیکرب سے بھی کیا جو عرب کے عظیم لیڈر، بڑے شہسوار اور نہایت دلیر انسان تھے، لہٰذا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں سزا دینا مناسب نہ سمجھا بلکہ ان کی

207- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کاتبین

خلافت صدیقی میں سیدنا علی بن ابی طالب، زید بن ثابت اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے کاتبین کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے۔

أبوبكر الصديق، لمحمد رشيد رضا، ص: 124۔

خدمات اسلام کے لیے مختص کرنے کی خواہش کی اور انہیں اسلام اور ارتداد میں متردد ہونے سے بچانے کی فکر کی، چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمرو سے کہا:

''کیا تم اس میں رسوائی محسوس نہیں کرتے کہ تم ہر روز شکست کھاتے اور قیدی بن جاتے ہو؟ اگر تم اپنی قوت و طاقت اس دین حنیف کی خدمت کے لیے استعمال کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عزت و شان سے نوازتا''۔

اس پر عمرو نے عرض کیا: ''بے شک، اب میں یہ کام ضرور کروں گا اور دوبارہ کبھی مرتد ہونے کا سوچوں گا بھی نہیں''۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں آزاد کر دیا اور عمرو حسبِ وعدہ پھر کبھی مرتد نہیں ہوئے بلکہ بڑے مضبوط اور اعلیٰ ایمان والے مسلمان ثابت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور انہیں عظیم فتوحات نصیب ہوئیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی ڈھارس بندھائی جو مرتد ہونے کے بعد خوف یا طمع کی وجہ سے دوبارہ مسلمان ہو گئے۔

اسی طرح قیس بن مکشوح بھی اپنے کیے پر نادم ہوا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے بھی معاف کر دیا۔ یمن کے ان دو عرب شہسواروں کو معافی دینے کے بڑے شاندار نتائج برآمد ہوئے۔ ان کے ذریعے سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی ڈھارس بندھائی جو مرتد ہونے کے بعد خوف یا طمع کی وجہ سے دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیس کو بھی معاف کر دیا۔ اس طرح آپ نے ان کے قبیلہ کے دل جیت لیے، چنانچہ وہ مستقبل میں اسلام کے مددگار اور مسلمانوں کی قوت بن گئے اور مرتدین کے خلاف عظیم طاقت کے روپ میں سامنے آئے۔

الصديق أول الخلفاء، للشرقاوي، ص: 115، 116، وتاريخ الدعوة إلى الإسلام، للدكتور يسري محمد هاني، ص:256۔

208- گورنر مکہ

مکہ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گورنر عتّاب بن اَسید تھے۔ عتاب فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے واپسی کے وقت انہیں گورنر مقرر کیا حالانکہ ان کی عمر اس وقت صرف بیس سال تھی۔ یہ بہت باصلاحیت اور پرہیز گار نوجوان تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں اپنے عہد خلافت میں گورنری کے عہدے پر برقرار رکھا۔ کتب تاریخ میں ہے کہ عتاب بن اسید اسی دن فوت ہوئے جس دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے۔

أبوبكر الصديق، لمحمد رشيد رضا، ص: 124۔

209- گورنر طائف

طائف میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گورنر عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طائف کا گورنر مقرر کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ان کے عہدے پر برقرار رکھا۔ عثمان بن ابو العاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نو احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں سے تین صحیح مسلم میں آتی ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں عمان اور بحرین کا گورنر مقرر کیا۔ یہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔ ان کی اولاد میں بہت سی عظیم شخصیات گزری ہیں۔

أبوبكر الصديق، لمحمد رشيد رضا، ص :124۔

210- گورنر صنعاء

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں صنعا کے گورنر مہاجر بن ابی اُمیہ تھے۔ یہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ یمن میں مرتدین کے خلاف لڑائیوں میں انہوں نے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

ابوبکر الصديق، لمحمد رشيد رضا، ص: 124 ۔

211- خلیفہ رسول کی دانش اور آپ کا تدبر

سیدنا مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کی قوم کا مذعور بن عدی نامی ایک شخص سیدنا مثنیٰ سے الگ ہو گیا۔ اس نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: ''میں بنو عجل کا شاہ سوار ہوں اور صبح سویرے زوردار حملہ کرنے کا ماہر ہوں۔ میرے ساتھ میرے خاندان کے لوگ ہیں۔ ان میں سے ہر شخص سو آدمیوں پر بھاری ہے۔ میں اس علاقے سے بخوبی واقف ہوں اور جنگی جرأت اور زمینی حقائق کا بخوبی ادراک رکھتا ہوں، آپ مجھے ''سواد'' یعنی عراق کے زرخیز علاقے کا امیر مقرر کر دیں۔ ان شاء اللہ میں اسے فتح کر لوں گا''۔

سیدنا مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی مذعور بن عدی کے متعلق سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر یہ اطلاع دی: ''میں خلیفۂ رسول کو اطلاع دے رہا ہوں کہ میری قوم کا ایک شخص مذعور بن عدی ہے۔ وہ بنو عجل کنبے کا ایک فرد ہے۔ اس کے ساتھ اس کے چند ساتھی بھی ہیں، وہ میری مخالفت کر رہا ہے اور امارت کے بارے میں جھگڑ رہا ہے۔ میں آپ کو اطلاع دینا مناسب سمجھتا ہوں تا کہ آپ اس کے بارے میں اپنا حکم صادر فرمائیں''۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مذعور بن عدی کو جوابی خط بھیجا:

(أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ أَتَانِي كِتَابُكَ، فَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ وَأَنْتَ كَمَا وَصَفْتَ نَفْسَكَ وَعَشِيرَتُكَ نِعْمَ الْعَشِيرَةُ وَقَدْ رَأَيْتُ لَكَ أَنْ تَنْضَمَّ إِلَى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَتَكُونَ مَعَهُ وَتُقِيمَ مَعَهُ مَا أَقَامَ بِالْعِرَاقِ وَتَشْخَصَ مَعَهُ إِذَا شَخَصَ)

''تمہارا خط مل گیا۔ میں تمہارا مقصود سمجھ گیا۔ بلاشبہ تم ویسے ہی ہو جیسا کہ تم نے لکھا ہے۔ تمہارا کنبہ بھی بلاشبہ بہترین کنبہ ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ تم خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو جاؤ اور انہی کے ساتھ رہو۔ جب تک وہ عراق میں ہیں انہی کے ساتھ رہنا۔ جب وہ عراق سے روانہ ہوں تو تم بھی ان کے ساتھ روانہ ہو جانا''۔

آپ نے سیدنا مثنیٰ بن حارثہ کو لکھا:

(فَإِنَّ صَاحِبَكَ الْعِجْلِيَّ كَتَبَ إِلَيَّ يَسْأَلُنِي أُمُورًا، فَكَتَبْتُ إِلَيْهِ آمُرُهُ بِلُزُومِ خَالِدٍ حَتَّى أَرَى رَأْيِي وَهٰذَا كِتَابِي إِلَيْكَ آمُرُكَ أَنْ لَا تَبْرَحَ الْعِرَاقَ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَإِذَا خَرَجَ مِنْهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَالْزَمْ مَكَانَكَ الَّذِي كُنْتَ بِهِ وَأَنْتَ أَهْلٌ لِكُلِّ زِيَادَةٍ وَجَدِيرٌ بِكُلِّ فَضْلٍ)

''تمہارے عجلی ساتھی نے مجھے خط لکھا۔ اور کچھ اختیارات مانگے۔ میں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو جائے۔ اب یہ خط تمہیں لکھ رہا ہوں کہ تم خالد کے عراق سے چلے جانے تک عراق ہی میں رہنا۔ جب سیدنا خالد عراق سے روانہ ہو جائیں تو تم اپنا عہدہ سنبھال لینا۔ یقیناً تم ہر اضافی اعزاز کے قابل اور ہر فضیلت کے مستحق ہو''۔

سیدنا خالد کو عراق بھیجنے کی تاریخ ماہ رجب یا محرم 12 ہجری ہے۔

مجموعة الوثائق السياسية، لمحمد حميد الله، ص: 372، البداية والنهاية: 347/6۔

عراق میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے معرکے
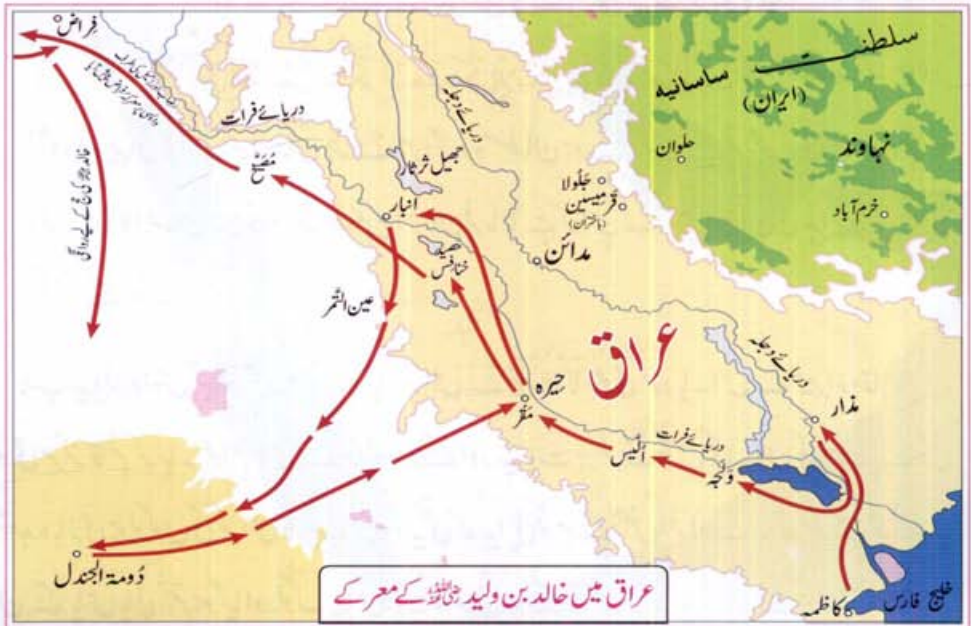
212- طلیحہ اسدی اور اس کے فتنے کا خاتمہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں دیگر فتنوں کی طرح طلیحہ اسدی کا فتنہ بھی اپنے انجام کو پہنچا۔ آیئے اس کے بارے میں ذرا تفصیل سے پڑھتے ہیں:

طلیحہ اسدی وہ تیسرا مدعی نبوت ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری دور میں سر اٹھایا۔ یہ شخص عام الوفود 9 ہجری میں اپنی قوم بنو اسد کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ وفد نے آ کر آپ کو سلام کیا اور احسان جتلاتے ہوئے کہا: ''ہم آپ کی خدمت میں یہ گواہی دینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بے شک آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ آپ نے ہمارے پاس کوئی لشکر وغیرہ نہیں بھیجا اور ہم اپنے پیچھے والوں کے اسلام کی خبر بھی لائے ہیں''۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾ (الحجرات: 17)

''وہ (دیہاتی) آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوئے، کہہ دیجیے تم مجھ پر اپنے اسلام (لانے) کا احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی، اگر تم سچے ہو''۔

جب یہ وفد واپس گیا تو طلیحہ مرتد ہو گیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے سمیراء مقام پر اپنا فوجی مرکز قائم کر لیا۔ عوام اس کے ساتھ ہو گئے اور یہ بات ہر طرف پھیل گئی۔ اس کی سب سے پہلی شعبدہ بازی جو لوگوں کی گمراہی کا سبب بنی وہ یہ تھی کہ یہ اپنی قوم کے بعض افراد کے ساتھ سفر میں تھا، جب ان کے پاس پانی ختم ہو گیا اور لوگ پیاس سے نڈھال ہو گئے تو اس نے کہا: ''میرے گھوڑے اَعلال پر

سوار ہو کر چند میل سفر کرو تو تمہیں پانی مل جائے گا۔'' انہوں نے ایسے ہی کیا تو انہیں پانی مل گیا۔ اس کا یہی ڈرامہ بہت سارے بدوؤں کی گمراہی اور اس کے فتنے میں پڑنے کا سبب بنا۔

اس کی بے ہودگیوں میں سے ایک یہ تھی کہ اس نے نماز سے سجدوں کو ختم کر دیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ آسمان سے اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور اس وحی کے لیے اس نے درج ذیل مسجع کلام وضع کیا:

(اَلْحَمَامُ وَالْيَمَامُ وَالصُّرَدُ الصَّوَّامُ،
قَدْ صُمْنَ قَبْلَكُمْ بِأَعْوَامٍ، لَيَبْلُغَنَّ مُلْكُنَا الْعِرَاقَ وَالشَّامَ)

''کبوتر، فاختہ اور خاموش لٹور تم سے کئی سال قبل رک گئے، ہماری بادشاہی یقیناً عراق اور شام تک پھیلے گی''۔

طلیحہ اسدی کو اس کے نفس نے دھوکے میں ڈال دیا، اس کا فتنہ زور پکڑ گیا اور اس کی قوت و شوکت بڑھ گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کے فتنے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ضرار بن ازور اسدی کو اس کے خلاف جنگ کے لیے بھیجا۔ لیکن ضرار رضی اللہ عنہ اس کا مقابلہ نہ کر سکے کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی طاقت بہت بڑھ چکی تھی خصوصاً اسد اور غطفان قبائل کے مل جانے کے بعد اس کی قوت میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔

جھوٹے نبی
عہد نبوی اور خلافت صدیقی میں

-213

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مرتدین کے خلاف لشکر کشی

سیدنا ابوبکر صدیق نے خلیفہ بننے کے بعد مرتدین کی سرکوبی کے لیے لشکر ترتیب دیے اور ان کے قائدین کا تقرر کیا۔ طلیحہ اسدی کی طرف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر بھیجا۔ امام احمد نے اس بارے میں ایک روایت بیان کی ہے کہ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے ساتھ جنگ کے لیے سیدنا خالد بن ولید کو ایک لشکر کی کمان سونپی تو فرمایا:

(إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَأَخُو الْعَشِيرَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَسَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللّٰهِ سَلَّهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَى الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''خالد بن ولید بہترین بندۂ الٰہی اور بہترین بھائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں پر لہرایا ہے''۔

> خالد بن ولید اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں پر لہرایا ہے

جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ذی القصہ سے روانہ ہونے لگے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ عنقریب خیبر کی جانب سے ان کے لشکر سے آملیں گے۔ انہوں نے یہ معاملہ سرِعام کیا تاکہ بدوؤں کے دلوں پر ہیبت طاری ہو جائے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ پہلے طلیحہ اسدی کی طرف جائیں اور پھر بنو تمیم کی طرف روانہ ہوں۔ طلیحہ اسدی اپنی قوم بنو اسد اور غطفان کے پاس تھا۔ بنو عبس اور ذبیان بھی ان کے ساتھ مل گئے تھے۔ طلیحہ اسدی نے قبیلہ
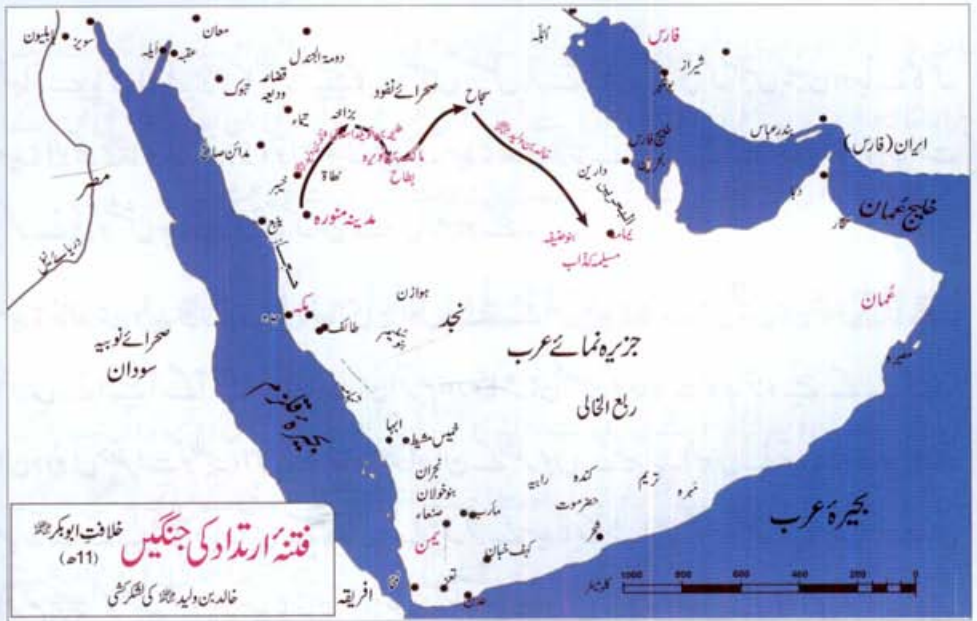
"طے" کے بنو جدیلہ اور غوث کو بھی اپنے ساتھ ملانے کے لیے پیغام بھیجا تو انہوں نے کچھ گروہ ہراول دستے کے طور پر فوراً بھیج دیے تا کہ بقیہ لوگ بھی تیاری کر کے ان سے جا ملیں، جبکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پہلے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو ان کے قبیلے میں یہ کہہ کر بھیجا ہوا تھا:

(أَدْرِكْ قَوْمَكَ لَا يَلْحَقُوا بِطُلَيْحَةَ فَيَكُونَ دِمَارَهُمْ)

''اپنی قوم کو بچا لو کہیں وہ طلیحہ کے ساتھ مل کر بربادی کا شکار نہ ہو جائیں''۔

چنانچہ سیدنا عدی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے بنو طے میں گئے اور انہیں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کا مشورہ دیا۔ انہیں اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ امر الٰہی کو دوبارہ قبول کر لیں لیکن قوم نے جواب دیا کہ وہ ''ابو الفصیل'' کی کبھی اطاعت نہیں کریں گے۔ ابو الفصیل سے ان کی مراد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ ''بکر'' اور ''فصیل'' اونٹنی کے بچے کے دو نام ہیں۔ ''فصیل'' کم عمر اور ''بکر'' نوجوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ انہوں نے ابوبکر کہنے کے بجائے انہیں ابو الفصیل کہا۔ اس پر سیدنا عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم!

تمہارے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لشکر آ پہنچے گا۔ وہ تمہیں مسلسل مارتے رہیں گے حتی کہ تمہیں یقین ہو جائے گا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت مضبوط و توانا خلیفہ ہیں''۔ سیدنا عدی رضی اللہ عنہ نے ہر طریقے سے انہیں آمادۂ اطاعت کرنے کی کوشش جاری رکھی حتی کہ ان کے دل نرم ہو گئے۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آئے تو انصاری ہراول دستے کے امیر سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے اپنے آگے آگے سیدنا ثابت بن اقرم اور عکاشہ بن محصن کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ ان دونوں حضرات کو طلیحہ، اس کے بھائی سلمہ اور ان کے لشکریوں نے گھیر لیا۔ انہوں نے سیدنا ثابت کو دیکھا تو مبارزت کے لیے چیلنج دیا۔ اس کے بعد طلیحہ نے حملہ کر کے سیدنا عکاشہ رضی اللہ عنہ کو اور سلمہ نے سیدنا ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر سمیت وہاں پہنچے تو انہوں نے دونوں کو شہید پایا۔ مسلمانوں کو ان کی شہادت پر بڑا املال ہوا۔

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بنو طے کی طرف چلے گئے۔ سیدنا عدی بن حاتم ان کے پاس آئے اور عرض کیا: ''مجھے تین دن کی مہلت دے دیجیے کیونکہ میری قوم کے لوگوں نے مجھ سے مہلت مانگی ہے تا کہ وہ طلیحہ کے پاس جلد بازی میں پہنچنے والوں کو واپس لا سکیں کیونکہ انہیں ڈر ہے کہ اگر وہ آپ کے پیروکار بن گئے تو طلیحہ ان کے ساتھیوں کو قتل کر دے گا اور یہ بات آپ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہوگی کہ وہ لوگ جہنم کی آگ میں جھونک دیے جائیں۔ جب تین دن گزر گئے تو سیدنا عدی بن حاتم ان پانچ سو جنگجوؤں کو لے کر جو دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ سارے مجاہد سیدنا خالد کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اب سیدنا خالد نے بنو جدیلہ کی سرکوبی کی راہ لی۔ اس موقع پر پھر سیدنا عدی نے ان سے گزارش کی: ''اے خالد! مجھے کچھ دنوں کی مہلت دے دو تا کہ میں انہیں سمجھا سکوں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ انہیں بھی بچا لے جس طرح اس نے غوث والوں کو بچایا ہے''۔ چنانچہ سیدنا عدی رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس آئے اور انہیں مسلسل سمجھاتے رہے حتی کہ انہوں نے سیدنا عدی رضی اللہ عنہ کی

بات مان لی تو وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے اسلام کی خبر لے کر حاضر ہوئے۔ان میں سے ایک ہزار شاہسواروں پر مشتمل دستہ مسلمانوں سے آملا۔ اس طرح سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے بہترین چشم و چراغ کی حیثیت سے اپنی قوم کے لیے زبردست خیر و برکت کا باعث بنے۔

214- معرکۂ بزاخہ اور بنو اسد کا خاتمہ

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنو طے کی بستی سے روانہ ہو کر ''اُجا'' اور ''سلمیٰ'' نامی دو پہاڑوں کے دامن میں فروکش ہوئے۔ وہاں اپنے لشکر کو تیار کیا اور بُزاخہ کے مقام پر طلیحہ اسدی کے ساتھ مڈبھیڑ ہو گئی۔ بہت سے عرب قبائل غیر جانبدار ہو کر انتظار کرنے لگے کہ فتح کس کو ملتی ہے۔طلیحہ اسدی اپنی قوم اور اپنے حلیفوں کے ساتھ میدان میں آیا۔اس کے ساتھ عیینہ بن حصن بھی اپنی قوم بنوفزارہ کے سات سو جنگجو لے کر آ گیا۔ دونوں لشکر صف آراء ہو گئے تو طلیحہ اسدی اپنی چادر لپیٹ کر بیٹھ گیا اور نبی ہونے کا ڈرامہ رچانے لگا کہ اس پر وحی اُتر رہی ہے، جبکہ عیینہ میدان جنگ میں مصروف پیکار ہو گیا۔ جب وہ جنگ کی شدت سے گھبرا جاتا تو بھاگ کر طلیحہ کے پاس آتا جو ابھی تک چادر میں لپٹا بیٹھا تھا، عیینہ پوچھتا: ''کیا جبریل (نعوذ باللہ) تمہارے پاس آ گیا ہے؟'' وہ جواب دیتا کہ ابھی نہیں آیا۔ وہ پھر واپس چلا جاتا اور جنگ میں شریک ہو جاتا، وہ پھر واپس آ کر وہی سوال کرتا اور طلیحہ وہی جواب دیتا۔ جب تیسری مرتبہ اس نے آ کر پوچھا: ''تمہارے پاس جبریل وحی لے کر آیا ہے یا نہیں؟'' تو اس نے جواب دیا: ''ہاں لے آیا ہے۔'' عیینہ نے وضاحت طلب کرتے ہوئے پوچھا: ''وہ کیا وحی لایا ہے؟'' طلیحہ نے کہا: ''وہ میرے لیے یہ وحی لایا ہے کہ بے شک تیرے لیے اس کی چکی جیسی چکی ہے۔اور ایسی یادگار بات ہے جو کبھی بھلائی نہ جا سکے گی''۔

عیینہ کہنے لگا: ''میرا خیال ہے کہ اللہ تعالی نے تجھے خبردار کر دیا ہے کہ تیرا انجام اتنا دردناک ہوگا جو کبھی بھلایا نہ جا سکے گا، پھر اس نے اپنی قوم کو پکارا: ''اے بنوفزارہ! فوراً جنگ بند کر دو اور واپس چل پڑو''۔ چنانچہ طلیحہ شکست کھا گیا۔ باقی لوگ بھی اسے چھوڑ گئے۔ جب مسلمان اس کے قریب پہنچے تو وہ اپنے

گھوڑے پر سوار ہو گیا جو اس نے اسی موقع کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ اس نے اپنی بیوی النوار کو اونٹ پر سوار کیا اور شام کی طرف فرار ہو گیا۔ اس کی جماعت بھی بھاگ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کئی ساتھیوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرا دیا۔

-215

خالد بن ولید کے کلمات

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مرتدوں کو یہ مختصر کلمات لکھ کر بھیجے تھے:

(لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِقَوْمٍ يُحِبُّونَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ)

''میں تمہارے مقابلے میں ایسے سرفروشوں کی فوج لے کر آیا ہوں جنہیں موت اسی طرح محبوب ہے جس طرح تمہیں زندگی محبوب ہے''۔

الحرب النفسية، للدكتور أحمد نوفل 144,143/2، وحركة الردة، للدكتور علي العتوم، ص:289۔

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے طلیحہ اور اس کے حلیفوں کو شکست دے دی ہے اور وہ کامیاب ہو گئے ہیں تو انہوں نے انہیں خط لکھا:

''اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو انعامات فرمائے ہیں ان کی خیر و برکت میں اضافہ فرمائے، آپ اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں، بے شک اللہ تعالیٰ متقین اور نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔ اپنے مشن کو تندہی سے مکمل کریں۔ نرمی مت دکھائیں۔ آپ کو مشرکوں میں سے جو شخص بھی کسی مسلمان کا قاتل ملے اسے قتل کر دیں اور جو شخص اللہ کی دشمنی پر اس خبط میں مبتلا ملے کہ وہ درست ہے، اسے بھی قتل کر دیں''۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بزاخہ میں ایک ماہ تک قیام پذیر رہے اور معاملات کی نگرانی کرتے رہے۔ جن لوگوں کے بارے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں نصیحت کی تھی، ان کی ٹوہ میں لگے رہے، چنانچہ وہ ایک ماہ تک ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرتے رہے جنہوں نے حالت ارتداد میں اپنے علاقے کے کسی مسلمان کو قتل کیا تھا۔ انہوں نے کچھ مرتدوں کو آگ میں بھسم کر دیا، کچھ مجرموں کو پتھروں سے کچل دیا

اور کچھ بدبختوں کو پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دیا۔ انہیں یہ سزائیں قصاص کے طور پر دی گئیں اُنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا تھا۔ انہیں دیگر مرتدین کے لیے مقامِ عبرت بنا دیا گیا۔

وفدِ بنو اسد اور غطفان کی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری:

جب بزاخہ سے وفد بنو اسد اور غطفان سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صلح کے لیے حاضر ہوئے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں کھلی جنگ اور رسوا کن معاہدے میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا۔ انہوں نے عرض کیا: ''اے خلیفۂ رسول! کھلی جنگ کا مزہ تو ہم چکھ چکے ہیں لیکن یہ رسوا کن معاہدہ کیا ہے؟'' انہوں نے فرمایا:

''تم سے تلواریں، زرہیں اور گھوڑے لے لیے جائیں گے اور تمہیں اونٹوں کا چرواہا بنا کر چھوڑ دیا جائے گا حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے خلیفہ اور مؤمنوں کو تمہاری وہ حالت دکھائے جس میں تم لوگ قابل عذر گردانے جاؤ۔ تم نے ہم سے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ تم ادا کرو گے اور ہم نے تم سے جو کچھ چھینا ہے وہ ہم واپس نہیں کریں گے۔ تم گواہی دو گے کہ ہمارے مقتول جنتی ہیں اور تمہارے مقتول جہنمی ہیں۔ تم ہمارے مقتولوں کی دیت ادا کرو گے اور ہم تمہارے مقتولین کی دیت ادا نہیں کریں گے''۔

اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''آپ کا یہ فرمانا کہ تم ہمارے مقتولین کی دیت ادا کرو گے، تو بے شک ہمارے مقتولین اللہ تعالیٰ کے حکم پر شہید ہوئے ہیں، ان کی دیت وصول نہیں کی جائے گی''۔

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دینے سے احتراز کیا اور عرض گذار ہوئے: ''اب جیسے آپ مناسب سمجھیں''۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق فیصلہ دے دیا اور بنو اسد اور غطفان سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شرائط کے مطابق صلح کرنے پر مجبور ہو گئے۔

البداية والنهاية: 322/6، وأسد الغابة: 95/3، وحركة الردة، للدكتور علي العتوم، ص: 78، وحروب الردة، لمحمد أحمد باشميل، ص: 79۔

216- شہادت کے متلاشی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہونے والے معرکۂ بزاخہ میں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عبرت ناک شکست کے بعد طلیحہ نے بڑے دکھ اور تعجب کے ملے جلے احساس کے ساتھ اپنی قوم سے پوچھا: ''تمہاری بربادی ہو، تم لوگ کس وجہ سے شکست سے دوچار ہوئے ہو؟'' ایک شخص نے کہا: ''میں تمہیں بتاتا ہوں کہ شکست کی وجہ کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص چاہتا تھا کہ اس کا ساتھی اس سے پہلے مارا جائے، جبکہ ہمارا مقابلہ ایسی قوم سے تھا جس کا ہر فرد یہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے ساتھی سے پہلے شہید ہو جائے''۔

حركة الردة، للدكتور علي العتوم، ص: 289۔

217- عیینہ بن حصن کا اسلام کی طرف رجوع

خالد بن ولید نے جو لوگ گرفتار کر کے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیجے، ان میں عیینہ بن حصن بھی تھا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اسے سزا دینے کے لیے اس کی مشکیں کس دی تھیں۔ ذلیل ورسوا کرنے اور دیگر لوگوں کو عبرت دلانے کے لیے اس کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ کر مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ جب وہ اسی رسوا کن حالت میں مدینہ منورہ پہنچا تو مدینہ منورہ کے بچے اس کا مذاق اڑانے لگے اور اسے گھونسے مار مار کر کہنے لگے: ''اے اللہ کے دشمن! تم اسلام سے پھر گئے تھے؟'' وہ جواب دیتا تھا: ''اللہ کی قسم! میں کبھی مسلمان ہوا ہی نہیں تھا''۔ اسے سیدنا ابوبکر کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اسے حلم وکرم اور ناقابل یقین عفو ودرگزر سے نوازا۔ اس کی مشکیں اور ہاتھ کھولنے کا حکم دیا، پھر اسے توبہ کرنے کی تاکید فرمائی۔ عیینہ نے اسی وقت اپنی توبہ کا اعلان کر دیا۔ اپنے گزشتہ برے اعمال سے معذرت کی اور مسلمان ہو گیا۔ بعد ازاں اس نے بڑی قابل رشک اسلامی زندگی گزاری۔

الصديق أول الخلفاء، للشرقاوي، ص: 87۔

218-

طلیحہ اسدی دوبارہ اسلام کے سائے میں

طلیحہ اسدی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شکست کھانے اور اپنے لشکر کے تتر بتر ہو جانے کے بعد نقع کے علاقے میں قبیلۂ کلب میں رہنے لگا۔ وہ مسلمان تو ہو گیا لیکن اُس میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں تھی اس لیے وہ آپ کی وفات تک قبیلہ کلب میں گمنامی کی زندگی گزارتا رہا۔ اس نے اسد، غطفان اور عامر قبائل کے مسلمان ہونے کی خبر پا کر وہیں اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کے دور میں عمرے کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوا تو مدینہ منورہ کے نواح سے گزرا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی کہ طلیحہ اسدی گزر رہا ہے تو انہوں نے فرمایا:

(مَا أَصْنَعُ بِهِ؟ خَلُّوا عَنْهُ فَقَدْ هَدَاهُ اللّٰهُ لِلْإِسْلَامِ)

''میں اس کا کیا کروں؟ اسے جانے دو۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت اسلام عطا فرما دی ہے''۔

طلیحہ اسدی مسلمان ہونے کے بعد فی الواقع بڑا اچھا مسلمان بن گیا۔ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے پر ان کی بیعت کرنے حاضر ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم عکاشہ اور ثابت کے قاتل ہو۔ اللہ کی قسم! میں تم سے کبھی محبت نہیں کروں گا''۔ تو اس نے کہا: ''امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو میرے ہاتھوں (شہادت کی وجہ سے) بڑی عزت و تکریم سے نوازا ہے، جبکہ مجھے ان کے ہاتھوں محفوظ رکھ کر رسوائی سے بچا لیا ہے''۔ اُس کا یہ جواب سن کر سیدنا عمر نے اس کی بیعت لے لی، پھر فرمایا: ''اے چالباز! تیری کہانت میں سے کیا بچا ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''پھونکنی میں ایک یا دو پھونکیں باقی بچی ہیں''۔ پھر وہ اپنے قبیلے میں لوٹ گیا اور وہیں قیام پذیر رہا حتی کہ عراق چلا گیا۔ اس کا اسلام بالکل صحیح اور ہر قسم کے طعن سے محفوظ رہا اور وہ اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار کرتا رہا۔

التاریخ الإسلامي: 59/9، وتاریخ الطبري: 81/4۔

219- حدیقۃ الموت میں معرکہ آرائی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسیلمہ کذاب کے خلاف فیصلہ کن لڑائی ایک باغ میں ہوئی جس میں مسیلمہ کے لشکر نے داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا تھا۔ مسلمانوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دیواریں پھلانگ کر اس کا دروازہ کھول دیا اور اس باغ میں ایک انتہائی خونریز معرکہ ہوا۔ اس خونریز معرکے کی وجہ سے اس باغ کو حدیقۃ الموت کہا جانے لگا۔ اس معرکے میں مسلمانوں کی قیادت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کررہے تھے۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ ہمیشہ مسلمانوں کی فتح اور اپنی شہادت کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ آیئے! مسیلمہ کذاب کے ایک ساتھی کے خلاف اسی حدیقہ میں ہونے والی معرکہ آرائی کی داستان خود سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی زبانی سنتے ہیں، فرماتے ہیں:

''جنگ کے دوران ایک شخص نے میری گردن دبوچ لی۔ ہم دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ اسی کش مکش میں ہم دونوں گھوڑوں سے گر گئے اور ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ میں اسے اپنی تلوار چبھوتا رہا اور وہ اپنی تلوار کی نوک سے مجھے زخمی کرتا رہا حتی کہ اس نے میرے بدن پر سات زخم لگا دیے۔ اسی دوران میں نے موقع پاتے ہی اس پر بھرپور وار کیا جس کی وہ تاب نہ لا سکا اور میرے ہاتھوں ہی میں ڈھیلا پڑ گیا۔ لیکن زخموں سے چور ہونے کی وجہ سے میں بھی ہلنے جلنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ میرا خون کافی بہہ گیا تھا لیکن وہ مجھ سے پہلے ہی دم توڑ گیا۔ اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا''۔

خالد بن الوليد، لصادق عرجون، ص: 180۔

220- جامع القرآن

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ سیدنا ابوبکر پر رحم فرمائے، وہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کو کتابی صورت میں محفوظ کیا تھا''۔

المصنف، لابن أبي شيبة: 196/7۔

221- سجاح بنت حارث

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جھوٹے مدعیان کے فتنے میں ایک کردار سجاح بنت حارث کا بھی ہے یہ عورت جزیرۂ عرب کے عیسائی خاندان بنوتغلب سے تعلق رکھتی تھی۔ دوسرے موقعہ پرستوں کی طرح اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہ اپنے لاؤلشکر اور حلیف قبائل سمیت آدھمکی۔ جب یہ لوگ بنوتمیم کے علاقے سے گزرے تو سجاح نے انہیں اپنی نبوت کی دعوت دی، جس پر وہاں کے عام لوگ اس کے پیروکار ہو گئے اور بنوتمیم کے رؤساء میں سے مالک بن نویرہ یربوعی اور عطارد بن حاجب وغیرہ پر مشتمل ایک جماعت بھی اس کی عقیدت مند ہوگئی، جبکہ باقی سرداراس کے حلقۂ اثر میں داخل ہونے سے باز رہے، پھران کی اس بات پر صلح ہوگئی کہ وہ آپس میں جنگ نہیں کریں گے، البتہ مالک بن نویرہ نے جب سجاح کوالوداع کیا تو اسے بنی یربوع کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا، پھران سب نے دیگر قبائل سے جنگ کرنے کا عہد و پیمان کرلیا اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ پہلے کس قبیلے سے جنگ لڑیں۔ سجاح نے انہیں اپنے شاعرانہ کلام میں حکم دیا: ”سواریاں تیار کرو۔ ڈاکے ڈالنے کی تیاری کرلو اور بنوتمیم کی شاخ رباب پر ٹوٹ پڑو کیونکہ ان کا دفاع مضبوط نہیں ہے“۔

سجاح کی مسیلمہ سے شادی:

بنوتمیم نے سجاح کو یمامہ کا قصد کرنے پر قائل کرلیا تا کہ وہ مسیلمہ کذاب کا خاتمہ کر سکے۔ لیکن اس کی قوم مسیلمہ کا مقابلہ کرنے سے کترائی اور کہنے لگی: ”بلاشبہ مسیلمہ کذاب اس وقت غلبہ پا چکا ہے اور اس کا اقتدار بہت مستحکم ہو گیا ہے۔ اس پر سجاح نے انہیں مسجع کلام سے نوازا: ”یمامہ پر حملہ کرو۔ کبوتری کی طرح سبک رفتاری سے چلو کیونکہ یہ بہت بھیانک جنگ ہوگی۔ اس کے بعد تمہیں کبھی ملامت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا“۔ چنانچہ وہ سب مسیلمہ سے جنگ کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب مسیلمہ کذاب کو اس

لشکر کی آمد کا علم ہوا تو وہ ڈر گیا۔ اسے اپنے علاقوں کی فکر پڑ گئی کیونکہ وہ پہلے ہی سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی وجہ سے مشغول تھا اور سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کے ساتھ سیدنا ثمامہ رضی اللہ عنہ کی مدد کر رہے تھے اور مجاہدین خیمہ زن ہو کر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی آمد کے منتظر تھے، چنانچہ مسیلمہ نے سجاح کو پیغام بھیجا کہ اگر تم مجھ سے صلح کر لو تو میں تمہیں وہ آدھی پیداوار ادا کروں گا جو پہلے قریش کو ادا کیا کرتا تھا، یوں وہ مال تمہیں مل جائے گا۔

مسیلمہ نے اپنا ایلچی بھی سجاح کے پاس بھیجا کہ وہ اپنی قوم کے معززین کے ساتھ اس سے ملاقات کو آنا چاہتا ہے، لہٰذا وہ اپنی قوم کے چالیس افراد کے ساتھ گیا اور ایک خیمے میں سجاح سے ملاقات کی۔ جب دونوں تنہا ہوئے تو اس نے سجاح کو آدھی پیداوار کی پیشکش کی۔ وہ اس پر راضی ہو گئی۔ مسیلمہ کذاب نے کہا: ''جو میری بات سن لے اللہ اس کی سنے اور اسے خیر و بھلائی عطا کرے جب بھی وہ خیر کی خواہش کرے۔ اس کے معاملات خوش اسلوبی سے چلتے رہیں۔ کیا تم مجھ سے شادی کرنا پسند کرو گی؟ پھر میں تمہاری اور اپنی قوم کے ساتھ مل کر پورے عرب پر قبضہ کر لوں گا؟'' وہ اس پر بھی راضی ہو گئی۔

بعد ازاں سجاح مسیلمہ کے ساتھ تین دن ٹھہری رہی، پھر اپنی قوم کے پاس واپس گئی تو قوم کے لوگوں نے پوچھا: ''مسیلمہ نے تمہیں کتنا حق مہر دیا ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ اس نے مجھے کوئی حق مہر نہیں دیا۔ قوم کہنے لگی: ''تمہارے جیسی لیڈر خاتون کا بغیر مہر لیے شادی کرنا بڑا قبیح معاملہ ہے''۔ چنانچہ اس نے ایک آدمی کو مسیلمہ کے پاس حق مہر لینے کے لیے بھیجا۔ مسیلمہ نے جواب بھیجا کہ اپنا مؤذن میرے پاس بھیجو۔ سجاح نے اپنے مؤذن شبث بن ربعی الریاحی کو اس کے پاس بھیج دیا۔ مسیلمہ نے اسے کہا کہ اپنی قوم میں اعلان کر دو کہ اللہ کے رسول مسیلمہ بن حبیب نے تمہیں دو نمازیں، نماز فجر اور نماز عشاء معاف کر دی ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے تھے۔ تو یہ تھا اس کا حق مہر۔

پھر سجاح اپنے وطن واپس چلی گئی۔ یہ اقدام اس وقت ہوا جب اسے خبر ملی کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ یمامہ کے قریب پہنچ گئے ہیں، لہٰذا وہ مسیلمہ سے نصف خراج وصول کرنے کے بعد اپنے وطن الجزیرہ واپس چلی گئی، پھر وہ اپنی قوم بنی تغلب میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت تک ٹھہری رہی۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عام الجماعہ (وہ سال جس میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے صلح کر لی تھی) 40 ہجری میں اسے وہاں سے جلاوطن کر دیا۔

البداية والنهاية:326/6۔

222- فجاءہ کا عبرتناک انجام

فجاءہ کا نام ایاس بن عبداللہ بن عبد یالیل بن عمیر بن خفاف ہے۔ یہ بنو سلیم کا فرد تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فجاءہ کو مدینہ منورہ کے میدان بقیع میں قتل کر دیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یہ سیدنا ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض گزار ہوا کہ اسے ایک لشکر دیا جائے تاکہ وہ مرتدوں کے خلاف جہاد کر سکے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک لشکر تیار کر کے دے دیا۔ لیکن جب یہ روانہ ہوا تو راستے میں آنے والے ہر مسلمان اور مرتد کو بلا امتیاز قتل کر کے اس کا مال اپنے قبضے میں لینے لگا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کے کردار کی خبر ملی تو انہوں نے اس کے تعاقب میں ایک لشکر روانہ کر کے اسے گرفتار کرایا، پھر اسے میدانِ بقیع بھیج دیا، اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیے، پھر اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اسے سیدنا طریفہ بن حاجز نے گرفتار کیا تھا۔ اس واقعے سے بنو سلیم کے مسلمانوں کا مفسدوں اور مرتدوں کے خلاف جہادی کردار واضح ہوتا ہے۔

فجاءہ کو یہ سخت سزا اس کی غداری کی بنا پر دی گئی یا اس لیے دی گئی کہ اس نے ایک یا دو مرتبہ مسلمانوں کو اسی طرح قتل کیا تھا۔

الثابتون على الإسلام، للدكتور مهدي رزق الله، ص: 27، وحركة الردة، للدكتور علي العتوم، ص: 185۔

223- ام زمل

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عرب کے شمال مشرقی حصے میں ام زمل کی قیادت میں مرتدین کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس فتنے کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔

ام زمل کی ماں کا نام ''ام قرفہ'' تھا، اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس واقعے کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت زید بن حارثہ کچھ لوگوں کے ساتھ جہاد کے لیے قبیلہ بنوفرازہ کی طرف گئے۔ ایک مقام وادی القری میں پہنچے تو بنوفرازہ کے چند لوگوں سے ان کی جھڑپ ہوئی، انہوں نے زید بن حارثہ کے ساتھیوں کو تو قتل کر دیا لیکن زید مقابلے میں سخت زخمی ہو گئے اسی حالت میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے اور چند روزہ علاج کے بعد ان کے زخم مندمل ہو گئے۔

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک لشکر کے ساتھ دوبارہ بنوفرازہ کی طرف لڑائی کے لیے روانہ کیا۔ اس دفعہ زید کا لشکر کامیاب رہا۔ بنوفرازہ کے بہت سے آدمی یا تو قتل کر دیے گئے یا مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں ایک عورت بھی تھی، جس کا نام ام قرفہ فاطمہ تھا اور وہ بدر نامی ایک شخص کی بیٹی تھی۔ اس عورت نے چونکہ اپنی قوم کے لوگوں کے جذبات بھڑکا کر انہیں مسلمانوں کے مقابلے کے لیے تیار کیا تھا، اس لیے اس عورت (ام قرفہ) کو قتل کر دیا گیا۔ اس کی ایک بیٹی تھی جس کا نام ام زمل تھا، اسے لونڈی بنا لیا گیا اور یہ لونڈی سیدہ عائشہ صدیقہ کے حصے میں آئی اور انہوں نے اسے آزاد کر دیا۔ کچھ عرصہ تو آزادی کے بعد یہ سیدہ عائشہ ہی

> عرب اپنے پاس جنگی اونٹ رکھتے تھے جو حرب وقتال کے مواقع پر کام دیتے تھے۔

کے پاس رہی، پھر اپنے قبیلے بنوفرازہ میں واپس چلی گئی۔ ماں کے قتل کا اسے نہایت افسوس تھا، جس نے آہستہ آہستہ انتقام کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اب وہ موقعے کے انتظار میں تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح مسلمانوں سے ماں کے قتل کا بدلہ لیا جائے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ارتداد کا فتنہ ابھرا تو اسے موقع مل گیا، بزاخہ کے میدان میں جن لوگوں نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں شکست کھائی تھی وہ بھاگ کر اس کے پاس پہنچ گئے اور وہ ان کو ساتھ لے کر مسلمانوں کے مقابلے میں میدان میں اتر آئی۔

ام زمل کا جنگی اونٹ:

اس زمانے میں عرب اپنے پاس جنگی اونٹ رکھتے تھے جو حرب وقتال کے مواقع پر کام دیتے تھے۔ انہیں باقاعدہ جنگی تربیت دی جاتی تھی اور یہ دشمن کی صفوں میں گھس جاتے تھے۔ اس قسم کا اونٹ ام زمل کے پاس بھی تھا جو اسے اپنی ماں ام قرفہ سے ملا تھا۔

ام قرفہ کو اپنے قبیلے میں بے حد احترام کا مقام حاصل تھا اور وہ بڑی شان سے رہتی تھی۔ وہ عیینہ بن حصن کی چچی تھی، اس کے شوہر کا نام مالک بن حذیفہ تھا، جو بنوفرازہ کے سرکردہ لوگوں میں سے تھا، اس کے بیٹے بھی اپنے قبیلے میں بڑے اعزاز کے مالک تھے۔

اگر کسی قبیلے سے لڑائی کی نوبت آتی تو ام قرفہ اپنے جنگی اونٹ پر سوار ہو کر اپنی قوم کے تمام شرکائے جنگ سے آگے ہوتی تھی...... اس کی موت کے بعد یہ اونٹ اس کی بیٹی ام زمل کے حصے میں آیا۔

اپنی ماں کی طرح قبیلہ بنوفرازہ اور دیگر قبائل میں ام زمل کو بھی انتہائی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا خالد سے شکست کھانے کے بعد جو لوگ جانیں بچا کر میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے، وہ ام زمل کے پاس چلے گئے تھے، ام زمل نہایت باہمت اور بہادر عورت تھی، وہ انہیں تسلی دیتی، ان کا حوصلہ بڑھاتی اور انہیں فتح کی خوش خبری سناتی۔

اس نے ان لوگوں کو دوبارہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مقابلے کے لیے تیار کرنا شروع کیا۔ تھوڑے عرصے میں متعدد قبائل کے بہت سے لوگ اس کے پاس آ گئے تھے، جس کی وجہ سے اس کی افرادی طاقت بہت بڑھ گئی تھی۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق جب تمام صورت حال کا علم ہوا تو وہ اس لشکر کی سرکوبی کے لیے بزاخہ سے روانہ ہوئے۔

ام زمل سے جنگ اور اس کا نتیجہ:

اب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ام زمل کی فوجیں میدان جنگ میں مکمل تیاری کے ساتھ ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑی تھیں اور دونوں طرف صورت حال نہایت ہولناک تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے جنگ شروع ہوگئی اور آغاز جنگ ہی میں فریقین کی فوجیں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں۔ ام زمل اپنے جنگی اونٹ پر سوار تھی اور اشتعال انگیز تقریروں سے اپنے فوجیوں کو جوش دلا رہی اور ان کا لہو گرما رہی تھی۔ بلاشبہ وہ بہت بڑی جرنیل تھی اور فن حرب میں پوری مہارت رکھتی تھی۔ اس کے فوجی پر جوش طریقے سے نہایت حوصلے کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ ام زمل کے اونٹ کے گرد سو اونٹ اور تھے، جن پر بڑے بڑے بہادر اور جنگ کے ماہر فوجی سوار تھے۔ جو ام زمل کی حفاظت پر مامور تھے۔

> ام زمل اپنے جنگی اونٹ پر سوار اشتعال انگیز تقریروں سے اپنے فوجیوں کا لہو گرما رہی تھی

ادھر مسلمان شہسوار بھی انتہائی زوردار حملے کر رہے تھے اور شجاعانہ طریقے سے لڑ رہے تھے۔ ان کا اصل نشانہ ام زمل تھی۔ اس کے قریب پہنچنے کی انہوں نے بارہا کوشش کی، لیکن اس کے محافظوں نے ان کی ہر کوشش ناکام بنا دی۔ آخر پورے سو آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد مسلمان فوجی ام زمل کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ اس کے قریب پہنچتے ہی انہوں نے تیزی

کے ساتھ اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ اب اونٹ بھی نیچے گر گیا اور ام زمل بھی نیچے گر گئی۔ اس کے گرتے ہی اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے فوجیوں نے جب اونٹ کو نیچے گرتے اور ام زمل کو قتل ہوتے دیکھا تو ان کے دل ٹوٹ گئے اور حوصلے پست ہو گئے۔ اب وہ مایوسی کے عالم میں میدان جنگ سے بھاگنے لگے اور مسلمانوں نے ان کو تلوار کی دھار پر رکھ لیا۔

اس طرح جزیرہ نمائے عرب کے شمال مشرقی حصے سے ارتداد کا فتنہ کلی طور پر ختم ہو گیا۔

الصديق أبو بكر، لمحمد حسين هيكل، ص:244، 246۔

224- مالک بن نویرہ کا انجام

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں برپا ہونے والے فتنہ ارتداد میں ایک انتہائی معروف اور متنازع کردار مالک بن نویرہ بھی ہے۔ آیئے جائزہ لیتے ہیں کہ اس فتنے کا استیصال کیسے ہوا۔ جھوٹی مدعیہ نبوت سجاح بنت حارث جب الجزیرہ سے آئی تھی تو مالک بن نویرہ نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی تھی، پھر جب وہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ مل گئی۔ اور اپنے وطن واپس چلی گئی تو مالک بن نویرہ کو اپنے کیے پر بڑی پشیمانی ہوئی۔ وہ اپنے معاملے پر سوچ بچار کرنے لگا۔ ان دنوں وہ مکہ مکرمہ کے علاقے بطاح میں قیام پذیر تھا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا قصد کیا تو انصاری صحابہ نے ان کے ساتھ جانے سے معذرت کی۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے سیدنا ابوبکر کے حکم کی تعمیل کر لی ہے، اب یہ اضافی مہم ہمارا فرض نہیں۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''یہ کام کرنا بہت ضروری ہے۔ اس موقع سے لازماً فائدہ اٹھانا چاہیے۔ بلاشبہ مجھے اس بارے میں کوئی حکمنامہ نہیں ملا لیکن میں امیر ہوں اور تمام معاملات میرے ذمے ہیں۔ میں تمہیں اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہیں کروں گا، البتہ میں خود بطاح جا رہا ہوں''۔ لہٰذا وہ دو دن تک سفر میں رہے، پھر انہیں انصار کا پیغام ملا کہ آپ انصار کا انتظار کریں، چنانچہ وہ بھی آپ کے ساتھ چل دیے۔ جب وہ بطاح پہنچے جہاں مالک بن نویرہ کا اقتدار تھا تو سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے دستوں کو پورے علاقے

میں پھیلا دیا۔ وہ لوگوں کو دین اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتے رہے۔ بنوتمیم کے سرداروں نے ان کی دعوت قبول کرتے ہوئے اطاعت وفرماں برداری کا اعلان کیا۔ اپنی زکاۃ ادا کردی، البتہ مالک بن نویرہ متردد ہی رہا اور لوگوں سے الگ تھلگ ہوگیا، پھر اسلامی لشکر نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔ مجاہدین میں ان کے بارے میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ سیدنا ابوقتادہ حارث بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ مالک اور اس کے ساتھیوں نے نماز ادا کی ہے، جبکہ دیگر مجاہدین کا خیال تھا کہ انہوں نے نہ اذان کہی ہے نہ نماز پڑھی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شدید سرد رات میں قیدی اپنی بیڑیوں ہی میں جکڑے رہے، اس دوران سیدنا خالد کے منادی نے اعلان کیا: (أَدْفِئُوا أَسْرَاكُمْ) اپنے قیدیوں کے لیے گرم ماحول کا انتظام کرو۔ لوگ اس اعلان کا یہ مطلب سمجھے کہ انہیں قتل کرنے کا حکم ہوا ہے، چنانچہ انہوں نے قیدیوں کو قتل کردیا۔ اسی دوران ضرار بن ازور نے مالک بن نویرہ کو بھی قتل کردیا۔ جب سیدنا خالد نے یہ واقعہ سنا تو وہ اپنے خیمے سے باہر آئے مگر اس وقت تک مجاہدین قیدیوں کو قتل کرچکے تھے۔ اس پر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کر کے ہی رہتا ہے''۔

> خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے خیمے سے باہر آئے مگر اس وقت تک مجاہدین قیدیوں کو قتل کرچکے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو بلایا۔ اسے سجاح کی پیروی اور زکاۃ کی عدم ادائیگی پر ڈانٹ ڈپٹ کی اور کہا: ''کیا تم کو معلوم نہیں کہ نماز اور زکاۃ کا حکم ایک ہی ہے؟'' مالک نے کہا: ''بے شک تمہارا نبی یہی کہتا تھا''۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا ہمارا نبی، تمہارا نبی نہیں ہے؟ اے ضرار! اس کی گردن اڑا دو۔ کیونکہ یہ منکر رسالت اور نبوت محمدی کا انکاری ہے''۔ تو اس کی گردن اڑا دی گئی۔

اس معاملے پر سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ سے بڑی گرما گرمی ہوئی۔ طرفین نے خوب گرما گرم بحث کی۔ حتیٰ کہ سیدنا ابوقتادہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی شکایت کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوقتادہ کی حمایت کی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گزارش کی: ''سیدنا خالد کو معزول کر دیں کیونکہ وہ تلوار چلانے میں جلد باز واقع ہوئے ہیں۔'' سیدنا ابوبکر نے فرمایا:

(لَا أَشِيمُ سَيْفًا سَلَّهُ اللّٰهُ عَلَى الْكُفَّارِ)

''میں اس تلوار کو میان میں نہیں ڈال سکتا جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لہرایا ہے''۔

البداية والنهاية:326/6۔

225- علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی کرامت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بحرین کے کچھ لوگوں نے بھی اسلام سے ارتداد اختیار کیا۔ بہت سارے ثابت قدم بھی تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی مدد کے لیے ایک بڑا لشکر بھیجا جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سیدنا علاء بھی شامل تھے۔ آیئے ان کی زندگی کا ایک واقعہ پڑھتے ہیں: سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام میں سے ایک بلند درجہ عالم دین، عبادت گزار اور مستجاب الدعوات صحابی تھے۔

اسلامی لشکر ''جواثا'' کے مقام پر پہنچا تو انہوں نے ایک جگہ پڑاؤ کیا، ابھی لشکر والے اپنی سواریوں سے اترے ہی تھے کہ تمام اونٹ زادراہ، خیموں اور پانی کے مشکیزوں سمیت بدک کر بھاگ گئے۔ پورا لشکر اس جگہ پر خالی ہاتھ کھڑا رہ گیا، تن پر موجود لباس کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ یہ رات کا وقت تھا۔ وہ ایک اونٹ کو بھی قابو نہ کر سکے۔ اس موقع پر لوگوں کو ناقابل بیان پریشانی لاحق ہوگئی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کرنی شروع کر دی۔ اسی دوران سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے منادی نے جمع ہونے کا اعلان کیا تو لوگ سیدنا علاء بن حضرمی کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا: ''اے لوگو! کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا تم فی سبیل اللہ جہاد کے لیے نہیں نکلے؟ کیا تم اللہ کے انصار نہیں ہو؟'' مجاہدین نے جواب دیا: ''کیوں نہیں۔'' امیر لشکر نے

فرمایا: ''تو پھر خوش ہو جاؤ، اللہ کی قسم! جو شخص تمہارے جیسا ہو اللہ تعالیٰ اسے کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا''۔ پھر طلوع فجر کے بعد فجر کی اذان ہوئی۔ تمام لوگ نماز کے لیے جمع ہو گئے۔ جب سب نماز سے فارغ ہو گئے تو سیدنا علاء اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور لوگ بھی اسی طرح بیٹھ گئے، پھر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر گڑگڑا کر دعا مانگنا شروع کر دی حتی کہ سورج طلوع ہو گیا اور لوگ ریت کے سراب دیکھنے لگے جو دھوپ میں چمکنے شروع ہو گئے تھے۔ آپ مسلسل دعا کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ہی صاف میٹھے پانی کا بہت بڑا تالاب ظاہر کر دیا، چنانچہ سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ اور مجاہدین تالاب پر گئے اور خوب سیر ہو کر پانی پیا اور غسل کیا۔ جب سورج بلند ہو گیا تو ہر گھاٹی سے اونٹ واپس آنے لگے۔ سارا سامان ان کے اوپر جوں کا توں موجود تھا۔ لوگوں نے اپنے سامان میں سے ایک رسی بھی گم نہیں پائی، پھر انہوں نے اونٹوں کو پانی پلا کر خوب سیراب کیا۔

اس غزوے میں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا نظارہ کیا۔

الطبقات، لابن سعد:363/4، والبداية والنهاية:333/6۔

226- اسلام لانے کی علامت اذان ہوگی

فتنہ ارتداد کے دوران سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمان مجاہدین کو سختی سے ہدایت کر رکھی تھی کہ جلد بازی میں اور بغیر تحقیق کے کسی جگہ حملہ نہ کریں بلکہ سب سے پہلے نماز کے وقت کا انتظار کریں اور دیکھیں کہ یہ لوگ اذان دیتے ہیں یا نہیں۔

مسلمان مجاہدین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق جائزہ لیتے اگر وہاں سے اذان کی آواز آتی تو اس بستی سے کوئی تعرض نہ کرتے۔ لیکن اگر بستی کی طرف سے اذان کی آواز نہ آتی تو ایک مرتبہ پھر اتمام حجت کیا جاتا، بعد ازاں لڑائی کا آغاز کر دیا جاتا۔

الصديق أبوبكر، لمحمد حسين هيكل، ص: 214۔

موجودہ دور میں بحرین پورٹ کے اردگرد کی ایک تصویر

227- علاء بن حضرمی کی قیادت میں شاندار فتح

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتہائی اہم کمانڈر علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو دشمن کے خلاف بہت سی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ ان مہمات کے دوران کئی محیر العقول واقعات بھی ہوئے جو اللہ تعالی کی خاص عنایت اور ان کے مقصد کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ جب مسلمانوں کا لشکر علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بحرین میں ایک جگہ پر مرتدین کے لشکر کے قریب پہنچا تو ملاحظہ کیا کہ مرتدین نے بہت کثیر فوج جمع کی ہوئی ہے۔ دونوں لشکروں کا پڑاؤ ایک دوسرے کے بہت قریب تھا۔ اس دوران جبکہ مسلمان رات کو آرام کر رہے تھے، سیدنا علاء رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے لشکر میں شوروغل سنا۔ انہوں نے اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: "کون ہے جو دشمن کی جاسوسی کر کے اطلاع لائے؟" اس پر عبداللہ بن حذف (یہ عبداللہ بن حذافہ نہیں) اٹھے اور مرتدوں کے لشکر میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ لوگ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے مدہوش پڑے ہیں۔ انہوں نے واپس آ کر خبر دی تو سیدنا علاء رضی اللہ عنہ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے لشکر کو لے کر ان پر ٹوٹ پڑے۔ یوں انہوں نے دشمن کی فوج کو گاجر مولی کی طرح

کاٹ کر رکھ دیا۔ بہت کم لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہو سکے۔ سیدنا علاء رضی اللہ عنہ نے ان کے مال مویشی، زادراہ اور ان کے ذخیرہ شدہ اموال پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح یہ اموال وہ عظیم وکثیر غنیمت تھی جو مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔

تاريخ الطبري:288/2۔

بنو قیس بن ثعلبہ کا سردار حطم بن ضبیعہ سویا ہوا تھا۔ جب مسلمانوں نے اس کے لشکر پر حملہ کیا تو وہ دہشت زدہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا تو اس کی رکاب ٹوٹ گئی۔ وہ آوازیں لگانے لگا کہ کوئی ہے جو میری رکاب ٹھیک کر دے؟ رات کا وقت تھا، اسی اندھیرے میں ایک مسلمان اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''میں تیری رکاب ٹھیک کر دیتا ہوں۔ تو اپنا قدم اوپر اٹھا''۔ جب اس نے پاؤں اٹھایا تو مسلمان نے تلوار کا وار کر کے اس کی ٹانگ کاٹ ڈالی، حطم نے التجا کی کہ مجھے قتل کر دو مگر اس نے اسے قتل کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ زخمی حالت میں گر پڑا، پھر وہ ہر گزرنے والے سے التجا کرنے لگا کہ وہ اسے قتل کر دے مگر وہ انکار کر دیتا حتی کہ قیس بن عاصم اس کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا: میں حطم ہوں مجھے قتل کر دو تو انہوں نے اسے قتل کر دیا، جب انہوں نے اس کی کٹی ہوئی ٹانگ دیکھی تو اسے قتل کرنے پر نادم ہوئے اور کہنے لگے: ''افسوس! اگر مجھے اس کا علم ہو جاتا تو میں اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا''۔ پھر مسلمان شکست خوردہ دشمن کے تعاقب میں نکلے اور انہیں ہر راستے اور گھاٹی میں قتل کرنا شروع کر دیا۔ اکثر مفرور دارین سے کشتیوں پر سوار ہو کر بھاگ گئے۔ دارین قدیم بحرین کی بندرگاہ کا نام ہے۔

> ''افسوس! اگر مجھے اس کا علم ہو جاتا تو میں اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا''

پھر سیدنا علاء رضی اللہ عنہ نے اموال غنیمت تقسیم کر دیے اور خمس دارالخلافہ روانہ کر دیا۔

البداية والنهاية334/6۔

228- دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرین میں مرتدین کے شکست خوردہ سپاہی دارین میں جمع ہو گئے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ اپنے لشکر والوں سے کہنے لگے کہ ہمیں دشمن کا تعاقب جاری رکھنا چاہیے انہیں عافیت کے ساتھ دوبارہ منظم ہونے کا موقع نہیں دینا چاہیے سارا لشکر اُن کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے دارین جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ چنانچہ وہ اپنے لشکر کو لے کر ساحل سمندر پر آ گئے تا کہ کشتیوں میں سوار ہو سکیں۔ لیکن انہوں نے اندازہ لگایا کہ سفر بہت طویل ہے اور دشمنوں تک کشتیوں کے ذریعے سے پہنچنے سے پہلے دشمن بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جائے گا، لہٰذا انہوں نے یہ دعا پڑھتے ہوئے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا:

(يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ! يَا حَكِيمُ يَا كَرِيمُ! يَا أَحَدُ يَا صَمَدُ! يَاحَيُّ يَاقَيُّومُ!
يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ! لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ! يَا رَبَّنَا!)

”اے ارحم الراحمین، اے حکیم، اے کریم، اے یکتا، اے بے نیاز، اے زندہ و قائم ذات، اے جلال واکرام والے، اے ہمارے رب! تو ہی معبود برحق ہے“۔

سیدنا علاء رضی اللہ عنہ نے اپنے فوجیوں کو بھی یہ دعا پڑھ کر گھوڑے سمندر میں ڈالنے کا حکم دیا تو وہ بھی سمندر میں کود گئے اور اللہ کی رحمت سے خلیج کو عبور کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ وہ سمندر کی موجوں میں یوں چل رہے تھے جیسے گیلی ریت پر چل رہے ہوں، جس پر اتنا سا پانی ہو کہ گھوڑوں کے گھٹنوں تک بھی نہ پہنچے نہ اونٹوں کے قدم پانی میں ڈوبیں۔ یہ سفر کشتیوں کے ذریعے ایک دن رات کا تھا، جبکہ انہوں نے یہ سفر واپسی سمیت صرف ایک دن میں مکمل کرلیا۔ انہوں نے دشمن کا کوئی مخبر باقی نہ چھوڑا۔ سب کو تہ تیغ کر کے بچوں، عورتوں اور مال مویشی کو لے کر واپس آگئے۔ سمندری سفر میں مسلمانوں کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ صرف ایک شخص کا توبرا، جس میں گھوڑے کو چارا دیتے ہیں، گم ہوگیا تھا۔ سیدنا علاء رضی اللہ عنہ واپس گئے اور اسے تلاش کر کے لے آئے۔

پھر انہوں نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کیا۔ گھڑ سوار کو چھ ہزار اور پیدل کو دو دو ہزار درہم ملے، حالانکہ لشکریوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ انہوں نے اس عظیم فتح کی اطلاع سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ارسال کی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس کارنامے کو سراہا اور تعریفی خط لکھا۔ ایک مجاہد عفیف بن منذر نے سمندر عبور کرتے ہوئے یہ شعر کہے تھے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ ذَلَّلَ بَحْرَهُ ۔۔۔ وَأَنْزَلَ بِالْكُفَّارِ إِحْدَى الْجَلَائِلِ

دَعَوْنَا إِلَىٰ شَقِّ الْبِحَارِ فَجَاءَنَا ۔۔۔ بِأَعْجَبَ مِنْ فَلْقِ الْبِحَارِ الْأَوَائِلِ

''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے اور کافروں کو شکست فاش کا مزہ چکھایا ہے۔ انہوں نے ہمیں سمندر کے دشوار راستے کی طرف بلایا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلی امتوں کے لیے سمندر پھاڑنے سے بڑھ کر عجیب وغریب نشانی دکھائی''۔

سیدنا علاء رضی اللہ عنہ کی اس کرامت اور ان واقعات وفتوحات کو دیکھنے والوں میں مسلمانوں کے ساتھ ''ہجر'' کا ایک عیسائی راہب بھی تھا۔ وہ یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔ اس سے پوچھا گیا: ''تم مسلمان کیوں ہوئے ہو؟'' اس نے جواب دیا کہ یہ کرامت دیکھنے کے بعد مسلمان نہ ہوتا تو مجھے خدشہ تھا کہ کہیں اللہ

> وہ سمندر کی موجوں میں یوں چل رہے تھے جیسے گیلی ریت پر چل رہے ہوں، جس پر اتنا سا پانی ہو کہ گھوڑوں کے گھٹنوں تک بھی نہ پہنچے نہ اونٹوں کے قدم پانی میں ڈوبیں

تعالیٰ مجھے مسخ نہ کر دے۔ اور کہا: ''میں نے سحری کے وقت فضا میں ایک دعا سنی تھی''۔ مسلمانوں نے پوچھا: ''وہ دعا کیا تھی؟'' اس نے کہا: ''وہ یہ دعا تھی:

(اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ، لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ، وَالْبَدِيعُ لَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَّالدَّائِمُ غَيْرُ الْغَافِلِ وَالَّذِي لَا يَمُوتُ، وَخَالِقُ مَا يُرٰى وَمَا لَا يُرٰى، وَ كُلَّ يَوْمٍ أَنْتَ فِي شَأْنٍ وَّعَلِمْتَ اللّٰهُمَّ! كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا)

''اے اللہ تو ہی رحمٰن و رحیم ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔ تو ہی ایجاد کرنے والا ہے، تجھ سے پہلے کوئی نہ تھا۔ اور تو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ تو غافل نہیں ہے۔ تو وہ ذات ہے جسے موت نہیں آتی اور تو ہر دکھائی دینے والی اور دکھائی نہ دینے والی چیز کا خالق ہے۔ ہر روز تو ایک نئی شان میں ہوتا ہے۔ اے اللہ! تجھے ہر چیز کا کلی علم ہے''۔

مذکورہ راہب کہتا ہے: ''مجھے یقین ہو گیا کہ فرشتوں کے ذریعے سے صرف ان لوگوں کی مدد کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر گامزن ہوتے ہیں''۔ چنانچہ وہ بڑا اچھا مسلمان بن گیا۔ صحابۂ کرام اس سے اہل کتاب کی باتیں سنا کرتے تھے۔

مرتدین کی شکست و ریخت کے بعد سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بحرین واپس آ گئے۔ اسلام مضبوط و توانا ہو گیا، اسلام اور اہل اسلام غالب ہو گئے اور شرک اور اہل شرک ذلیل و رسوا ہو گئے۔

البداية والنهاية:6/334، والتاريخ الإسلامي، للحميدي:9/105۔

229- صدیق اکبر کی عالی ہمتی اور مستقل مزاجی

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ ہر کام میں عالی ہمتی اور مستقل مزاجی کا ثبوت دیا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت سچے پیروکار تھے اور اپنی زندگی کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے قالب میں ڈھال لیا تھا۔ انتہائی بامقصد زندگی بسر کی اور جو قدم اٹھایا نہایت سوچ سمجھ کر اٹھایا، جس سے تعلق قائم کیا اللہ کی رضا کے لیے کیا اور ہر معاملے میں اطاعت رسول کو سامنے رکھا۔ ان کی سختی اور نرمی سب اسلام کے لیے تھی اور اسلام ہی ان کا مرکز عمل تھا۔ ان کی کتاب حیات کا ہر ورق حسن سیرت سے معمور اور ہر صفحہ صالحیت کا دل آویز آئینہ تھا۔ ان کا رہن سہن، ان کی معاشرت، ان کے طور طریقے، ان کے گفتار و کردار کی ہر جھلک، اطاعت خداوندی اور تعلیمات نبوی سے ہم رنگ تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لوگو نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کفر اور اسلام کے درمیان اصل فرق نماز کا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اللہ اور رسول کے اس فرمان پر کامل ایمان تھا،

اس لیے انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی جو نماز اور زکاۃ میں فرق کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ نماز ضرور پڑھیں گے، لیکن زکاۃ ادا نہیں کریں گے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر یہ تھا اور یہی صحیح تھا کہ جس طرح نماز فرض ہے، اسی طرح زکاۃ فرض ہے۔ مسلمان وہ ہے جو دونوں کو برابر کا درجہ دیتا اور دونوں پر عمل کرتا ہے۔ جو شخص زکاۃ ادا کرنے سے انکار کرے، اگرچہ نماز پڑھتا ہو، اس سے باقاعدہ جنگ کی جائے گی اور انہوں نے جنگ کی۔

الصديق أبوبكر، لمحمد حسين هيكل، ص:191۔

230- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ

ابورجاء عطاردی بصری' ان کا نام عمران بن ملحان ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن آپ کو دیکھنے کی سعادت حاصل نہ کر سکے۔ انہوں نے کافی لمبی عمر پائی اور سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی سعادت تو حاصل نہ ہو سکی البتہ سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے ملاقات کا شرف ضرور حاصل ہوا۔

ابورجاء بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ آیا دیکھا کہ لوگ ایک جگہ پر جمع ہیں۔ ایک شخص دوسرے کے سر کو بوسہ دیتے ہوئے کہہ رہا ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ میں نے پوچھا: بوسہ دینے والے کون ہیں؟ اور جن کو بوسہ دیا جا رہا ہے ان کا نام کیا ہے؟ لوگ کہنے لگے: یہ سیدنا عمر ہیں جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بوسہ دے رہے ہیں۔ ان کا یہ خراج تحسین مانعین زکاۃ کے خلاف لڑائی کرنے کے فیصلے کے بارے میں ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پوری ثابت قدمی سے اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور پوری دلجمعی سے ان کا قلع قمع کیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ لوگ شکست کی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنے کے بعد خود بخود زکاۃ لے کر حاضر ہو رہے ہیں۔

أبو بكر الصديق، لعلي الطنطاوي، ص:241۔

231- قرآن مجید کی تدوین

تدوینِ قرآنِ مجید کے اسباب:

جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد حفاظ قرآن کی بھی تھی۔ اسی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی تدوین کا منصوبہ بنایا۔ انہوں نے چمڑے کے ٹکڑوں، ہڈیوں، کھجور کی شاخوں پر لکھے ہوئے قرآن مجید اور حفاظ کرام کے سینوں میں محفوظ قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کا اہتمام کیا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عظیم دینی اور تاریخی کام کی ذمہ داری سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے شہداء کی خبر ملنے پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا، میں حاضر ہوا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ سیدنا ابوبکر نے فرمایا:

''میرے پاس عمر رضی اللہ عنہ آئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے: ''جنگ یمامہ میں بہت سے قراء شہید ہو گئے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر اسی طرح مختلف جنگوں میں حفاظِ قرآن اور قرائے کرام شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بڑا حصہ ان کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا، لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم جاری فرمائیں''۔ اس پر میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''میں ایسا کام کیسے کر سکتا ہوں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟'' سیدنا عمر نے پھر کہا: ''اللہ کی قسم! یہ کام بہت بہتر ہے''۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے مسلسل اسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور عمر کی طرح میں بھی قائل ہو گیا''۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتخاب:

سیدنا زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

(إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ، لَا نَتَّهِمُكَ وَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ)

''بے شک آپ ایک جوان اور عقلمند آدمی ہیں۔ ہم آپ کو کوئی اتہام بھی نہیں دیتے۔ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی وحی لکھا کرتے تھے، لہٰذا قرآن مجید کو تلاش کر کے یکجا کر دیجیے''۔

سیدنا زید فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! اگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ میرے لیے قرآن مجید کو جمع کرنے سے زیادہ مشکل کام نہ ہوتا۔ میں نے قرآن مجید کو کھجور کی ٹہنیوں، پتھر کی سلیٹوں، چمڑے کے ٹکڑوں، اونٹوں کے شانوں کی ہڈیوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور مسلمانوں کے سینوں سے حاصل کر کے لکھنا اور جمع کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ مجھے سورۂ توبہ کا آخری حصہ سیدنا ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملا۔

صحيح البخاري، حديث: 4679 و 4986.

232- خلافت کا پہلا سال

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے سال کا زیادہ تر حصہ مرتدین کے ہنگاموں کا مقابلہ کرنے میں گزرا۔

بغاوت و ارتداد کے خلاف جنگ و جہاد کے ساتھ ساتھ مملکت کے انتظامی امور کی طرف بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے توجہ مبذول کیے رکھی۔ انتظامی امور کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

1۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مدینے کے منصب قضا پر متعین کیا گیا۔ لیکن عجیب معاملہ یہ ہے کہ وہ دو سال تک اس منصب پر فائز رہے، اس اثنا میں کوئی مقدمہ ان کی عدالت میں نہیں آیا، یعنی مدینے میں ہر طرح کا امن تھا اور جرائم کا ارتکاب بالکل ختم ہو گیا تھا۔ مدینے سے باہر مرتدین اور باغیوں سے جنگیں ہو رہی تھیں لیکن مدینے میں کسی قسم کی کوئی ایسی شکایت پیدا نہیں ہوئی، جس کی وجہ سے کسی کو عدالت میں جانا پڑا ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینے کے منصب قضا پر متعین کیا گیا۔ لیکن دو سال میں کوئی مقدمہ ان کی عدالت میں نہیں آیا

2۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بیت المال کے منتظم اعلیٰ تھے۔ زکاۃ اور صدقات کے مال کا نظم ونسق اور اس کی تقسیم کا سلسلہ ان کے سپرد تھا۔

3۔ حضرت عثمان بن عفان اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے ذمے تحریر و کتابت کا شعبہ تھا۔ مختلف لوگوں کے نام جن میں انتظامیہ اور فوج کے سب لوگ شامل تھے، فرامین جاری کرنا، ضروری امور کے بارے میں ان سے خط کتابت کرنا، انہیں مراسلے بھیجنا اور ان کے مراسلوں کا جواب دینا ان دونوں کے فرائض میں شامل تھا۔

4۔ مختلف علاقوں میں دربار خلافت کی طرف سے جو عمال اور گورنر مقرر کیے گئے

233- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جغرافیائی مہارت

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں کمانڈروں سیدنا خالد اور عیاض رضی اللہ عنہما کو جو احکام دیے وہ سیدنا ابوبکر کی جغرافیائی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ انہوں نے اپنے کمانڈروں کو عسکری، جغرافیائی اور تکنیکی معلومات مہیا کیں۔ انہوں نے ہر کمانڈر کے لیے علاقے کا تعین کیا کہ اسے عراق میں کہاں سے داخل ہونا چاہیے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ان ہدایات کو دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتِ مسلمہ کا یہ سب سے بڑا لیڈر حجاز کے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھ کر دور تک دیکھ رہا تھا، اس کے سامنے عراق کا نقشہ کھلا پڑا تھا۔ اور عراق کے طول وعرض کی ہر شاہراہ پر اس کی محتاط کڑی نگاہ کام کر رہی تھی۔ اسی جغرافیائی مہارت کو بر سرِ کار لا کر انہوں نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عراق میں جنوب مغربی شہر "اُبلَہ" کے زیریں علاقے سے داخل ہوں۔ اور دوسرے کمانڈر عیاض کو حکم دیا کہ وہ شمال مشرقی علاقے "مُصَیَّخ" کی بالائی جانب سے داخل ہوں اور دونوں کو حکم دیا کہ عراق کے وسط میں جمع ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ خلیفۃ المسلمین یہ نصیحت کرنا بھی نہیں بھولے کہ تم دونوں کسی شخص کو زبردستی اپنے لشکر میں شامل کرنا، نہ انہیں مجبور کر کے جنگ میں شریک کرنا۔ یعنی ان کی نظر میں اس لشکر میں بھرتی جبری اور لازمی نہ تھی بلکہ اپنے اختیار اور خوش دلی پر منحصر تھی۔

الفن العسكري، للدكتور ياسين سويد، ص: 83، 84۔

تھے، ان سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا باقاعدہ رابطہ رہتا تھا۔ ہدایات دینے کے لیے ان کی طرف معتمد علیہ افراد بھیجے جاتے تھے اور ان سے علاقوں کے حالات دریافت کیے جاتے تھے۔

5۔ کوئی شخص بغیر مشورے اور اطلاع کے کوئی اقدام نہیں کر سکتا تھا۔

ارتداد و بغاوت کی جنگوں کے زمانے میں مختلف علاقوں کے قائدین وعمال اور فوجوں کے سربراہوں کے درمیان سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جو خط کتابت ہوئی وہ تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا پہلا سال نہایت مصروفیت کا تھا، یہی وجہ ہے کہ حج کے موقع پر انہوں نے اپنی جگہ عتاب بن اسید کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا۔

الصديق أبوبكر، لمحمد حسين هيكل، ص: 376، 377۔

-234

جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر ''حیرہ'' کا انتخاب

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حیرہ پر قبضہ کرنے کا جو حکم دیا تھا، اس کا سبب اس کی جغرافیائی اہمیت تھی کیونکہ حیرہ موجودہ کوفہ کے جنوب میں صرف تین میل دُور تھا اور نجف کے جنوب مشرق میں صرف ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع تھا۔ نقشہ دیکھنے والا پہلی ہی نظر میں اس مقام کی جغرافیائی اہمیت سمجھ لیتا ہے۔ حیرہ تمام مواصلات کا مرکزی مقام تھا۔ تمام اطراف کے راستے اس مقام پر آ کر مل جاتے تھے۔ یہ شہر دریائے فرات کے ذریعے سے مشرق میں ''مدائن'' سے ملا ہوا تھا۔ شمالی جانب سے ''ہیت'' سے منسلک تھا۔ دریائے فرات کے ساتھ ساتھ سفر کرنے والے خاصا اوپر جا کر جسرِ انبار عبور کر کے ''انبار'' شہر جا پہنچتے تھے۔ حیرہ کی مغربی جانب شام کے ساتھ متصل تھی اور اس کے جنوب مشرق میں مشہور شہر اُبُلّہ موجودہ بصرہ کے قریب واقع تھا۔ مشرق میں وہ علاقہ سواد کے شہر ''کسکر'' کے ساتھ مربوط تھا اور دریائے دجلہ پر نعمانیہ کے ساتھ بھی متصل تھا۔ اس تفصیل سے اس مقام کی جغرافیائی اہمیت خوب واضح ہو جاتی ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس علاقے کی فتح کے لیے سیدنا خالد اور عیاض رضی اللہ عنہما کی قیادت میں دو لشکر بھیجنے کا فیصلہ بالکل درست تھا۔ کیونکہ حیرہ عراق کا دل تھا اور مدائن کے قریب ترین وہ نہایت اہم مقام تھا جو ایرانی شہنشاہیت کا دارالحکومت تھا۔ ایرانیوں کو بھی اس مقام کی جغرافیائی اہمیت کا بخوبی اندازہ تھا، اس لیے وہ مسلسل لشکر کشی کے ذریعے اس پر دوبارہ قبضے کی کوششیں کرتے رہے کیونکہ حیرہ پر قبضہ دریائے فرات کے تمام مغربی علاقے کی حفاظت کا ضامن تھا۔ اس کے علاوہ اسلامی فوج کے لیے یہ علاقہ اس لیے بھی نہایت اہم تھا کہ یہ شام میں رومیوں سے جنگ کے لیے مسلمانوں کا اہم فوجی اڈا بن سکتا تھا۔ [1]

> حیرہ عراق کا دل تھا اور مدائن کے قریب ترین وہ نہایت اہم مقام تھا جو ایرانی شہنشاہیت کا دارالحکومت تھا
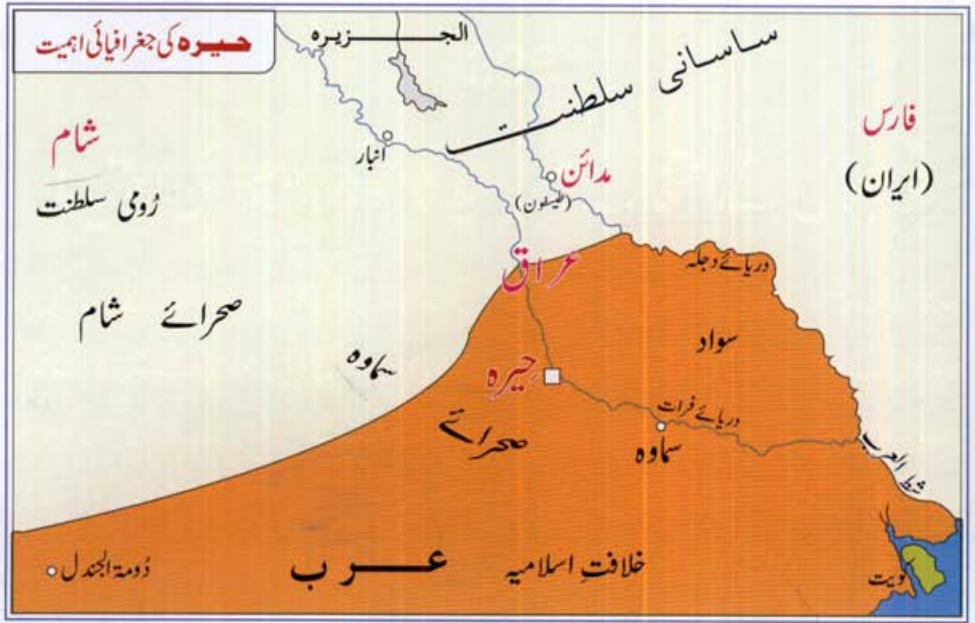
حیرہ پہنچنے کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکنیک آج کے جدید جنگی فنون میں گھیراؤ کی پالیسی کہلاتی ہے، یعنی دشمن کو چاروں طرف سے گھیر لینا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس جنگی حکمت عملی سے یہ حقیقت بھی نمایاں ہوتی ہے کہ عراق فتح اور جزیرہ نمائے عرب کے اطراف کو جہاد کے ذریعے فتح کر کے اسلامی حکومت میں شامل کرنا کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ یہ زبردست فوجی پلاننگ کا نتیجہ تھا۔[2]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جہادی پلان بناتے وقت ایسے امور پر خصوصی توجہ دیتے تھے جو لشکروں کی تنظیم، ان کی رہنمائی، ان کی ضروریات اور اہداف کو متعین کرنے میں مدد دیتے ہوں۔ وہ ان باتوں کا بھی خاص خیال رکھتے تھے جو لشکروں کے مابین تعاون اور میدان کارزار میں توازن قائم رکھ سکیں، البتہ آپ امیر لشکر کو یہ آزادی ضرور دیتے تھے کہ وہ میدان جنگ میں موقع محل کی مناسبت سے جو مناسب جنگی چال اختیار کرنا چاہے بلا تاخیر اختیار کر لے اور محاذ جنگ میں فتح مندی کے لیے جو حربہ بھی کارگر ہو سکتا ہو اسے فوراً بروئے کار لائے۔[3]

① معارك خالد بن الوليد ضد الفُرس، لعبد الجبار السامرّائي، ص: 35۔ ② أبوبكر الصديق، للدكتور خالد الجنابي، ص: 45۔ ③ مشاهير الخلفاء والأمراء، للبسام العسلي، ص: 127۔

235- مثنّٰی بن حارثہ شیبانی

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ ایک شخص جسے مثنی بن حارثہ شیبانی کہا جاتا ہے، تھوڑی سی فوج کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا بحرین کے شمال میں دجلہ اور فرات کے دہانے تک پہنچ چکا ہے، وہ ایرانی حکام جنہوں نے بغاوت کے دائرے کو وسیع کرنے کے لیے بحرین کے مرتدین کی حمایت کی تھی، اس کے سامنے ہتھیار ڈال چکے ہیں اور اپنے اندر مقابلے کی ہمت نہ پا کر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ چنانچہ خلیفۃ الرسول نے انہیں اسلامی فوج کا باقاعدہ کمانڈر متعین کر کے عراق کے معرکوں میں حصہ لینے کی ہدایت فرمائی۔ مثنی نے اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے عراق کے جہادی معرکوں میں شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ الصدیق أبوبکر، لمحمد حسین هیکل، ص:379، 384۔

سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بے لوث جاں نثاری:

عراقی جہاد میں ہمیشہ کے لیے زندہ رہنے والے واقعات میں سے ایک واقعہ سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بے لوث جاں نثاری بھی ہے۔ وہ اپنی قوم کے دوش بدوش جہاد عراق میں مصروف تھے۔ جب سیدنا ابوبکر کو اس کا علم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے اور سیدنا مثنیٰ کو ان کی قوم کا قائد مقرر کر دیا۔ یہ واقعہ سیدنا خالد کی عراق آمد سے پہلے کا ہے، پھر جب سیدنا ابوبکر نے عراق کی فتح کا باقاعدہ پلان بنایا تو انہوں نے سیدنا خالد کو اس مہم کا امیر بنانا زیادہ مناسب سمجھا، چنانچہ آپ نے سیدنا مثنیٰ کو ایک خط لکھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ سیدنا خالد کے لشکر میں شامل ہو جائیں اور ان کی اطاعت کریں۔ یہ خط ملتے ہی سیدنا مثنیٰ اپنے لشکر سمیت ماتحتی کی حالت میں خوشی خوشی سیدنا خالد کی کمانڈ میں چلے گئے۔ سیدنا مثنیٰ کا یہ کردار ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ انہیں ان کے لشکر کی کثرت یا اس حقیقت نے سیدنا خالد کی اطاعت سے باز نہیں رکھا کہ وہ عراق میں پہلے آئے تھے اور سیدنا خالد سے بڑھ کر کمانڈر انچیف بننے کے مستحق تھے۔ انہوں نے شانِ اطاعت دکھائی اور خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر فوراً سرنگوں ہو گئے۔

التاريخ الإسلامي، للحميدي: 130/9، وأبوبكر الصديق، للدكتور خالد الجناني، ص: 45، ومشاهير الخلفاء والأمراء، للبسام العسلي، ص: 127.

-236

فوجیوں کے انتخاب میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی احتیاط

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد اور عیاض رضی اللہ عنہما کو خط میں لکھا تھا کہ وہ ان فوجیوں کو ساتھ لے کر جائیں جو مرتدوں کے خلاف جہاد میں شرکت کر چکے تھے یا ان مسلمانوں کو ترجیح دیں جو اس فتنے میں ثابت قدم رہے تھے اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے ان میں سے کسی بھی شخص کو ساتھ لے کر نہ جائیں حتی کہ خلیفہ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کر لیں، چنانچہ ان جنگوں کی ابتدا میں کوئی سابق مرتد شریک نہ ہو سکا، البتہ جب ان کی استقامت ثابت ہو گئی تو بعد میں وہ بھی شریک ہو گئے۔

تاريخ الطبري: 4/163۔

-237 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے کا ایفاء

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے مال آیا۔ آپ نے لوگوں میں منادی کرادی۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو مال دینے کا وعدہ کیا تھا تو وہ ہمیں آ کر بتائے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے کا ایفا کریں گے۔ میں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا:

(لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا)

''جب بحرین سے مال آئے گا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا مال دوں گا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ جوڑ کر لپ بنا کر تین مرتبہ اشارہ کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک لپ بھر کر درہم دیئے اور کہا انہیں شمار کرو۔ میں نے شمار کیا تو وہ پانچ سو تھے۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا: ایک ہزار اور لے لو۔ پھر آپ نے ہر اس شخص کو دیا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا تھا۔

صحيح البخاري: 2296، وصحيح مسلم: 2314۔

238- ایرانیوں سے نرمی اور کسانوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو لکھا:

(تَأَلَّفْ أَهْلَ فَارِسَ وَ مَنْ كَانَ فِي مُلْكِهِمْ مِّنَ الْأُمَمِ)

''ایرانیوں کے ساتھ نرمی کرنا اور جو قومیں ان کے ملک میں آباد ہیں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جہادی کمانڈروں کو اہل عراق اور کسانوں سے خصوصی ہمدردی کا حکم دیا۔ ان کی تڑپ اور طلب یہ تھی کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اُن کے ذرائع پیداوار محفوظ ہو جائیں۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ ان کے بغیر کوئی حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ کاشتکاری نہایت اہم پیشہ اور لوگوں کے روزگار اور معیشت کا بڑا اہم ذریعہ ہے۔

239- جس لشکر میں قعقاع جیسے جوانمرد ہوں وہ کبھی شکست نہیں کھاتا

جب سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فوجی کمک طلب کی تو انہوں نے سیدنا قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ آپ سے کہا گیا: ''کیا آپ صرف ایک شخص کو ایسے آدمی کے لیے بطور کمک بھیج رہے ہیں جس کا لشکر پسپا ہو چکا ہے؟''

آپ نے فرمایا: (لَا يُهْزَمُ جَيْشٌ فِيهِمْ مِّثْلُ هٰذَا)

''جس لشکر میں قعقاع جیسے جری ہوں وہ کبھی شکست نہیں کھاتا''۔

یہ سیدنا ابوبکر کی فراست تھی جو آنے والے واقعات کی روشنی میں صحیح ثابت ہوئی۔ یقیناً سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ علم الرجال کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ انہیں بیشتر لوگوں کی مختلف صفات اور مہارتوں کا بخوبی علم تھا۔

التاريخ الإسلامي، للحميدي: 9/129، 130، وتاريخ الدعوة إلى الإسلام، للدكتور يسري محمد هاني، ص: 342، وتاريخ الطبري: 4/163.

240- ہرمز کی خفیہ چال کا انجام

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اہل فارس کے خلاف ہونے والے پہلے باضابطہ معرکے میں مسلمانوں کی قیادت خالد بن ولید اور اہل فارس کی قیادت ہرمز کے ہاتھ میں تھی۔ ہرمز اپنی خباثت اور بدباطنی میں بڑا مشہور تھا۔ اس نے سیدنا خالد کے خلاف ایک خفیہ چال چلی۔ اس نے اپنے باڈی گارڈز کے ساتھ مل کر پروگرام بنایا کہ وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقابلے کا چیلنج دے گا اور چیلنج دیتے ہی اس کے محافظ سیدنا خالد پر دھوکے سے حملہ کر دیں گے، لہٰذا ہرمز آگے بڑھا۔ اس نے سیدنا خالد کو مقابلے کے لیے للکارا۔ سیدنا خالد نے اس کا چیلنج قبول کرلیا۔ وہ مقابلے کے لیے فوراً میدان میں اتر آئے۔ دونوں کا مقابلہ ہوا سیدنا خالد نے اسے اپنی شمشیرِ تابدار کی زد میں لے لیا۔ اس دوران ہرمز کے باڈی گارڈز سیدنا خالد پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے سیدنا خالد کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سیدنا خالد ہرمز کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو خود کو دشمن کے نرغے میں پایا۔ اب ان کے چاروں طرف ہرمز کے باڈی گارڈز کی تلواریں چمک رہی تھیں۔ لیکن وہ ذرا بھی ہراساں نہیں ہوئے۔ اسی دوران شیر دل مجاہد قعقاع بن عمرو نے یہ منظر دیکھا تو وہ اپنے ساتھی گھڑ سواروں کے

> سیدنا خالد ہرمز کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو خود کو دشمن کے نرغے میں پایا

ساتھ ہرمز کے باڈی گارڈز پر ٹوٹ پڑے۔ اُدھر سیدنا خالد بھی ان لوگوں سے خوب نبٹ رہے تھے، چنانچہ قعقاع اور خالد نے مل کر ہرمز کے تمام باڈی گارڈز کو قتل کر دیا۔[1] ادھر سیدنا قعقاع کے پیچھے مسلمانوں نے ہرمز کی فوج پر ایسا حملہ کیا کہ ایرانی فوج شکست کھا گئی۔ یہ پہلا موقع تھا جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہی ہوئی بات سچ ثابت ہوئی۔ انہوں نے فرمایا تھا:

(لَا يُهزَمُ جَيْشٌ فِيهِمْ مِّثْلُ هٰذَا)

''جس لشکر میں قعقاع جیسے جواں مرد ہوں وہ کبھی شکست نہیں کھایا کرتا''۔[2]

[1] تاريخ الطبري:165/4. [2] تاريخ الطبري:163/4.

241- زنجیروں والا معرکہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب فتنہ ارتداد سے فارغ ہوئے تو ان کی توجہ اہل فارس کی جانب مبذول ہوئی کیونکہ یہ نوزائیدہ اسلامی مملکت کے لیے مستقل خطرہ تھے اور انہوں نے فتنہ ارتداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ بصرہ سے چار میل کے فاصلے پر الحفیر نامی جگہ پر ہونے والی اس جنگ میں ایرانی فوج نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ وہ فرار نہ ہو سکے۔ انہی زنجیروں کی وجہ سے اس معرکے کا نام ذات السلاسل پڑ گیا، یعنی زنجیروں والا معرکہ۔

مسلمانوں کو اس جنگ میں ایک ہزار اونٹوں کے سامانِ حمل کے برابر مال غنیمت حاصل ہوا۔ اس مال غنیمت میں ہرمز کی شاہی ٹوپی بھی تھی۔ لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ ٹوپی سیدنا خالد کی حسن کارکردگی پر انہیں بطور انعام مرحمت فرمائی۔ اس کی قیمت ایک لاکھ درہم کے برابر تھی۔ اس میں قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ ایرانی اپنے کمانڈروں کے مقام و مرتبے کے مطابق ان کی ٹوپیاں تیار کرتے تھے۔ جو کمال درجے کے شرف و مقام تک پہنچ جاتا اسے ایک لاکھ درہم کی ٹوپی پہناتے تھے۔ ہرمز بھی ان کے اعلیٰ ترین کمانڈروں میں سے تھا۔

الصديق أول الخلفاء، للشرقاوي، ص:131، وتاريخ الطبري:166/4۔

-242

رقیق العیش اور مرغن کھانے

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قافلہ حجاز مزاحم ہونے والی ہر قوت کو روندتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک جنگ کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری میں فتح مسلمانوں کا مقدر بنتی رہی۔ جب دشمن کو معرکہ ''اُلّیس'' میں شکست فاش ہوگئی، وہ اپنے معسکر سے نکال دیے گئے اور مسلمان ان کی تلاش کی مہم سے واپس آکر ان کے معسکر میں داخل ہوئے تو سیدنا خالد ان کے تیار کردہ مرغن کھانوں کے پاس کھڑے ہوگئے اور اپنے فوجیوں سے فرمایا: ''میں یہ کھانا تمہیں اضافی طور پر دے رہا ہوں''۔ پھر فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تیار شدہ کھانا پاتے تھے تو اسے تقسیم کر دیتے تھے''۔ مسلمان رات کا کھانا کھانے کے لیے دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ جن لوگوں نے ایسی نرم و نازک اور باریک آٹے کی روٹیاں کبھی نہیں دیکھی تھیں وہ پوچھنے لگے: ''یہ سفید باریک چیز کیا ہے؟'' جن لوگوں کو ان کا پتہ تھا وہ ان کے ساتھ مزاح کرتے ہوئے کہنے لگے: ''کیا تم نے ''رقیق العیش'' (خوشحالی اور آسودگی) کے بارے میں کچھ سنا ہے؟'' وہ کہتے: ''ہاں، سنا ہے''۔ تو یہ کہتے: ''یہ وہی رقیق العیش ہے''۔ چنانچہ باریک آٹے کی پکی ہوئی ان روٹیوں کو ''رقاق'' کا نام دے دیا گیا، جبکہ عرب اس سے پہلے انہیں ''قُرای'' کہتے تھے۔

جب فتح کی خبر اور خمس کا مال سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے سیدنا خالد اور اس کے لشکر کے کارنامے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

''اے قریش کی جماعت! تمہارے شیر نے دشمن کے شیر پر حملہ کر کے اسے زیر کر لیا ہے اور اس کے منہ سے گوشت کے ٹکڑے بھی چھین لیے ہیں۔ عورتیں خالد جیسے جوانمرد پیدا کرنے سے قاصر ہیں''۔

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے فتح کی خبر بنو عجل کے جندل نامی ایک شخص کے ہاتھ بھیجی تھی۔ وہ ایک ماہر گائیڈ اور مضبوط وتوانا آدمی تھے۔ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اُلَیس اور امغیشیا کی فتح، مال فے، متعدد غلام، خمس کا مال اور اعلیٰ کارکردگی کے حامل مسلمانوں کی خبر لے کر حاضر ہوئے تھے۔ جب وہ سیدنا ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان کی مضبوط جسامت اور ثابت قدمی دیکھ کر پوچھا:

(مَا اسْمُكَ؟) ''تمہارا نام کیا ہے؟''

انہوں نے عرض کیا: ''جندل''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (وَيْهًا جَنْدَلُ) ''جندل تمہارا بھلا ہو!''

تاريخ الطبري: 4/174، 175، والتاريخ الإسلامي، للحميدي: 9/133۔

243- آدھی خواہش کی تکمیل

حیرہ کی فتح کے ساتھ ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آدھی خواہش پوری ہوگئی۔ کیونکہ وہ ایرانیوں کے گھر میں گھس کر انہیں شکست دینے کے خواہش مند تھے اور اس مقصد کے لیے عراق کو فتح کر کے اسے اپنا فوجی اڈا بنانا چاہتے تھے۔ سیدنا خالد نے اپنی ذمہ داری نہایت احسن طریقے سے نبھائی اور حیرہ میں بروقت پہنچ گئے، جبکہ دشمن کے ساتھ ان کی معرکہ آرائی 12 ہجری ماہ محرم میں معرکۂ کاظمہ سے شروع ہوئی۔ اسی سال ربیع الاول میں وہ حیرہ کی فتح سے فارغ ہوگئے۔

صحابۂ کرام نے حیرہ میں موجود عربوں سے عربی کتابت سیکھی۔ ان عربوں نے اپنے سے پہلے کے عربوں ''بنو ایاد'' سے کتابت سیکھی تھی۔ یہ لوگ بخت نصر کے دور سے یہاں مقیم تھے، بخت نصر نے عربوں کو عراق میں رہنے کی اجازت دے دی تھی۔

التاريخ الإسلامي، للحميدي: 9/150، والبداية والنهاية: 6/353۔

244- غنیمت کا ہاتھی اور اہل مدینہ میں نیا جوش وولولہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لڑی جانے والی جنگ کاظمہ میں جو مال غنیمت حاصل ہوا، اس کا پانچواں حصہ حضرت خالد نے دربار خلافت میں مدینہ منورہ بھجوایا، اس میں ایرانی سپہ سالار ہرمز کی نہایت قیمتی ٹوپی بھی تھی اور ایک ہاتھی تھا، جسے مسلمانوں نے لڑائی کے دوران پکڑا تھا۔ اہل مدینہ کے لیے ہاتھی ایک انوکھی چیز تھی کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے ہاتھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ انہیں صرف ابرہہ کے ان ہاتھیوں کا علم تھا جن کے ساتھ اس نے مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

اب عراق سے آئے ہوئے اس ہاتھی کو مہاوت نے گلیوں میں پھرایا تو اس عجیب وغریب جانور کو دیکھ کر وہ بدرجہ غایت متحیر ہوئے، بعض لوگ اسے اہل ایران کا ایک عجوبہ خیال کرتے تھے۔ عرب سے باہر یہ مسلمانوں کی پہلی جنگ اور فتح تھی، جس سے مسلمانوں کے دل میں ایک نئے جوش نے کروٹ لی اور ان میں نیا عزم اور نیا جذبہ پیدا ہوا۔

الصديق أبوبكر، لمحمد حسين هيكل، ص:400۔

245- گورنرز کے بارے میں استفسار

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو پہلے سال انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ اگلے سال سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنفس نفیس حج کے لیے تشریف لے گئے۔ حج اور عمرہ ادا کرنے کے بعد آپ نے لوگوں سے پوچھا: اگر کسی کو اپنے گورنر سے شکایت ہو تو وہ ہمیں بتائے۔ بلاد وامصار سے جمع ہونے والے حجاج میں کوئی بھی اپنے والی کی شکایت لے کر نہ آیا۔ سب لوگوں نے ان کے کردار کی تعریف کی۔ اس وقت مکہ کے گورنر عتّاب بن اَسید رضی اللہ عنہ تھے۔

246- ذوالکلاع حمیری کی مدینہ آمد

16 رجب 12 ہجری کو ذوالکلاع حمیری یمن سے اپنی قوم سمیت مدینہ منورہ پہنچے۔ اہل حمیر ہی فوری طور پر مدینہ منورہ نہیں پہنچے بلکہ تمام اہل یمن نے اسی جذبے کا مظاہرہ کیا تھا، مثلاً: ہمدان قبیلہ حمزہ بن مالک ہمدانی کی قیادت میں دو ہزار جوانوں کے ساتھ پہنچا۔ جب اہل یمن مدینہ منورہ آ گئے اور انہوں نے مسجد میں داخل ہو کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تلاوت سنی تو خشیت الٰہی سے کانپ اٹھے۔ ان کے دل دہل گئے اور وہ زار و قطار رونے لگے۔ اس پر سیدنا ابو بکر بھی رو دیے۔

ذوالکلاع حمیری نے دیکھا کہ سیدنا ابو بکر ایک دبلے پتلے بزرگ ہیں۔ انہوں نے سادہ ترین کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ ان پر کوئی ہیرے جواہرات نہیں جڑے ہوئے۔ ان کے خوبصورت سفید چہرے پر صرف ورع اور تقویٰ چھایا ہوا تھا، جبکہ ذوالکلاع سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یمن سے اس شان سے حاضر ہوئے تھے کہ ان کے ارد گرد ایک ہزار شاہسوار تھے اور ان کے سر پر تاج چمک رہا تھا۔ ان کے لباس پر جواہر ٹنکے ہوئے تھے۔ ان کی چادر پر سنہری کڑھائی تھی اور موتی چمک رہے تھے اور یاقوت و مرجان اپنی آب و تاب دکھا رہے تھے۔

تم چاہتے ہو کہ میں دور جاہلیت کی طرح مسلمان ہونے کے بعد بھی جبار بن کر رہوں

ذوالکلاع نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سادگی، زہد اور تواضع دیکھی اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا وقار اور ہیبت دیکھی تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ذوالکلاع اور ان کے ساتھی سرداروں نے اپنی زیب و زینت ترک کر کے سیدنا ابو بکر جیسی سادگی اختیار کر لی۔

ذوالکلاع نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا لباس پہننا شروع کر دیا حتی کہ ایک دن صدیق اکبر کو مدینہ منورہ کے بازار میں اس حال میں دیکھا گیا کہ انہوں نے اپنے کندھوں پر بکری کی کھال رکھی ہوئی تھی۔ اس پر ان کا خاندان پریشان ہو گیا اور ان سے کہا:

''آپ نے ہمیں انصار و مہاجرین کے مابین رسوا کر دیا ہے''۔ اس پر انھوں نے جواب دیا: ''تم چاہتے ہو کہ میں جاہلیت کی طرح مسلمان ہونے کے بعد بھی جبار بن کر رہوں؟ نہیں، اللہ کی قسم! اللہ کی اطاعت، تواضع اور اس دنیا میں زہد ہی سے کی جا سکتی ہے''۔

اليمن في صدر الإسلام، للدكتور عبدالرحمٰن الشجاع، ص: 302، والصديق أول الخلفاء، للشرقاوي، ص: 114، وأبوبكر الصديق، للطنطاوي، ص: 218 ۔

247- محسن اور بہترین دینی بھائی

جب سیدنا سعید بن عامر اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہونے لگے تو سیدنا بلال سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا: ''اے رسول اللہ کے خلیفہ! اگر آپ نے مجھے اپنے لیے آزاد کیا تھا کہ میں آپ کے ساتھ رہوں اور اپنی مرضی نہ کروں تو میں آپ کے ساتھ رہنے کے لیے تیار ہوں۔ اور اگر آپ نے مجھے اللہ کی رضا کے لیے آزاد کیا تھا کہ میں اپنی جان کا مالک ہو جاؤں اور اپنے نفع کا کام کر سکوں تو پھر مجھے جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت دے دیجیے کیونکہ مجھے یہاں مقیم رہنے کے بجائے جہاد کرنا زیادہ پسند ہے''۔ اس پر سیدنا ابوبکر نے فرمایا:

''اگر تمھاری یہی خواہش ہے تو میں تمھیں قیام پر مجبور نہیں کروں گا۔ میں تو تمھیں صرف اذان دینے کے لیے روکنا چاہتا تھا۔ یقیناً مجھے تمھاری جدائی بڑی محسوس ہوگی۔ اس لیے اگر اس جدائی کے بغیر چارہ نہیں جس کے بعد ہو سکتا ہے دوبارہ ملاقات نہ ہو، تو ٹھیک ہے۔ اے بلال! نیک عمل کرنا جو دنیا سے جاتے ہوئے تمھارا زادِ راہ ہوں۔ جب تک تم زندہ رہو اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی نعمتوں کے ساتھ نوازے اور تمھاری وفات کے بعد تمھیں اجر عطا کرے''۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیکی پر جزائے خیر عطا فرمائے، آپ میرے محسن اور بہترین دینی بھائی ہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی اطاعت، حق پر ثابت قدمی اور نیک اعمال کی بجا آوری کے لیے آپ کے یہ احکام ہمارے لیے نئے نہیں ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا مؤذن نہیں بننا چاہتا''۔ پھر سیدنا بلال سیدنا سعید بن عامر بن حذیم جمحی کے ساتھ چلے گئے۔

فتوح الشام، لمحمد بن عبد الله الأزدي البصري، ص: 33-38۔

248- ہِرَقْل کے لیے شدید صدمہ

عیسائی بادشاہ ہرقل کو اپنی فوج کی بدترین شکست کی خبر سن کر شدید صدمہ ہوا۔ جب انطاکیہ میں اس کے لشکر پہنچے تو اس نے پوچھا: ''تمہاری بربادی ہو، مجھے بتاؤ تو سہی تم کن لوگوں سے جنگ کر کے آئے ہو، کیا وہ تمہاری ہی طرح کے انسان نہیں؟'' بھگوڑوں نے جواب دیا:

انطاکیہ کے آثار کی ایک تصویر

''جی ہاں، وہ انسان ہی ہیں''۔

ہرقل: ''تمہاری تعداد زیادہ تھی یا ان کی؟''

فوج: ''ہم تو ہر میدان میں ان سے کئی گنا زیادہ تھے''۔

ہرقل: ''پھر تم شکست کیوں کھا گئے؟''

رومیوں کے ایک بڑے بزرگ نے جواب دیا:

''ہم مسلمانوں سے اس لیے شکست کھا گئے کہ مسلمان ایک شب بیدار قوم ہیں۔ راتوں کو اُن کی پیشانیاں اللہ کے حضور سربسجود ہوتی ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ عہد پورا کرتے ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ برائی سے روکتے ہیں۔ آپس میں عدل وانصاف کرتے ہیں۔ جبکہ ہم شراب پیتے ہیں۔ بدکاری کرتے ہیں۔ حرام کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ بدعہدی کرتے ہیں۔ ظلم وستم ڈھاتے ہیں۔ برے کاموں کا حکم دیتے ہیں۔ اللہ کو راضی کرنے والے کاموں سے روکتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں''۔

یہ سن کر ہرقل نے کہا: ''تم نے سچ کہا''۔

البداية والنهاية: 7/ 15، 16۔

249- مفتوحہ اقوام سے عادلانہ سلوک

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم اصول یہ تھا کہ مفتوحہ علاقوں میں عدل و انصاف اور امن و سکون مہیا کیا جائے تاکہ لوگوں کو اسلامی حکومت اور باطل حکومت کے مابین واضح فرق محسوس ہو اور لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ ظالم و جابر حکومت ختم ہونے کے بعد بھی ظلم و جبر جوں کا توں ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کمانڈروں کو لوگوں کے ساتھ رحم دلی، عدل و انصاف اور حسن سلوک کا حکم دیا تاکہ ان کے دل میں لڑائی کا جذبہ نہ بھڑک اٹھے۔

مغلوب اقوام ہمیشہ نرمی اور نوازش کی محتاج ہوتی ہیں۔ مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں کے افرادی وسائل اور عمارتوں کو محفوظ رکھا۔ مفتوحہ اقوام نے انسانیت دوست اعلیٰ ذوق کی حامل ایک نئی حکومت کا مشاہدہ کیا جس نے مغلوب اقوام میں عدل و انصاف قائم کیا اور نور اسلام کو عام کیا جو دلوں کو مسخر کرتا چلا گیا اور لوگ دھڑا دھڑ اسلام قبول کرکے اسلامی جھنڈے تلے آنے لگے۔

250- مسلمانوں کے جنگی پلان

فتوحات اسلامیہ کی ابتدا میں مسلمانوں کے جنگی پلان اس لحاظ سے ممتاز تھے کہ ان کی تیاری عقل وخرد، ذہانت و فطانت اور فراست و تدبر سے مالا مال خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عسکری پلان کی وسیع تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل رفاقت میں حاصل کی تھی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہتے ہوئے آپ کی تعلیم وتوجہ سے متعدد علوم اور تجربات سیکھے تھے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہوں نے خلافت کی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھائیں۔ انہوں نے بڑی دوراندیشی اور فہم وبصیرت سے کام لیا۔ اپنے لشکر کو اعلیٰ ترین نصائح سے نوازا اور نہایت مناسب وقت پر اپنے مجاہدین کو امداد بہم پہنچاتے رہے اور انہیں ہمت وعزیمت کا سبق دیتے رہے۔

تاريخ الدعوة إلى الإسلام، للدكتور يسري محمد هاني، ص: 334.

اس کے برعکس رومی اور فارسی لشکر جب کسی علاقے کو فتح کرتے تھے تو اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے تھے۔ اہل علاقہ کو خوفزدہ اور مرعوب کر دیتے تھے۔ حرمتوں کو پامال کر دیتے تھے۔ جس سے لوگوں کو شدید ترین تباہی اور ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑتا اور اس خوف و ہراس کی داستانیں نسل در نسل منتقل ہوتی چلی جاتی تھیں۔

-251

ساتھی مجاہدین سے نرمی کا حکم

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف جنگوں کے دوران سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھی مجاہدین سے نرمی کرنے کا حکم دیا۔ سفر کے دوران گائیڈ ساتھ رکھنے کا حکم بھی دیا۔ آپ نے یہی حکم ان جنگوں میں شریک تمام کمانڈروں کو دیا تھا۔

تاريخ الطبري: 64/4.
أبو بكر الصديق، لعلي الطنطاوي،
ص: 313۔

عجمی قوموں کا وتیرہ تھا کہ جب وہ کسی دشمن پر غالب آجاتے تو وہ اس ملک اور بادشاہ کی ہر چیز اپنے لیے حلال کر لیتے تھے اور اپنی فتح کے اعلان اور بادشاہ کو خوشخبری دینے کے لیے مخالفین کے سر کاٹ کر بھیجتے تھے۔ رومیوں کے ساتھ جنگ میں اسلامی کمانڈروں نے بھی ان کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہا، چنانچہ سیدنا عمرو بن عاص اور شرحبیل بن حسنہ نے ایک شامی لیڈر بنان کا سر کاٹ کر سیدنا عقبہ بن عامر کے ہاتھ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ جب یہ سر ان کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے سخت برہمی کا اظہار کیا۔ سیدنا عقبہ نے گزارش کی: ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! یہ لوگ بھی ہمارے ساتھ یہی سلوک روا رکھتے ہیں''۔ اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(اَسْتِنَانٌ بِفَارِسَ وَالرُّومِ؟ لَا يُحْمَلُ إِلَيَّ رَأْسٌ إِنَّمَا يَكْفِي الْكِتَابُ وَالْخَبَرُ)

''کیا اب رومیوں اور ایرانیوں کے طریقے کو اپنایا جائے گا؟ آئندہ میرے پاس دشمنوں کے سر نہ لائے جائیں۔ فقط خط کے ذریعے اطلاع کافی ہے''۔

تاريخ الخلفاء، للسيوطي۔

252-

چوری سے کہیں زیادہ سنگین......

رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین نے ایک مثالی معاشرہ قائم کر دیا تھا۔ اس معاشرے میں آخرت کی جوابدہی کا تصور انتہائی مضبوط تھا۔ معاشرے میں جرائم نہ ہونے کے برابر تھے۔ پھر بھی کبھی کبھار ایسے لوگ سامنے آجاتے جو خبیث النفس ہوتے، شیطان ان پر ہر وقت حاوی رہتا اور وہ بری عادتوں سے باز نہیں آتے تھے۔ ایک مرتبہ یمن سے ایک شخص آیا، اس کا دایاں ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ اس نے اپنے گورنر کی شکایت کی۔ کہنے لگا: میں تو بڑا نیک اور پارسا ہوں، گورنر نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

اسی رات سیدنا ابوبکر صدیق کی اہلیہ محترمہ سیدہ اسماء بنت عمیس کا ہار گم ہو گیا۔ وہ شخص بھی ان کے ساتھ مل کر ہار تلاش کرنے لگا اور ساتھ ساتھ اس شخص کے لیے بددعائیں بھی کرنے لگا جس نے ایسے نیک لوگوں کے گھر میں چوری کی ہے۔ بعد میں وہ زیور ایک سنار کے پاس سے مل گیا، جس کا کہنا تھا کہ یہ ہار وہی یمنی شخص لایا تھا۔ اس شخص نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ سزا کے طور پر اس کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! اس کا اپنے خلاف بددعا کرنا میرے نزدیک چوری سے کہیں زیادہ سنگین بات ہے۔

أبوبكر الصديق، لعلي الطنطاوي، ص: 315۔

253-

صدیق اکبر...... معلم وفود

جب بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس وفود آتے نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش ہونے سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انہیں آداب سکھاتے۔ سلام کیسے کرنا ہے، بات کس انداز میں کرنی ہے، کیسا رویہ اپنانا ہے وغیرہ وغیرہ۔

التراتيب الإدارية، أبوبكر الصديق، لعلي الطنطاوي، ص: 307۔

254- اولیات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

1- آزاد مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔

2- سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے سرعام اسلام کی دعوت کے لیے خطاب کیا۔

3- سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام کے لیے مار کھائی۔

4- سب سے پہلے قرآن جمع کیا۔

5- سب سے پہلے قرآن کا نام مصحف رکھا۔

6- سب سے پہلے انہیں خلیفہ کا لقب دیا گیا۔

7- سب سے پہلے خلیفہ بنے جن کے والد زندہ تھے۔

8- سب سے پہلے خلیفہ تھے جو اپنے والدین کی زندگی میں فوت ہوئے۔

9- سب سے پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے اپنی رعایا کے لیے عطیات مقرر کیے۔

10- سب سے پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے بیت المال قائم کیا۔

11- اسلام میں سب سے پہلے شخص ہیں جنھیں کوئی لقب دیا گیا۔ یہ لقب عتیق تھا۔

12- شیخ الاسلام کا لقب بھی سب سے پہلے انہی کو دیا گیا۔

13- سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے محض اس لیے قے کر دی تاکہ کوئی شبہ والی چیز ان کے پیٹ میں نہ جائے۔

14- اسلام میں یہ پہلے شخص ہیں جن کی بیوی نے انہیں غسل دیا۔

التراتيب الإدارية، للسيد عبدالحي الكتاني، وأبوبكر الصديق، لعلي الطنطاوي، ص: 307۔

255- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ کی سرکاری مشینری

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے انہیں پیشکش کی کہ مالیاتی امور کی ذمہ داری وہ اٹھاتے ہیں۔ اس کام کے لیے سب سے مناسب شخص یہی تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا:

(أَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ)

''اس امت کے سب سے بڑے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں''۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قضاء کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی پیش کش کی۔ اس وقت تک مدینہ میں ایسا مثالی معاشرہ وجود میں آچکا تھا کہ ایک سال تک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں کوئی مقدمہ آیا ہی نہیں۔

سیدنا عثمان بن عفان اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کاتب کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں یہ ذمہ داری عبداللہ بن ارقم اور حنظلہ بن ربیع انجام دیا کرتے تھے۔

تاریخ الوزراء، وتاریخ الطبري، وأبوبکر الصدیق، لعلي الطنطاوي، ص:308۔

256- گورنر حضر موت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضر موت کے گورنر زیاد بن لبید انصاری تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں مقیم رہے پھر ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ انہیں اسی وجہ سے مہاجر انصاری کہا جاتا ہے۔ بیعت عقبہ میں بھی موجود تھے۔ بدر، اُحد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضر موت کا گورنر بنایا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اس عہدے پر قائم رکھا۔

257- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے (142) احادیث مروی ہیں۔ان میں سے (6) احادیث بخاری مسلم دونوں کتابوں میں آتی ہیں۔وہ احادیث جو صرف صحیح بخاری میں آتی ہیں ان کی تعداد (11) ہے جبکہ ایک حدیث ایسی ہے جو صرف صحیح مسلم میں آتی ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اتنی کم احادیث مروی ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بمشکل دو سال زندہ رہے اور ان کا عہد خلافت انتہائی ہنگامہ خیز رہا۔

تهذيب الأسماء واللغات، للنووي، وأبوبكر الصديق، لعلي الطنطاوي، ص:309-

258- باپ جیسی شفقت

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جب فلسطین بھیجا تو انہیں نصیحت فرمائی کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باپ جیسی شفقت کا مظاہرہ کرنا۔ چلنے میں آسانی اور اعتدال ملحوظ رکھنا کیونکہ ان میں کمزور افراد بھی ہیں۔سیدنا ابوبکر کے کمانڈروں نے سفر کرنے میں نرمی کرنے کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ دشمن کی طرف پیش قدمی کرتے وقت اپنے ساتھ ایک گائیڈ رکھتے تھے اور ایسے آسان ترین راستوں کا انتخاب کرتے تھے جن میں پانی اور گھاس وافر مقدار میں موجود ہوتا تاکہ دشمن کی طرف بلا دقت سفر جاری رکھا جاسکے اور لشکر کی قوت کمزور اور حوصلے پست نہ ہونے پائیں۔

الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية، للدكتور سليمان بن صالح: 149/1، وفتوح الشام، للواقدي 130/1:.

الطبقات الكبرى، لابن سعد: 191/2، وأبوبكر الصديق، لرشيد رضا، ص: 124-

259- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوال زریں

- موت کا شوق رکھو آپ کو زندگی عطا کی جائے گی۔
- اپنے نفس کی اصلاح کرلو، لوگوں کا رویہ تمہارے ساتھ خود بخود درست ہو جائے گا۔
- کثرت کلام بعض ضروری اور اہم باتوں کو بھلا دیتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم کرتا ہے جو اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔
- بھلائی کے کام مصائب میں گرنے سے بچاتے ہیں۔
- ایسی خیر کوئی خیر نہیں جس کے بعد جہنم میں جانا پڑے۔ ایسا شر کوئی شر نہیں جس کا انجام جنت ہو۔
- ایسے آدمی کا کوئی دین مذہب نہیں جس کے دل میں ایمان کی شمع روشن نہیں ہے۔ جو اللہ سے اجر و ثواب کی نیت نہیں رکھتا اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔ ایسے بندے کا کوئی عمل قابل قبول نہیں جس کی نیت درست نہ ہو۔
- کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹ کر استعمال کر لیا جاتا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آخرت میں جوابدہی کے تصور سے کس قدر خائف تھے۔ ہم اعمال میں لاپرواہی کے باوجود آخرت سے کس قدر بے خوف ہیں۔

أبو بكر الصديق، لرشيد رضا، ص: 127-129۔

260- احتیاطی تدابیر

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام میں اپنے کمانڈروں کو خصوصی تاکید فرمائی کہ وہ دشمن کے سفیروں کی عزت تو ضرور کریں مگر ان کی طرف سے خوب چوکنے اور خبردار بھی رہیں، تا کہ وہ اسلامی لشکر کی کمزوریوں سے واقف نہ ہونے پائیں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ دشمن کے سفیروں کو اسلامی لشکر میں داخل نہ ہونے دیں۔ نہ کسی مجاہد سے انہیں کوئی بات کرنے دیں۔ آپ نے سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا:

''تمہارے پاس دشمن کے سفیر آئیں تو ان کو عزت کے ساتھ ٹھہراؤ۔ یہ تمہاری پہلی اطلاع ہو گی جو ان تک پہنچے گی۔ انہیں اپنے پاس زیادہ دیر نہ رہنے دو تا کہ وہ تمہارے لشکر کی اطلاعات لیے بغیر چلے جائیں۔ ان کے ساتھ بذات خود مذاکرات کرنا، اپنے ساتھیوں کو ان سے گفتگو کرنے سے منع کرنا اور اپنے رازوں کو سر محفل بیان نہ کرنا اس سے تمہارا عمل بگڑ جائے گا''۔

مروج الذهب، للمسعودي:2/309-

261- سفر اور قیام کے دوران لشکر کے لیے حفاظتی اقدامات

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب یہ خدشہ ہوا کہ بعض مرتد قبائل مدینہ منورہ پر رات کے وقت چڑھائی کریں گے تو انہوں نے رات کے وقت مدینہ منورہ کے راستوں پر محافظ مقرر کر دیے۔ جب انہوں نے سیدنا خالد بن ولید کو مرتدین کے خلاف محاذ آرائی کے لیے روانہ کیا تو انہیں خبردار کیا کہ دشمن کے دھوکے اور شب خون سے بچاؤ کی تدبیر ضرور کرنا۔ آپ نے انہیں حکم دیا:

(اِحْتَرِسْ مِنَ الْبَيَاتِ فَإِنَّ فِي الْعَرَبِ غِرَّةً)

''رات کے اچانک حملے سے بچنے کے لیے حفاظتی انتظام کرنا کیونکہ عربوں میں یہ چیز پائی جاتی ہے کہ وہ اچانک حملہ کرتے ہیں''۔

عيون الأخبار، لأبي محمد عبد الله بن مسلم:1/44-

262- سکیورٹی گارڈز کی تعیناتی

اسی طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شامی لشکروں کے کمانڈروں کو بھی اپنے فوجی کیمپوں کی حفاظت کے لیے سکیورٹی گارڈز مقرر کرنے کی نصیحت کی تھی تاکہ مجاہدین کو دشمن کے دھوکے سے بچایا جا سکے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ سکیورٹی گارڈز پر گاہے بگاہے چھاپہ مار کر ان کو چیک کرتے رہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری کما حقہ پوری کر رہے ہیں یا نہیں۔ اس کی مثال آپ کا یہ فرمان ہے جو آپ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا تھا:

(أَكْثِرْ حَرْسَكَ وَ أَكْثِرْ مَفَاجَأَتَهُمْ فِي لَيْلِكَ وَ نَهَارِكَ)

''اپنی سکیورٹی میں اضافہ کرنا اور دن رات میں ان پر وقتاً فوقتاً چھاپہ مارتے رہنا''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن عاص کو حکم دیا:

رات کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ لمبی مجلس کرنا، ان کے ساتھ گھل مل کر بیٹھنا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمانڈروں نے اپنے اپنے لشکر کے سفر اور قیام کے دوران مؤثر حفاظتی اقدامات کیے اور آپ کے فرامین کو مشعل راہ بنایا۔

مروج الذهب، للمسعودي:309/2، وفتوح الشام، للواقدي:23/1۔

263- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کی دلجوئی

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اپنے اقرباء کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیزوں سے صلہ رحمی کرنا مجھے زیادہ عزیز ہے۔

الرياض النضرة:187/1۔

264- رومیوں سے جنگ کا عزم صدیقی

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فتح شام کے بارے میں سوچ بچار کرتے رہتے تھے۔ اسی اثنا میں مرتدین کے خلاف جنگ میں شریک ایک کمانڈر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''اے خلیفۃ المسلمین ! کیا آپ کے دل میں شام کی طرف لشکر روانہ کرنے کا کوئی پروگرام ہے؟'' آپ نے فرمایا:

(نَعَمْ قَدْ حَدَّثْتُ نَفْسِي بِذٰلِكَ وَمَا أَطْلَعْتُ عَلَيْهِ أَحَدًا وَّمَا سَأَلْتَنِي عَنْهُ إِلَّا لِشَيْءٍ)

''ہاں، میرے دل میں یہ پروگرام موجود ہے لیکن میں نے اس بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتایا، البتہ آپ ضرور کسی خاص وجہ سے اس بارے میں سوال کر رہے ہیں؟''۔

انہوں نے عرض کیا: ''جی ہاں! اے خلیفۃ الرسول! میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہم لوگ آپ کی قیادت میں شام کی طرف لشکر کشی کر رہے ہیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(نَامَتْ عَيْنَاكَ! خَيْرًا رَأَيْتَ وَخَيْرًا يَّكُونُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ)

''تمہاری آنکھیں پرسکون رہیں! تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے اور یہ بہت بہتر ہوگا، ان شاء اللہ''۔

یہ نیک خواب ان خوشخبریوں میں سے ایک ہے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

شام میں موجود رومن سلطنت کے آثار کی ایک تصویر

(لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ، قَالُوا:
وَ مَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ)

''نبوت میں سے صرف خوشخبریاں باقی رہ گئی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: ''خوشخبریاں کیا ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھے خواب''۔

یہ خواب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ان کے دلی ارادوں کو عملی شکل دینے کے لیے مہمیز کا باعث بنا، لہٰذا انہوں نے شام کی جنگ کے لیے خصوصی مجلس مشاورت منعقد کی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی عزیمت، حسنِ عمل اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے یہ کام شروع کر دیا اور اس اچھے خواب سے نیک شگون لیا۔

تاریخ دمشق، لابن عساکر: 2/61، 62۔
صحیح البخاري، حدیث: 6990۔

265- مجاہدین کو جنگ کی ترغیب

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجاہدین کو قتال کی ترغیب دیتے تھے۔ پھر انہیں مختلف طریقوں سے تقویت بھی دیتے تھے جس سے وہ کامیاب ہو جاتے تھے۔ وہ انہیں اسباب نصرت بیان کر کے جوش دلاتے تھے تاکہ دشمن ان کی نظر میں حقیر ہو جائے اور وہ پوری جرأت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوں تاکہ کامیابی ان کے لیے آسان ہو جائے۔

سیدنا ابوبکر نے سیدنا خالد بن ولید کو جہاد کی ترغیب اور جوش دلاتے ہوئے فرمایا:

(اِحْرِصْ عَلَى الْمَوْتِ تُوهَبْ لَكَ الْحَيَاةُ)

''موت کی حرص کرنا تمہیں زندگی نصیب ہوگی''۔

شامی لشکر کے جھنڈے تیار کیے تو انہیں جہاد فی سبیل اللہ کا شوق دلایا۔ ان کے جذبۂ جہاد کو بیدار اور فتح کے لیے دعائیں کیں۔

جب آپ نے شامی لشکر کے جھنڈے تیار کیے تو انہیں جہاد فی سبیل اللہ کا شوق دلایا۔ ان کے جذبۂ جہاد کو بیدار کیا اور دشمن پر ان کی فتح کے لیے دعائیں کیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شامی کمانڈروں کو جو ہدایات دیں ان میں ساتھیوں کے ساتھ مشاورت کا حکم بھی تھا۔ آپ نے فرمایا:

''یہ ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ (صحابی رسول ہیں اور اہل فلسطین میں شمار ہوتے ہیں)۔ بڑا سردار آدمی ہے۔ اس کی شان و شوکت اور رعب و دبدبے کا تمہیں علم ہے۔ میں نے اسے تمہارے لشکر میں شامل کر کے تمہیں اس کا امیر بنایا ہے۔ اسے مقدم رکھنا۔ اپنے معاملات میں اس سے مشورہ کرنا۔

266- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جانشینی

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امت کو اختلاف سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنی زندگی ہی میں اہل مدینہ سے فرمایا: تم لوگ میری موجودگی ہی میں اپنے آئندہ خلیفہ کا فیصلہ کرلو۔ سب لوگوں نے انہی کو یہ کام سونپ دیا کہ وہ جس کے حق میں فیصلہ کریں گے ہمیں قبول ہوگا۔ چنانچہ صدیق اکبر نے اپنے جانشین کا فیصلہ کرلیا اور ایک وصیت تیار کروائی۔ یہ وصیت نامہ پڑھ کر لوگوں کو سنانے کی ذمہ داری سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سونپی اور انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لے لی۔ انہوں نے اس فیصلے کے نفاذ سے پہلے لوگوں سے مزید توثیق کرائی تاکہ بعد میں کوئی منفی پہلو سامنے نہ آئے، لہٰذا انہوں نے لوگوں سے کہا:

''اس خط میں جس شخص کا نام ہے کیا تم اس کی بیعت کرتے ہو؟''

سب نے کہا: ''جی ہاں''۔

اس طرح تمام لوگوں نے متفقہ طور پر سیدنا عمر کی بیعت کا اقرار کیا اور اس پر اپنی رضامندی ظاہر کی۔

الطبقات الكبرى، لابن سعد:200/3۔

اس کی مخالفت نہ کرنا''۔

ربیعہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور اہل فلسطین میں شمار ہوتے ہیں۔ فتوحات میں ان کا اہم کردار تھا۔

سیدنا یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں آپ کی یہ قیمتی ہدایات محبت و اکرام کے ساتھ پوری کروں گا''۔

سیدنا ابوبکر نے مزید فرمایا: ''جب سفر کرو تو دوران سفر خود کو اور ساتھیوں کو مشکل میں نہ ڈالنا، اپنی قوم اور ساتھیوں پر ناراض نہ ہونا، ان سے مشورہ کرنا اور عادل حکام مقرر کرنا''۔

الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية، للدكتور سليمان بن صالح:238/1، وفتوح الشام، للأزدي، ص: 11، 15، وفتوح الشام، للواقدي:22/1۔

267- میں اور میرا مال سب آپ کا ہی تو ہے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مَانَفَعَنِي مَالٌ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ)

''مجھے کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے''۔

یہ سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوگئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں اور میرا مال سب کچھ آپ ہی کا تو ہے۔

مسند الإمام أحمد، حديث:7446۔

268- مشیر خاص

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

(أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَمَرَكَ أَنْ تَسْتَشِيرَ أَبَابَكْرٍ)

''میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد! اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ابوبکر سے مشورہ کیا کریں''۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشیر خاص مقرر کر دیا ہے۔

الرياض النضرة:161/1۔

269- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی

سہل بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

(يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ أَبَابَكْرٍ لَمْ يَسُؤْنِي فَاعْرِفُوا لَهُ ذٰلِكَ)

''لوگو! اس بات سے آگاہ رہو، ابوبکر نے مجھے کبھی رنجیدہ خاطر نہیں کیا''۔

الرياض النضرة:186/1۔

-270

رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کیا۔ اچانک سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی۔ آپ نے حجرے سے اپنا سر باہر نکالا اور کہا:

(لا، لا، لا، لِيُصَلِّ لِلنَّاسِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ)

''نہیں، نہیں، ہرگز نہیں، ابن ابی قحافہ ہی لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔

سنن أبي داود، حديث:4661۔

یعنی آپ نے تین مرتبہ نہ کرتے ہوئے بڑے اصرار کے ساتھ سیدنا ابوبکر کو ہی امام برقرار رکھا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت انتہائی عظیم الشان اسباق اور عبرتوں سے بھرپور ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے بعد عظیم ترین اسلامی شخصیت ہیں۔ آپ اعلیٰ ترین اخلاق اور صفات حمیدہ سے زمانہ جاہلیت ہی سے متصف تھے۔ آپ نے کبھی کسی بت کو سجدہ کیا نہ کبھی شراب نوشی کی۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

(كَانَ أَبُوبَكْرٍ أَعْلَمَنَا بِهِ ﷺ)

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہم سب سے زیادہ جانتے تھے''۔

صحيح البخاري :3904، صحيح مسلم:2382۔

271- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وقتِ رحلت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ انہوں نے سخت سردی والے دن غسل کیا تو انہیں بخار ہو گیا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ بیماری کی شدت کے باعث آپ ان دنوں مسجد نہ جا سکتے تھے، اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے تھے۔ صحابۂ کرام آپ کی تیمارداری کرنے آتے تھے۔ سب سے زیادہ خبر گیری سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔[1] جب ان کی بیماری شدید ہو گئی تو ان سے عرض کیا گیا: ہم آپ کے لیے طبیب بلائیں؟ تو فرمایا:

(قَدْ رَآنِي فَقَالَ: إِنِّي فَعَّالٌ لِّمَا أُرِيدُ)

''طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے اور وہ کہتا ہے: ''بے شک میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں''۔[2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(أُنْظُرُوا مَاذَا زَادَ فِي مَالِي مُنْذُ دَخَلْتُ فِي الْإِمَارَةِ، فَابْعَثُوا بِهِ إِلَى الْخَلِيفَةِ بَعْدِي)

''جب سے میں خلیفہ بنا ہوں، اس دوران میرا جتنا مال بڑھا ہے وہ میرے بعد والے خلیفہ کو پہنچا دینا''۔

ہم نے ان کا مال چیک کیا تو ایک نوبی غلام تھا۔ مصر کے جنوب میں سوڈان کے شہر نوبہ میں ایک قوم آباد تھی۔ یہ غلام انہی میں سے تھا اور یہ خلیفہ کے بچے کھلاتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک اونٹ تھا جو ان کے باغ کو سیراب کرتا تھا۔ ہم نے یہ دونوں چیزیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیں تو وہ رو پڑے اور روتے روتے فرمایا: ''ابوبکر پر اللہ کی رحمتیں ہوں، انہوں نے اپنے بعد والوں کو شدید مشکل میں ڈال دیا ہے''۔[3]

[1] أصحاب الرسول ﷺ، لمحمود المصري: 104/1.

[2] ترتيب و تهذيب البداية والنهاية، للدكتور السُّلمي، ص: 33. [3] صفة الصفوة، لابن الجوزي: 265/1۔

272- صدیق اکبر کے آخری لمحات

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرض پندرہ دن جاری رہا حتی کہ جب 13 ہجری، 22 جمادی الآخرہ کو پیر کا دن ہوا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا:

(فِي أَيِّ يَوْمٍ مَّاتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟)

''رسول اللہ ﷺ کس دن فوت ہوئے تھے؟''

میں نے جواب دیا: ''پیر کے دن''۔

تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(إِنِّي لَأَرْجُو فِيمَا بَيْنِي وَ بَيْنَ اللَّيْلِ)

''مجھے امید ہے کہ میں آج دن کو یا رات کو کسی وقت فوت ہو جاؤں گا''۔

پھر پوچھا:

(فَفِيمَ كَفَّنْتُمُوهُ؟) ''تم لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو کتنی چادروں میں کفن دیا تھا؟''

انہوں نے جواب دیا: ''یمن کی دھاری دار تین چادروں میں؛ اس میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میری چادر میں زعفران یا گیرو کا نشان ہے۔ اسے دھو دینا اور دیگر دو چادریں ملا کر میرا کفن بنا دینا''۔

ان سے عرض کیا گیا: ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ عطا کیا ہے۔ خوب احسان فرمایا ہے، ہم آپ کو نئی

چادروں میں کفن دیں گے"۔ انہوں نے فرمایا:

"زندہ شخص کو نئے لباس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے تاکہ اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے، جبکہ میت کا انجام تو گلنا سڑنا اور لباس کا بوسیدہ ہونا ہے"۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ انہیں ان کی بیوی سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا غسل دیں اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔

اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان سے جو آخری صدا نکلی، وہ قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ تھی:

﴿ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّٰلِحِينَ ﴾ (یوسف:101)

"(اے اللہ) مجھے مسلمان فوت کیجیے اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دیجیے"۔ (وفات کے وقت انکی عمر 63 برس تھی)

أصحاب الرسول، لمحمود المصري:106/1، والتاريخ الإسلامي، لمحمود شاكر، ص:104.

273- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ورثہ

ابوقحافہ رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے چھٹے حصے کے وارث بنے۔ وہ کہنے لگے: میرا حصہ بھی ابوبکر کی اولاد میں تقسیم کر دیا جائے۔

أبو بكر الصديق، للطنطاوي، ص:72۔

274- ابوقحافہ کی وفات

ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کی وفات کے بعد صرف چھ ماہ تک زندہ رہے۔ 14 ہجری میں محرم کے مہینے میں فوت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ستانوے سال تھی۔

الطبقات، لابن سعد، وأبوبكر، للطنطاوي: 72۔

275- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات پر صحابہ کا حزن وملال

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات پر اہل مدینہ بہت غمگین ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی وفات اہل مدینہ کے لیے نہایت حزن وملال کا باعث بنی۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بہت روئے۔ تیزی سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور آپ کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا: ''اے ابوبکر! اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، دوست، ثقہ رازداں اور مشیر خاص تھے۔ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور سب سے زیادہ یقین وایمان والے تھے۔ سب سے زیادہ اللہ کا خوف کھانے والے، اللہ کے دین میں سب سے زیادہ مضبوط اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑھ کر محافظ تھے۔ اسلام کے سب سے بڑھ کر شیدائی تھے اور سب سے بہترین ساتھی تھے۔ آپ کے مناقب سب سے اعلیٰ ہیں۔ ہر نیک کام میں سب سے آگے رہے۔ آپ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ آپ سب سے افضل مقام و مرتبے والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب

276- میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں صاف صاف بتا دیا تھا کہ میں اللہ کا خلیفہ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔ میں ایک انسان ہوں جو معصوم عن الخطا نہیں۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت و رسالت کے ساتھ کردار ادا کیا میں ویسا کردار تو ادا نہیں کرسکوں گا، لیکن میں اپنی سیاست میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''متبع'' ہوں کوئی ''مبتدع'' نہیں ہوں۔

سے زیادہ مکرم تھے۔ اللہ آپ کو رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی طرف سے افضل ترین جزا عطا فرمائے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اس وقت کی جب لوگ انہیں جھٹلا رہے تھے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے کان اور آنکھوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی کتاب میں صدیق قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾

''اور جو شخص سچائی (دین حق) لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی، وہی لوگ متقی ہیں''۔

الزمر: 33۔

آپ نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کی مدد کی جب لوگوں نے بخل کیا۔ جب مشکلات میں لوگ پیچھے ہٹ گئے تو آپ نے ان کا ساتھ دیا اور سب سے اعلیٰ ساتھ مشکلات کے وقت کا ساتھ ہوتا ہے۔ آپ غار میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور اللہ نے آپ کو ''ثانی اثنین'' کے لقب سے پکارا ہے۔ آپ نبی مکرم ﷺ کو تسلی دینے والے تھے۔ ہجرت میں ان کے ساتھی تھے۔ جب لوگ مرتد ہوئے تو آپ نے اللہ کے دین اور نبی اکرم ﷺ کی امت میں بہترین جانشینی کی۔ آپ نے وہ کردار ادا کیا کہ کسی نبی کے ساتھی نے ایسا کردار ادا نہیں کیا۔ آپ دین حق کی حمایت کے لیے اس وقت کھڑے ہوئے جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کمزوری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ آپ نے اس وقت مقابلہ کیا جب صحابۂ کرام عاجز آ گئے۔ جب وہ ضعف کا شکار ہوئے تو آپ نے طاقت کا مظاہرہ کیا اور آپ نے منہج نبوی پر اس وقت ثابت قدمی دکھائی جب صحابہ سوچ بچار میں تھے۔

آپ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے عین مطابق بدنی طور پر کمزور مگر اللہ کے معاملے میں نہایت طاقتور تھے۔ آپ تواضع اختیار کرتے تھے، جبکہ اللہ کے ہاں آپ بہت عظیم تھے۔ لوگوں کی نظر میں عظیم المرتبت اور ان کے دلوں میں بلند مقام والے تھے۔ کسی شخص کو آپ کے بارے میں طعن و تشنیع کرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ آپ کے نزدیک کمزور شخص قوی تھا جب تک کہ آپ اس کا حق اسے نہ لے دیتے۔ قریبی رشتہ دار اور دور

والے سب اس معاملے میں آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ کو وہ شخص زیادہ محبوب تھا جو اللہ تعالیٰ کا زیادہ خوف کھانے والا فرمانبردار ہوتا تھا۔ آپ کا معاملہ کھرا، سچا اور نرمی والا تھا۔ آپ کا فرمان فیصلہ کن اور حتمی ہوتا تھا۔ آپ نرم، حلیم اور محتاط تھے۔ آپ کی رائے علم وعزم والی تھی۔ آپ کے ذریعے دین کو اعتدال، ایمان کو تقویت اور اللہ کے دین کو غلبہ نصیب ہوا۔

اللہ کی قسم! آپ بہت آگے نکل گئے اور آپ نے پیچھے والوں کو تھکا دیا۔ آپ شاندار کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ ہم آپ کی وفات پر ''إنا للہ وإنا إلیہ راجعون'' پڑھتے ہیں۔ ہم اللہ کی قضا پر راضی ہیں۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی وفات جیسا صدمہ مسلمانوں کو کبھی نہ ہوگا۔ آپ دین کے لیے عزت، حفاظت اور حمایت کا سبب تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نبی محمد ﷺ کے ساتھ ملائے اور ہمیں آپ کے اجر وثواب سے محروم نہ کرے۔ نہ ہمیں آپ کے بعد گمراہ کرے''۔ (آمین)

277- نماز جنازہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کو قبر میں اتارنے کے لیے سیدنا عمر، عثمان، طلحہ اور آپ کا بیٹا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم قبر میں اترے۔ آپ کی لحد رسول اللہ ﷺ کی لحد کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔

أصحاب الرسول،لمحمود المصري:106/1۔

سیدنا علی کا کلام پورا ہونے تک لوگ خاموش رہے، پھر وہ زاروقطار رونے لگے اور بآواز بلند کہنے لگے: ''آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کفن دے دیا گیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

(مَا أَحَدٌ أَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيفَتِهِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰى)

''مجھے اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوتے وقت اس کفن میں لپٹے ہوئے شخص کے نامہ اعمال سے بڑھ کر کسی کا اعمال نامہ محبوب نہیں''۔

التبصرة، لابن الجوزي:477/1-479 تاريخ الإسلام للذهبي:120/3۔

278- تراشے

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کئی آزمائشیں بھی آئیں۔ سیدنا ابو بکر کو اذیتیں دی گئیں۔ آپ کے سر پر خاک ڈالی گئی۔ مسجد حرام میں جوتوں سے اتنا پیٹا گیا کہ وہ چلنے کے قابل بھی نہ رہے اور انہیں اٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ چونکہ عربوں کے حسب و نسب کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے آپ نے اس صلاحیت کو دعوت اسلام کی نشر و اشاعت میں خوب استعمال کیا۔ آپ مختلف قبائل کو دعوت دیتے وقت بازاروں اور موسم حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتے تھے اور قبائل کو پہچان کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت فرماتے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کا خوف رکھنے والے تھے۔ امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ امت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ بہت سے اہل علم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ علم و فضل میں سب صحابہ پر آپ کی فوقیت کی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل صحبت اور بے مثال عقیدت و محبت ہے۔ آپ دن رات، سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اور رات کو عشاء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مسلمانوں کے معاملات و مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت، خلافت راشدہ کا ابتدائی دور ہے اور اس کی اہمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے متصل ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ ہے۔ عہد صدیقی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہونے والے فیصلوں کی مکمل اتباع کی جاتی تھی۔

279- ہمارا مال وراثت نہیں

سیدنا ابوبکر سے رسول اللہ ﷺ کی وراثت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نبی مکرم ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''ہمارا مال وراثت نہیں بنے گا۔ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے''۔ بلاشبہ آل محمد اس مال میں سے کھائیں گے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں رسول اللہ ﷺ کے ہر عمل کے مطابق عمل کروں گا اور آپ ﷺ کے کسی بھی عمل کو ترک نہیں کروں گا۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے عمل سے کوئی چیز ترک کی تو میں راہ راست سے ہٹ جاؤں گا''۔

تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے دوران اہل بیت کو مال فے، فدک اور خیبر کے خمس میں سے حصہ دیتے تھے۔ ہاں انہوں نے ان اموال کو وراثت قرار دے کر تقسیم نہیں کیا۔ کیونکہ انہوں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی ممانعت سن رکھی تھی۔

280- فتوحات کی منصوبہ بندی

جیسے ہی مرتدین کے خلاف جنگیں ختم ہوئیں اور جزیرۂ عرب متحد ہوا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فتوحات اسلامیہ کے منصوبے پر عمل درآمد شروع کر دیا، جس کا طریقہ کار رسول اللہ ﷺ اپنی مبارک زندگی میں واضح فرما چکے تھے، لہٰذا آپ نے عراق اور شام کی فتح کے لیے لشکر روانہ کیے۔

281- کمانڈروں اور لشکریوں کو ہدایات

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کمانڈروں اور لشکریوں کو احکام و ہدایات دیتے وقت حقوق اللہ کی وضاحت بھی فرمائی، مثلاً: دشمن کے سامنے صبر و ثبات کا مظاہرہ، جنگ میں اللہ کے لیے اخلاص، ادائے امانت کا انتظام اور اللہ کے دین کی نصرت میں ذاتی محبتوں اور تعلقات کی قربانی۔

اسی طرح آپ نے رعایا اور لشکر پر گورنروں اور کمانڈروں کے حقوق مقرر کیے، مثلاً: امیر کی لازمی اطاعت، اس کے حکم کی فوری تعمیل اور مال غنیمت کی تقسیم میں اس کی عدم مخالفت وغیرہ۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطوط اور ہدایات میں مجاہدین کے حقوق بھی تفصیلاً بیان کیے، مثلاً: مجاہدین کا بغور جائزہ لینا، ان کی خبر گیری کرنا اور دوران سفر ان سے نرمی کا سلوک کرنا، ان کے نمبردار اور نقیب مقرر کرنا، دشمن کے ساتھ جنگ کے لیے پڑاؤ کی موزوں جگہ کا انتخاب، اہل لشکر کے زاد راہ اور ان کے جانوروں کے چارے کا بندوبست کرنا، قابل اعتماد جاسوسوں کے ذریعے دشمن کی اطلاعات حاصل کرنا تاکہ لشکر کی حفاظت ہو سکے۔ مجاہدین کو جہاد کی ترغیب دینا، انہیں اللہ کے اجر و ثواب اور شہادت کی فضیلت یاد دلانا، اہل عقل و دانش سے مشورہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پابندی کرانا اور زراعت و تجارت وغیرہ میں مشغول ہو کر جہاد سے منہ موڑنے سے روکنا۔

282- خارجہ پالیسی کے اہم نکات

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حکومت کی خارجہ پالیسی کے اہم نکات یہ ہیں: اقوام عالم کے دلوں میں اسلامی حکومت کا رعب و دبدبہ قائم کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق جہاد جاری رکھنا۔ مفتوحہ اقوام سے عدل و انصاف اور نرمی و نوازش کا سلوک کرنا۔ مفتوحہ اقوام کو دین بدلنے پر مجبور نہ کرنا اور اسلام قبول کرنے میں حائل رکاوٹوں کو ہٹانا۔

283- امت کے سب سے اعلیٰ مسلمان

کوفہ اور بصرہ سے کچھ وفود سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے مدینہ آئے۔ آپس میں گفتگو کرتے ہوئے وہ اس بات پر تبصرہ کرنے لگے کہ ابوبکر و عمر میں سے افضل کون ہے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں جبکہ دوسرے لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ ان لوگوں میں جارود بن معلیٰ بھی تھے۔ ان کا تعلق عبدالقیس قبیلے سے تھا۔ یہ عبدالقیس کے اس وفد میں شامل تھے جو 10 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ یہ اپنی قوم کے سردار اور انتہائی زیرک و دانا شخص تھے۔ اسلام لانے سے پہلے یہ عیسائی تھے۔ جب یہ مسلمان ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور ان کی آمد پر ان کی خوب تکریم کی تھی۔

چونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مل چکے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی جانتے تھے۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پہنچے اور انہوں نے یہ بحث سنی تو آپ نے ان لوگوں کی سخت سرزنش کی جو انہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے رہے تھے۔ جارود بن معلیٰ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: امیر المومنین! ٹھہریئے ٹھہریئے، اللہ تعالیٰ ہمیں وہ دن نہ دکھائے جب ہم آپ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیں۔ پھر وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل گنوانے لگے۔ یہ سن کر سیدنا عمر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور ان کے چہرے پر بشاشت آ گئی۔ پھر آپ چلے گئے۔

جب شام کا وقت ہوا تو آپ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا:

(أَلَا إِنَّ أَفْضَلَ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوبَكْرٍ)

"خبردار! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے افضل شخص ابوبکر ہیں۔"

میری اس وضاحت کے بعد جو شخص اس کے علاوہ کچھ کہے گا میں اس کو سزا دوں گا۔

(أسد الغابة، وأبوبكر الصديق، لعلي الطنطاوي، ص: 279-

284- آواز خاموش ہوگئی

لیکن گونج قیامت تک باقی رہے گی

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز باطل کے خلاف ایک للکار تھی۔ یہ آواز خاموش ہوگئی لیکن اس کی گونج قیامت تک باقی رہے گی اور رفیق نبوت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے دلوں میں زندہ رہیں گے۔

285- سرتاپا خیر ہی خیر

کچھ لوگ حبر الامۃ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پوچھا: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیسے شخص تھے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ سرتاپا بھلائی تھے۔ ان میں خیر ہی خیر تھی۔

أبو بكر الصديق، لعلي الطنطاوي، ص:281۔

قصص ذهبية من حياة
أبوبكر الصديق رضي الله عنه

(باللغة الأردية)

خلیفہ راشد اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہر قدم پر آپ کا ساتھ دیا اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو مسلمانوں کی قیادت ایسے شاندار طریقے سے فرمائی کہ تمام طوفانوں کا رخ اپنی خدا داد بصیرت وصلاحیت سے کام لے کر موڑ دیا اور اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو کنارے لگا دیا۔ آپ نے اپنے مختصر عہد خلافت میں ایک مضبوط اور مستحکم اسلامی حکومت کی بنیادیں استوار کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے بعد اس کی سرحدیں ایشیا میں ہندوستان اور چین تک جا پہنچیں افریقہ میں مصر، تیونس اور مراکش سے جاملیں اور یورپ میں اندلس اور فرانس تک پہنچ گئیں۔

زیر نظر کتاب میں ان کی حیات مبارکہ سے منتخب سچے واقعات پیش کیے گئے ہیں۔ اردو زبان میں اس انداز کی یہ پہلی کاوش ہے۔ ان کی زندگی کے سارے واقعات کا احاطہ تو بڑا مشکل ہے۔ اسلامی کتب کا یہ نیا انداز امید ہے قارئین کرام کو پسند آئے گا۔

9 786035 001557